جوگن

سَیّدہ سَعیدہ خَاتون عَظیمی

جوگن

سیّدہ سعیدہ خاتون عظیمی

www.ksars.org

فہرست

روح صرف روشنی ہے 4

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ 7

ٹھاکر صاحب اور ملنگ بابا 11

ہمزاد 21

پندرہ برس پہلے کا واقعہ 32

سلطان بابا جی 46

شہنشاہ جنات کے دربار میں پیشی 51

شہنشاہ جنات کا فیصلہ 63

بھگوان کے تصور کو ایک روپ مل گیا 70

گومالا کا گھر 75

سچے بھگت 86

شہباز سے شادی 98

عالم جنات میں مثلث شکل کی عمارت 113

قافلہ آسمان کی سرحد کے سفر پر روانہ 126

www.ksars.org

منزل مراد کی فکر 131
حقیقت کی تلاش.. 138
عزا ایک شیطان کے روپ میں 142
شیطان کا جال 148
رمز عشق کیا ہے؟ 152
میں جوگن ہوں 161
پرماتما کی روشنی کا بہاؤ.. 171
حکم یا امر کی روشنیاں.. 181
شہنشاہ جنات کے نام ایک پیغام 192
ایک قوی ہیکل جن کا مقدمہ 201
چودھرائن کی وفات کے بعد 214
آسمان سے چار فرشتے 224

www.ksars.org

روح صرف روشنی ہے

پیش لفظ

تذکرہ غوثیہ میں غوث علی شاہ قلندر نے ایک واقعہ قلم بند کیا ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی بیمار ہوئے بیماری بڑھتی رہی علاج معالجہ سے فائدہ نہیں ہوا اور بیماری نے نزع کا عالم اختیار کر لیا۔ ایک دن دروازے پر کسی نے دستک دی۔ ان کے بڑے بیٹے نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک بزرگ کھڑے ہیں دعا سلام کے بعد بزرگ نے صاحبزادے کو ایک خط دیا اور کہا کہ یہ اپنے والد کو دے دو۔ صاحبزادے خط لے کر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ باہر بزرگ کھڑے ہیں انہوں نے یہ خط دیا ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے خط کھول کر پڑھا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ جا کر ہمارا سلام کہو اور ان سے یہ عرض کرو کہ آپ آدھے گھنٹے بعد تشریف لائیں۔ بزرگ یہ بات سن کر چلے گئے اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے جو امانتیں ان کے پاس لوگوں نے رکھوائی تھیں ان کے بارے میں اپنے بیٹے کو تفصیلات بتائیں، یہ چیز فلاں صاحب کی اور یہ رقم فلاں صاحب کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بیٹے سے کہا مجھے وضو کراؤ، وضو کرنے کے بعد دو نفلیں ادا کیں اور آرام سے قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے آنکھیں بند کیں اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کہرام مچ گیا، گھر والے رونے دھونے لگے ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد صاحبزادے کو خیال آیا کہ ابا کے پاس ایک بزرگ آئے تھے اور ابا نے انہیں آدھے گھنٹے بعد بلایا تھا، وہ بزرگ کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور آدھے گھنٹے بعد کیوں نہیں آئے؟ پھر خیال آیا کہ بزرگ نے ایک خط بھی دیا تھا، تلاش کرنے سے خط تکیہ کے نیچے مل گیا۔ خط پر یہ تحریر تھی کہ "آپ کی حضوری کا وقت آ گیا ہے تعمیل حکم کے لئے میں حاضر ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ نیچے نام تھا عزرائیل۔ یہ بات تو فرشتوں کی ہوئی یعنی جب کوئی بندہ اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے اور خالق و مخلوق کا رشتہ مستحکم ہو

www.ksars.org

جاتا ہے تو کائنات کی ہر شے اللہ کے حکم سے اس کی تابع ہو جاتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ملک الموت بھی اجازت لے کر روح قبض کرتا ہے۔

دوسری مخلوق جو تذکرہ میں آتی ہے وہ جنات ہیں۔ جنات کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے بہت سارے واقعات منسوب ہیں مثلاً یہ کہ ان کے مدرسہ میں جنات بھی پڑھتے تھے جن طالب علم شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت کرتے تھے، ہاتھ پیر دباتے تھے۔ جس طرح انسان شاگرد اپنے استاد کی خدمت کرتے ہیں۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب بجلی ہر جگہ نہیں پہنچی تھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے مدرسہ میں چراغ جلتے تھے ایک رات ایسا ہوا شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس بہت سارے شاگرد جمع تھے۔ ایک شاگرد ان کے پیر دبا رہا تھا۔ شاہ صاحب نے اس سے کہا "رات کافی گزر گئی ہے اب جا کر آرام کرو اور جاتے ہوئے چراغ بجھا دینا۔" جو لڑکا پیر دبا رہا تھا اس نے بیٹھے بیٹھے ہاتھ لمبا کیا اور ہاتھ لمبا ہوتا چلا گیا اور یہاں تک کہ چراغ تک پہنچ گیا اور اس نے چراغ بجھا دیا۔ دوسرے شاگرد بھی کمرے میں موجود تھے یہ دیکھ کر وہ سہم گئے۔ شاہ صاحبؒ نے اس لڑکے کو بہت ڈانٹا۔ "بدتمیز لڑکے تم نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا سب کو ڈرا دیا۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔"

ان دو واقعات کو تحریر کرنے کا مدعا یہ ہے کہ انسان کو اللہ نے ایسی روحانی صلاحیتیں عطا کی ہیں کہ فرشتے اس کے آگے جھکتے ہیں اور جنات بھی اس سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔ جوگن ایک کہانی ہے جس کو حسن ترتیب اور سلیقہ سے سعیدہ خاتون عظیمی نے لکھا ہے اور کہانی کی کڑیوں کو اس طرح ایک دوسرے میں پیوست کیا ہے کہ قاری کہانی کے کرداروں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس پوری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت ہو یا مرد جب استاد کی شاگردی میں اپنی روح سے باخبر ہو جاتا ہے تو روح کی یہ باخبری اسے کبھی آسمانوں میں پرواز کراتی ہے۔ کبھی وہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک دیکھتا ہے۔ کبھی وہ مرنے کے بعد جو دنیا ہے اس میں چلا جاتا ہے وہاں کے حالات دیکھتا ہے، واقعات سنتا ہے بلکہ وہاں کے لوگوں کی دل جوئی بھی کرتا ہے۔ لوگوں تک اس دنیا کے ان کے عزیز و اقرباء کے پیغام پہنچانے کا وسیلہ بھی بنتا ہے۔ کتاب پڑھ کر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ انسان کا فی الواقع شرف ہے کہ وہ اپنی روح سے واقف ہو۔ روح کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روح عورت یا مرد ہوتی ہے۔ روح روح ہوتی ہے اور کیونکہ روح صرف روشنی ہوتی ہے اور روشنی کے

www.ksars.org

لئے حد بندیاں قائم نہیں کیں جاسکتیں۔ روشنی ہر جگہ ہے۔ روشنی کے لئے در و دیوار معنی نہیں رکھتے۔ روشنی ٹائم اور اسپیس سے آزاد ہے۔ جب کوئی مرد یا عورت روح سے واقف ہو جاتی ہے تو اس کے اوپر سے ٹائم اور اسپیس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ ہزاروں سال پہلے کے واقعات اور ہزاروں سال بعد کے آنے والے واقعات کو دیکھ لیتا ہے۔ چونکہ ماضی، حال، مستقبل اس کے سامنے آجاتا ہے اس لیے وہ اس بات سے واقف ہو جاتا ہے کہ کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کی حاکمیت نہیں ہے اور جب کوئی بندہ اللہ کی حاکمیت یقین کے ساتھ قبول کر لیتا ہے تو اس کر اندر سے غم و پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ سکون کے گہوارے میں محو خرام ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سعیدہ خاتون عظیمی کی اس کاوش کو عوام الناس کے لئے مقبول بنائے اور جو لوگ اس کتاب کا مطالعہ کریں ان کے ادراک و فہم میں جلا بخشے۔

آمین

خواجہ شمس الدین عظیمی
مرکزی مراقبہ ہال
سرجانی ٹاؤن، کراچی

www.ksars.org

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے۔ پاکستان بننے سے تقریباً تیس پینتیس سال پہلے ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں دیولالی میں جو دھامن گاؤں کے قریب ہے، ایک معزز خاندان آباد تھا۔ لوگوں میں وہ ٹھاکر صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ ٹھاکر صاحب کے والدین اور آباؤ اجداد زمانوں سے دیولالی میں بستے چلے آرہے تھے۔ جس کی وجہ سے سارا گاؤں ٹھاکر صاحب اور ان کی فیملی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ٹھاکر صاحب کے والدین تو اب فوت ہو چکے تھے البتہ ان کے ایک بڑے بھائی تھے جن کا نام مندراج تھا۔ وہ مندراج بابو کے نام سے مشہور تھے۔ دونوں بھائی ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ ٹھاکر صاحب کے یہاں پانچ بچے تھے۔ تین بیٹے اور دو بیٹیاں۔ بیٹے دونوں بیٹیوں سے بڑے تھے۔ جن کے نام راہول، سنیل اور عاجل تھے۔ ان سے چھوٹی بیٹی کا نام کندن تھا۔ ٹھاکر صاحب کی بیگم چودھرائن کے نام سے مشہور تھیں۔ مندراج بابو کا کنبہ بڑا تھا۔ مندراج بابو ٹھاکر صاحب سے عمر میں بھی تقریباً گیارہ سال بڑے تھے۔ ان کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ چار بیٹیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ اور دو بیٹیاں بیاہی جا چکی تھیں۔ چاروں بیٹے بہویں سب ایک ساتھ ہی رہتے تھے۔ بہت بڑی سی حویلی میں مندراج بابو اور ٹھاکر صاحب دونوں پیدا ہوئے تھے۔ دو بہنیں بھی ہوئیں مگر ان کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔ حویلی اس قدر بڑی تھی کہ اچھا بھلا قلعہ لگتی تھی۔ سارے گاؤں میں سب سے بڑا مکان یہی تھا۔ پہلے ٹھاکر صاحب بھی اسی میں رہتے تھے۔ یہیں ان کے تینوں بیٹے بھی پیدا ہوئے۔ مگر پھر ایک ہی سال میں ماں باپ دونوں کے انتقال کے بعد ٹھاکر صاحب کے ہاں جب کندن پیدا ہوئی تو پیدائش کے چھٹے دن جب اسے اور اس کی ماں کو چھٹی کا اشنان (غسل) دیا تو پرکھوں کی روایات کے مطابق فقیروں کو کھانا کھلایا گیا۔

www.ksars.org

مغرب کے وقت صحن میں بڑی بڑی دریاں بچھادی گئیں۔ اور چنے کی دال اور چاول اور حلوہ پوری کے تھال دستر خوان پر رکھے گئے۔ جانے کہاں کہاں سے فقیر امڈے چلے آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ دھامن گاؤں سے بھی غریب غرباء چلے آئے تھے۔ کئی دیگوں میں کئی سو لوگوں نے کھانا پیٹ بھر کر کھایا۔ ابھی دستر خوان جاری تھا کہ ایک ملنگ نما فقیر چلتا ہوا اندر آیا وہ کھڑا اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ ٹھاکر صاحب تیزی سے اس کی طرف بڑھے تاکہ اسے دستر خوان پر بیٹھنے کو کہا جائے ابھی وہ اس کے پاس پہنچے ہی تھے کہ وہ فقیر جس کا حلیہ سب سے الگ تھا، اس نے ایک گیروے رنگ کی چادر کی لنگی باندھ رکھی تھی۔ وہی چادر اس نے اوپر اور کاندھے پر بھی ڈالی ہوئی تھی۔ اس کا سارا سینہ گلے میں پہنی ہوئی موتیوں اور پتھروں کی مالاؤں سے چھپا ہوا تھا۔ پیشانی پر صندل کی تین چوڑی چوڑی لکیریں تھیں۔ ہاتھ میں دو تارہ پکڑا ہوا تھا۔ لمبی لمبی زلفیں بے ترتیبی سے شانوں پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ٹھاکر صاحب کے پاس پہنچتے ہی وہ فقیر ایک دم بول اٹھا "میں تیرا کھانا کھانے نہیں آیا، بالک میں تو تیرا گھر تجھے لوٹانے آیا ہوں۔" یہ کہہ کر چادر کے اندر سینے پر ہاتھ ڈالا اور باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ چادر کے نیچے تو اس کے جسم پر کچھ نہ تھا۔ ٹھاکر صاحب ایک لمحے کو جیسے سن سے ہو گئے پھر ہاتھ میں کاغذات لے کر اس پر نظر ڈالی اور پھر جو اٹھائی تو فقیر کا کچھ پتہ نہ تھا۔

وہ چپ چاپ کاغذات لے کر اندر کمرے میں آ گئے۔ لیمپ کی روشنی میں کھول کر دیکھا۔ یہ ایک مکان کے کاغذات تھے۔ ان کے اوپر ٹھاکر صاحب کے والد کے دستخط تھے۔ یہ مکان اسی محلے کے ایک کونے پر تھا۔ جہاں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ مکان کے آگے کھیت شروع ہو جاتے تھے۔ اس وجہ سے لوگ بھی اسے بھولے ہوئے تھے۔ کوئی اچھی طرح جانتا بھی نہیں تھا کہ اس کے یہاں اور کون رہتا ہے۔ گاؤں کے بزرگ جنگو چاچا کا وہاں تھوڑا بہت آنا جانا تھا۔ انہوں نے بھی لوگوں کے سامنے اس بڑھیا سے متعلق کوئی قابل ذکر بات نہیں کی۔ گاؤں کے لوگ مطمئن تھے کہ جنگو چاچا بڑھیا کی خبر گیری کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ٹھاکر صاحب نے تو ایک مرتبہ بھی اس حویلی کے اندر قدم نہ رکھا تھا۔ کاغذ ان کے ہاتھ میں تھے اور دماغ تیزی سے پچھلے ورق الٹا رہا تھا۔ والد صاحب کے دستخط ان کاغذات پر کیسے آ گئے۔ انہوں نے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ بستر مرگ پر چند دن ان کی بیماری میں کٹے۔ اس میں ہی ذکر کر دیتے۔

www.ksars.org

ان کاغذات کے اوپر تو صاف لکھا ہے کہ مکان میرے نام ہے اور والد صاحب کی جانب سے ہے۔ پھر مجھے اس کی اطلاع آج تک کیوں نہ ملی۔ بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے مجھے ہی اسے جا کر دیکھنا چاہئے۔ پھر ہی کسی سے ذکر کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ کر کمرے سے باہر آئے۔ صحن میں بچھے دستر خوان کا جائزہ لیا خادموں کو ضروری ہدایات دیں اور خاموشی سے باہر نکل آئے۔ تانگا ڈیوڑھی پر تیار کھڑا تھا۔ اس پر بیٹھ کر بڑھیا کے گھر چلنے کو کہا تانگا گیٹ کے اندر داخل ہوا اور حویلی کے دروازے پر آکر رک گیا۔ یہ حویلی بہت ہی پرانی تھی۔ پھر آمد و رفت زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے ویران پڑی تھی۔ گیٹ سے لے کر گھر کے دروازے تک بہت ہی اونچے گھنے درخت دونوں اطراف ہی تھے۔ سارا راستہ سوکھے پتوں سے اٹا پڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے زمانے سے صفائی نہیں کی گئی ہے۔ ٹھاکر صاحب تانگے سے اتر کر حویلی کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ شیشم کی لکڑی کا بہت بڑا سا دروازہ اس وقت بھی اسی طرح چمک رہا تھا جیسے کبھی نئے پن میں چمکتا ہو گا۔ ٹھاکر صاحب نے دروازے کو ہاتھ سے چھوا اور دل ہی دل میں اس کی خوبصورتی اور مضبوطی کی تعریف کے بغیر نہ رہ سکے۔ اس پر لگا پیتل کا بڑا سا دستک دینے والا کنڈا زور سے بجایا کچھ لمحے بعد ملنگ بابا نے دروازہ کھولا۔ ٹھاکر صاحب نے جلدی سے ہاتھ جوڑ کر انہیں پرنام کیا۔ وہ رعب دار آواز سے بولے۔ ”آؤ بالک، اندر آ جاؤ تمہارا ہی انتظار ہو رہا ہے۔“ اس وقت مغرب کا وقت تیزی سے گزر کر رات کے اندھیرے میں داخل ہوتا جا رہا تھا۔ اندر تو اچھا خاصہ اندھیرا تھا۔ ملنگ بابا نے ایک جانب پڑی ہوئی لالٹین ہاتھ میں لی اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ٹھاکر صاحب ملنگ کے پیچھے چل پڑے۔ حویلی اچھی خاصی بھول بھُلیّاں تھی۔ دو تین راہداریوں سے گزر کر ایک کمرے میں آئے اس کمرے میں داخل ہوئے تو یوں لگا جیسے یہ ایک پوجا گھر ہے۔ سب سے پہلے ٹھاکر صاحب کی نظر سامنے دیوار کے پاس خوبصورت بڑے سے طاق میں رکھی ہوئی ایک مورتی پر گئی۔ اس کے قدموں میں بہت سی موم بتیاں جل رہی تھیں اور پاس ہی فرش پر بھیڑ کی بڑی سی کھال پر ایک بڑھیا آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ ٹھاکر صاحب نے ادب سے کہا۔ ”نمستے ماتا جی۔“ بڑھیا نے پلکیں جھپکائیں۔ ملنگ بابا نے ٹھاکر صاحب کے شانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ”پاس بیٹھ جاؤ۔“ ٹھاکر صاحب اس بڑھیا کے بالکل پاس بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا۔ اس نے نقاہت سے بار بار بند ہوتی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”پُتر اب یہ گھر تیرا ہے۔ صندل دیوی نے تیرے گھر جنم لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ سب فیصلے اوپر والوں کے ہیں۔ صندل دیوی

www.ksars.org

کے لئے یہ حویلی تیرے نام لکھ دی گئی ہے۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "مگر یہ تو میرے والد صاحب کے دستخط ہیں۔" بڑھیا نحیف و نزار آواز میں آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ "انہوں نے ملنگ بابا کو اوپر بلایا تھا۔ اور وہاں پر تیرے باپ سے یہ کاغذات بنوا کر بھجوائے ہیں۔" ٹھاکر صاحب نے گہری نظر سے بڑھیا کو دیکھا اور پاس کھڑے ملنگ بابا کو بھی۔ انہیں ان کی آنکھوں میں سچائی کی روشنی دکھائی دی۔ ویسے بھی ٹھاکر صاحب کے لیے ماورائی باتیں کچھ انوکھی نہ تھیں۔ وہ باپ دادا سے ایسی باتیں سنتے چلے آئے تھے۔ انہوں نے بڑھیا کے ہاتھ کو آہستہ آہستہ سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "اماں، صندل دیوی کیسی ہو گی؟"۔ بڑھیا نے دیوار کے طاق کی جانب اشارہ کیا۔ "یہ صندل دیوی ہے۔" ٹھاکر صاحب نے اب غور سے اس مورتی کو دیکھا۔ یہ صندل کی لکڑی کی تراشی ہوئی ایک خوبصورت مورتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے فنکار نے اسے فرصت سے بنایا ہے۔ اس کی ٹھوڑی پر بیچوں بیچ ایک سیاہ تل دیکھنے والوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ بڑھیا پھر بولی۔ "صندل دیوی امرت کا پیالہ ہو گی۔ لوگ اس کے چرن چھو کر اپنی آتما کی پیاس بجھائیں گے۔"

اب بڑھیا کے چہرے سے بے پناہ تھکاوٹ جھلکنے لگی۔ اس نے آنکھوں سے ملنگ بابا کو اشارہ کیا۔
ملنگ بابا طاق کی جانب آئے اور مورتی کے چرنوں میں پڑا ہوا پوجا کے تھال سے ایک بتاشہ اٹھا کر ٹھاکر صاحب کو دیا۔ ٹھاکر صاحب نے اسے کھالیا۔ اس دوران بڑھیا کی نظریں بدستور ٹھاکر صاحب پر رہیں۔ جیسے ہی انہوں نے بتاشہ زبان پر رکھا، بڑھیا کی آنکھوں سے اطمینان و سکون کی لہریں نکلنے لگیں۔ اس نے آہستہ آہستہ گہرے گہرے سانس لئے اور منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ "پربھو، میرا کام بس اتنا ہی تھا۔" وہ بار بار یہی جملہ منہ ہی منہ میں دہرا رہی تھی۔ اب اس کا ذہن دنیا میں نہ تھا۔ چند لمحوں بعد اس کے منہ سے تین مرتبہ "پربھو"، "پربھو"، "پربھو" نکلا اور ایک ہچکی آئی اور گردن ایک جانب سے ڈھلک گئی۔ ٹھاکر صاحب نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر آہستہ آہستہ دعا کی۔ اور چادر سے بڑھیا کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ آہستہ سے اس کے پاؤں کی جانب کھڑے ہو گئے۔ ایک دفعہ پھر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور دعا کی۔ پھر ملنگ بابا سے کہا میں ماتا جی کے کریا کرم کا بندوبست کرتا ہوں۔ ملنگ بابا نے ٹھاکر صاحب کو گہری نظر سے دیکھا۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "بالک ماتا جی کا حساب کتاب اوپر والوں کے ساتھ ہے۔ ابھی تم خود دیکھ لو گے۔" ٹھاکر صاحب چپ ہو گئے۔ انہوں نے پہلے بھی اس حویلی سے منسوب کئی عجیب و غریب باتیں سنی تھیں۔ اس کے علاوہ اپنے

www.ksars.org

دادا سے کافی روحانی علوم و تربیت انہیں حاصل ہوئی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ روحانی علوم کسی مذہب و مسلک کا خاصہ نہیں ہیں۔ روحانی علوم تو روح کی صلاحیتوں کو جاننا اور اپنے ارادے سے ان کا استعمال کرنا ہے۔ اور روح ہر انسان کے اندر موجود ہے۔

ٹھاکر صاحب اور ملنگ بابا

ٹھاکر صاحب اور ملنگ بابا دونوں ماتا جی کے پاؤں کے قریب کھڑے تھے۔ اتنے میں ان کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ یہ چادر روشن ہونی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ ساری چادر روشنی بن کر جگمگانے لگی۔ پھر یہ روشنی ایک دم سے بجلی کی طرح چمکی۔ اور اگلے لمحے وہاں کچھ نہ تھا۔ نہ چادر تھی نہ ماتا جی کی لاش تھی۔ حیرت سے ٹھاکر صاحب کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ دم بہ خود رہ گئے۔ اتنی واضح نشانی آج پہلی بار ان کی آنکھوں نے دیکھی تھی۔ انہوں نے حیران حیران نظروں سے ملنگ بابا کی جانب دیکھا۔ ملنگ بابا نے مسکرا کر کہا۔ "بالک اب یہ گھر تیرے پاس صندل دیوی کی امانت ہے۔" یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ ٹھاکر صاحب حیران نظروں سے کھڑے کمرے کا جائزہ لینے لگے۔ جب ذرا حواس درست ہوئے تو بھاری قدموں سے باہر آئے۔ تانگہ کھڑا تھا بیٹھ کر گھر آئے۔

رات گہری ہو چکی تھی لنگر ختم ہو چکا تھا۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ ٹھاکر صاحب بھی اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ بیوی ننھی کندن کو چھاتی سے لگائے دودھ پلا رہی تھی۔ ٹھاکر صاحب سیدھے بچی کی جانب بڑھے۔ اس کا چہرہ اور ٹھوڑی غور سے دیکھی۔ وہاں تل نہ تھا۔ انہوں نے بچی کو پیار کیا اور دل میں کہنے لگے یہ تو میری کندن ہے صندل نہیں۔ اس واقعہ نے ان کا ذہن بوجھل کر دیا تھا۔ وہ بیوی کی باتوں کے جواب میں ہوں ہاں کرتے کرتے سو گئے۔ صبح کے وقت خواب میں کیا دیکھا کہ ایک دفتری کمرہ ہے۔ جس میں ایک میز کرسی رکھی ہے۔ اس کرسی

www.ksars.org

پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ماتا جی چلتی ہوئی آتی ہیں۔ ماتا جی کا تو حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔ وہ بہت تندرست بہت جوان اور خوبصورت لگیں۔ ماتا جی کے ساتھ ملنگ بابا بھی تھے جو ماتا جی کو لے کر آرہے تھے۔ انہوں نے ماتا جی کو ان بزرگ کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگے۔ "سرکار کرشنا، ماتا جی آ گئیں۔" ان بزرگ نے ماتا جی کی جانب دیکھا۔ ماتا جی نے نہایت ادب سے انہیں پرنام کیا۔ سرکار کرشنا نے رعب دار آواز میں پوچھا۔ "ہم نے تمہیں جو کام سونپا تھا اس کی رپورٹ پیش کرو۔" ماتا جی نے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا سرکار کرشنا میں اپنا کام کر آئی ہوں۔ حویلی کے کاغذات ٹھاکر صاحب کے سپرد کر آئی ہوں اور صندل دیوی کا بت بھی انہیں دکھا آئی ہوں۔ سرکار اب تو ٹھاکر صاحب پر ہے کہ وہ کتنی جلدی اس حویلی میں منتقل ہوتے ہیں۔ سرکار کرشنا بولے۔ "ملنگ بابا ٹھاکر صاحب سے کہہ دو کہ جلد سے جلد اپنے گھر چلے جائیں۔" ٹھاکر صاحب نے خواب دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیا کہ اب مجھے جلد از جلد نئے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ کیونکہ ان کے دادا کہا کرتے تھے کہ قدرت کے راز قبل از وقت کھولنے سے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور کام دیر سے ہوتا ہے کیونکہ جو کام ایک ذہن سے کرنے کا ہے اس میں بہت سارے ذہنوں کی سوچ داخل ہو جاتی ہے اور کام کو آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ انہوں نے اپنے بھائی مندراج بابو سے ذکر کیا کہ میں نے وہ بڑھیا والا مکان خرید لیا ہے۔ بھائی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ "کیا تمہاری ملاقات اس بڑھیا سے ہوئی تھی؟"۔ ٹھاکر صاحب بولے۔ "نہیں، اس کا انتقال تو بہت پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اس کا ایک دور پرے کا رشتہ دار میرے پاس مکان کی پیشکش لے کر آیا تھا جو نہایت ہی معقول تھی۔ میں نے سوچا کہ آسانی ہو جائے گی۔ آپ کا بھی بڑھتا کنبہ ہے۔ پھر وہ حویلی بھی ہماری حویلی کی طرح اچھی خاصی بڑی ہے۔ اگر اس کی صفائی کرائی جائے اور کچھ مرمت وغیرہ ہو جائے تو اچھی نکل آئے گی۔" مندراج بابو بولے۔ "تو یہ گھر بھی اتنا بڑا ہے کہ بڑھتی نسلوں کو اپنے اندر سمیٹ سکتا ہے۔ مگر تمہارا کہنا بھی درست ہے۔ اچھا موقع گنوانا نہیں چاہئے۔ تمہیں نیا گھر مبارک ہو۔ تم چاہو تو کل سے ہی وہاں مزدوروں کو صفائی اور رنگ و روغن پر لگا دیا جائے۔"

غرضیکہ دوسرے دن سے ہی آٹھ دس مزدور اس حویلی کی صفائی پر مامور کر دیئے گئے۔ ٹھاکر صاحب نے صندل دیوی والا کمرہ بند کر کے چابی اپنے پاس رکھ لی۔ تاکہ کوئی بھی اس میں جانے نہ پائے ویسے بھی سارے

www.ksars.org

گھر میں وہی ایک کمرہ سب سے زیادہ صاف ستھرا تھا۔ باقی تو سارا گھر جھاڑ جھنکار اور دھول سے اٹا پڑا تھا۔ وہ جانتے تھے اگر ان کے بڑے بھائی نے یا کسی اور نے یہ مورتی دیکھ لی تو صندل کا راز کھل جائے گا اور انہیں بڑھیا کی روحانی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

آٹھ دس مزدوروں نے دن بھر محنت کر کے دس بارہ روز میں حویلی کو رہنے کے قابل بنا دیا۔ اب ٹھاکر صاحب بیگم اور بچوں کو لے کر آئے تو چودھرائن کی خوشی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ وہ کبھی اس کمرے میں جاتیں کبھی اس کمرے میں۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے اندر کسی نے خوشی کی بجلیاں بھر دی ہیں۔ ٹھاکر صاحب بھی اپنے بال بچوں کو خوش دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔ پندرہ بیس دن بعد بڑے دھوم دھام سے نئے مکان کی خوشی میں تمام محلے والوں کو دعوت دی گئی۔ غرضیکہ یہ مکان ٹھاکر صاحب اور ان کی فیملی کے لئے اس قدر مبارک ثابت ہوا کہ دو ڈھائی مہینوں میں ان کا دم توڑتا ہوا کاروبار پھر سے چمک اٹھا۔ سب کو یقین تھا کہ اس گھر پر ابھی تک بڑھیا کا سایہ ہے۔

صندل دیوی والا کمرہ اسی طرح بند تھا۔ ابھی تک کسی کا دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔ ویسے بھی یہ کمرہ راہداری کے ایک کونے میں تھا۔ باقی تمام کمرے راہداری کے دونوں جانب تھے۔ ایک رات چودھرائن کی آنکھ کھلی۔ وہ ٹائیلٹ جانے کیلئے اٹھیں۔ ابھی واپس نکلی ہی تھیں کہ انہیں راہداری میں روشنی کا جھماکہ سا نظر آیا اور ساتھ میں عجیب سی خوشبو سونگھائی دی اور وہ غیر اختیاری طور پر راہداری کی جانب لپکیں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں شمع ہے اور وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صندل دیوی والے کمرے تک پہنچتی ہے۔ پھر کمرے کی دیوار سے اندر داخل ہو گئی۔ چودھرائن یہ دیکھ کر کمرے میں واپس آئیں اور بستر پر لیٹ کر سوچنے لگیں۔ یہ ضرور اس نیک بڑھیا کی روح ہو گی جو ابھی تک اپنے گھر میں منڈلاتی پھرتی ہے۔ یہ سوچ کر انہیں کچھ اطمینان ہوا ان کے دل سے خوف دور ہو گیا اور وہ سو گئیں۔ صبح اٹھ کر انہوں نے ٹھاکر صاحب سے اس کا ذکر کیا اور کہنے لگیں۔ ”چلو اس کمرے کو کھول کر دیکھتے ہیں جس میں وہ روح داخل ہوئی تھی۔“ ٹھاکر صاحب نے بڑی مشکل سے انہیں روکا“ بیگم روح کا معاملہ ہے ہمارے رہنے کے لئے اتنے سارے کمرے ہی کافی ہیں۔ اس کے ایک کمرے پر بھی ہمیں قبضہ جمانے کی کیا ضرورت ہے اسے اپنی دنیا میں رہنے دو۔ ہم اپنی دنیا میں جی رہے ہیں۔“ چودھرائن سمجھدار خاتون تھیں کہنے لگیں۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو روحوں کے کام میں

www.ksars.org

دخل اندازی کرنے سے وہ ناراض ہو گئیں تو ہمارا جینا محال کر دیں گی۔" اب اکثر ایسا ہوتا کہ رات کے اندھیرے میں اچانک روشنی پھیل جاتی مدھم مدھم چراغ کی روشنی میں ایک نوجوان لڑکی کا ہیولا چلتا پھرتا دکھائی دیتا۔ چودھرائن اکثر اسے دور سے گزرتا ہوا دیکھتیں۔ انہیں کبھی اس کا چہرہ دکھائی نہ دیا۔ وہ ہمیشہ صندل دیوی والے کمرے میں داخل ہو جاتی۔ چند ماہ اسی طرح گزر گئے ننھی کندن اب چھ ماہ کی ہو چکی تھی اور اب بیٹھنے لگی تھی۔ ایک دن بہت عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ہوا اں کچھ یوں کہ اس رات چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے فلک پر جگمگا رہا تھا۔ ٹھاکر صاحب نے بیگم کو آواز دی۔ "بیگم آؤ باہر کیسی ٹھنڈک ہے۔" بیگم باہر آئیں تو انہوں نے بچوں کو بھی آواز دی۔ سب ہی صحن میں بیٹھے چاندنی رات کا لطف اٹھانے لگے۔ ملازم نے خشک میوے اور چائے میز پر لگا دی۔ دو تین گھنٹے ہنستے کھیلتے گزر گئے۔ پھر بچے جا کر اپنے اپنے کمروں میں سو گئے۔ کندن کو آیا پہلے ہی سلا آئی تھی۔ چودھرائن نے اٹھ کر کمرے میں جانے کیلئے راہداری میں قدم رکھا۔ سب سے پہلا کمرہ صندل دیوی والا تھا۔ ابھی وہ اس کے دروازے تک ہی پہنچی تھیں کہ ایک دم سے وہی ہیولا سامنے آ گیا۔ اس کا سارا جسم نورانی تھا۔ اس نے چودھرائن کے سامنے ہاتھ بڑھایا اور ان کے ہاتھ پر ایک بتاشہ رکھ دیا۔ چودھرائن نے غیر اختیاری طور پر یہ بتاشہ منہ میں ڈال لیا۔ پھر یہ ہیولا کمرے میں داخل ہو گیا۔ چودھرائن کمرے میں آئیں۔ چند لمحے بعد ہی ان کے شوہر بھی آ گئے۔ انہوں نے اپنے شوہر کو سارا قصہ سنایا۔ ٹھاکر صاحب فوراً سمجھ گئے کہ یہ بتاشہ پوجا کے تھال کا ہے۔ قدرت نے بتاشے کی صورت میں میاں بیوی دونوں کے اندر صندل کی تخلیقی روشنیاں منتقل کر دیں ہیں۔ اب قدرت کے امر کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ چاندنی رات نے ان کے لطیف تاروں کو پہلے ہی چھیڑ دیا تھا۔ کھڑکی سے چھن چھن کے اندر آنے والے چاندنی میں انہیں بیوی کا ڈھلا ہوا مجسمہ دکھائی دیا۔ اور دل کے تاروں پر زندگی کے نغمات بکھرنے لگے۔ اسی رات چودھرائن نے خواب دیکھا کہ چاندنی رات کا بہت ہی حسین منظر ہے۔ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھری ہوئی چھوٹی سی خوبصورت وادی ہے۔ جس کے اندر دریا کی لہریں جگمگا رہی ہیں۔ اس دریا میں ایک خوبصورت کشتی پر جو پھولوں سے سجی ہوئی ہے، ٹھاکر صاحب اور وہ دونوں دریا کی سیر کر رہے ہیں۔ کشتی خود ہی خراماں خراماں پانی پر چلی جا رہی ہے۔ چودھرائن کشتی کے صوفے نما سیٹ پر لیٹ جاتی

www.ksars.org

ہیں۔ شوہر پاس بیٹھے ہیں اتنے میں آسمان سے نور کا ایک قطرہ ستارے کی طرح ٹوٹ کر ان کی جانب آتا ہے اور ان کے جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔

www.ksars.org

صبح ہوتے ہی یہ خواب انہوں نے اپنے شوہر سے بیان کیا۔ پورے نو مہینے بعد ٹھاکر صاحب کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ ان نو مہینوں میں عجیب بات یہ تھی کہ چودھرائن کو وہ روح کبھی دکھائی نہ دی۔ انہوں نے دو تین مرتبہ اپنے شوہر سے اس کا ذکر بھی کیا وہ کہنے لگے۔ "بھئی! اوپر والے کے کام تو اوپر والا ہی جانتا ہے۔" اور بات آئی گئی ہو گئی۔

بیٹی پیدا ہوئی تو دائی نے وہیں سے باہر بیٹھے ہوئے ٹھاکر صاحب کو آواز دی۔ "ٹھاکر صاحب ایک اور لچھمی نے آپ کے گھر جنم لیا ہے۔" ٹھاکر صاحب نے منہ اوپر کر کے کہا۔ "ہے بھگوان تیرا شکر ہے۔" تھوڑی دیر میں دائی اسے کپڑے میں لپیٹ کر ان کے پاس لائی۔ ٹھاکر صاحب نے بیٹی کو گود میں لینے سے پہلے دائی کے ہاتھ پر پیسے رکھے۔ گود میں لیا تو ان کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ سفید نرم شال میں صندل دیوی کا بت زندہ ہو کر ان کے بازوؤں میں تھا۔ وہی آنکھیں، وہی ناک، وہی دہانہ اور سب سے حیرت انگیز نشانی وہ ٹھوڑی کا تل تھا۔ چند لمحوں تک وہ حیرت زدہ آنکھوں سے اسے گھورتے رہے پھر گود میں لئے بیوی کے پاس تیزی سے گئے اور جاتے ہی خوشی سے بولے، "بیگم تم نے دیکھا اسے یہ ننھی گڑیا میری صندل ہے صندل۔ اس کی تھوڑی کا تل دیکھا تم نے؟ بالکل دیوی لگتی ہے میری صندل اوپر والے کی دین ہے۔ اسی کی دین ہے۔" ان کی آواز فرط مسرت سے بھرا گئی۔ ان کی نگاہوں میں بڑھیا کا وہ آخری وقت گھوم رہا تھا جس نے صندل دیوی کے اس گھر میں جنم لینے کی پیش گوئی کی تھی۔ دل ہی دل میں انہوں نے کہا۔ "اس کے بھید وہی جانتا ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے بچی کے کان میں آہستہ سے کہا۔ "تم میری صندل ہو۔" اور اس کی ماں کے پہلو میں لٹا دیا۔

جب سے انہوں نے یہ مکان لیا تھا ایک مرتبہ بھی صندل دیوی کا کمرہ کھول کر نہ دیکھا تھا۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نیک بڑھیا کی آتما انجانے میں خفا ہو جائے۔ وہ بڑھیا کی پیش گوئی کے ظہور کے انتظار میں تھے۔ اس سے قبل وہ مورتی کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ باہر آ کر مسلسل ان کا دماغ گذشتہ باتیں دہرانے لگا۔ یہاں تک کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ بیوی چلنے پھرنے لگیں تو انہیں ضرور اس کمرے میں لے جا کر صندل دیوی کا بت دکھائیں گے اور ساری باتیں بتا دینگے۔ وہ چاہتے تھے کہ بیوی چلنے پھرنے کے قابل ہو لیں پھر صندل کو اور بیوی کو

www.ksars.org

اس کمرے میں لے جاؤں۔ ٹھاکر صاحب کے لئے ایک ایک دن گزارنا مشکل ہو رہا تھا مگر وقت کی رفتار میں تو کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی وہ تو اپنی چال چلتا رہتا ہے۔ البتہ آدمی کے اپنے اندر ہی مدو جزر اٹھتے رہتے ہیں۔ جس کے اتار چڑھاؤ پر اس کے احساسات کی ناؤ بہتی رہتی ہے۔ اپنے ہی حواس کے اتار چڑھاؤ کو وہ وقت کی رفتار سمجھ بیٹھتا ہے۔ اور وقت کے گھٹنے بڑھنے کی شکایت کرتا ہے۔ حالانکہ ہر سال بارہ مہینے کا اور ہر دن رات چوبیس گھنٹوں کا ہوتا ہے۔

صندل سب کی آنکھوں کا تارا بن گئی۔ ابھی تو کندن بھی ننھی سی تھی مگر صندل میں جانے کیا بات تھی کہ جو بھی اس کی طرف دیکھتا پیار کئے بغیر نہ رہتا۔ اس کے تل میں نگاہوں کے لئے ایک خاص کشش تھی۔ اس دن ان کی بیگم نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ شام کو کام سے آکر کھانا کھانے کے بعد جب ٹھاکر صاحب نے صندل کو گود میں لیا تو بیگم کا ہاتھ پکڑے صندل دیوی کے کمرے کی چلے۔ چابی گھمائی، تالا کھولا۔ دروازے کے بالمقابل دیوار میں جہاں ایک طاق تھا۔ اس میں بت کے نیچے پوجا کا تھال تھا۔ ٹھاکر صاحب نے دروازہ کھولتے ہی سیدھی سامنے نگاہ ڈالی۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ ان کی زبان ایک لمحے کو گنگ ہو گئی۔ نہ وہاں بت تھا نہ پوجا کا تھال کمرے کے طاق میں ایک بڑا سا فریم تھا۔ جس میں دو سفید کبوتروں کی تصویر تھی۔ ٹھاکر صاحب کی بیگم یہ تصویر دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھیں۔ "آہا کیسی خوبصورت تصویر ہے۔ اسے تو میں اپنے ڈرائنگ روم میں لگاؤں گی۔" سکوت ٹوٹا تو ٹھاکر صاحب کے بھی ہوش ٹھکانے لگے۔ انہوں نے جیسے بیوی کی بات ہی نہیں سنی۔ کہنے لگے بیگم کیا تم نے یہ کمرہ پہلے کھلوایا تھا؟ وہ سوالیہ نظروں سے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ "اے لو مجھے کیا پڑی تھی۔ اتنے سارے کمرے ہیں گھر میں وہ بھی ہماری ضرورت سے زیادہ ہیں۔ پھر تین چار دفعہ اس روح کو بھی اس کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو میں نے چھیڑنا مناسب ہی نہ سمجھا مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بچوں نے تو نہیں کھولا ہو گا یہ کمرہ۔" اب چودھرائن اور زیادہ حیران ہوئیں چابی تو آپ کے پاس تھی۔ بچے کیسے کھولتے اگر انہیں کھولنا ہوتا تو ہم سے پوچھتے کیوں کیا بات ہے؟ کیا رکھا تھا اس کمرے میں؟ ٹھاکر صاحب بولے بیگم اس طاق میں صندل دیوی کا بت تھا۔ اور اس کے پاؤں کے پاس پوجا کا تھال تھا۔ چودھرائن بولیں۔ "اے ہے ٹھاکر صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سوائے پوتر روح کے اور کوئی یہاں نہیں آیا۔" ٹھاکر صاحب نے واپس پلٹتے ہوئے کہا صبر کرو اپنے کمرے میں چل کر ساری کہانی سناتا ہوں۔ چودھرائن نے

www.ksars.org

جلدی سے طاق میں پڑی کبوتروں کی تصویر اٹھالی۔ یہ فریم تو میں اپنے ڈرائنگ روم میں لگاؤں گی۔ ٹھاکر صاحب اس قدر حیران اور پریشان تھے کہ انہیں روک بھی نہ سکے۔ بس دوبارہ کمرہ بند کر کے تالا لگا کر آگے بڑھ گئے۔ بیگم کہتی ہی رہیں۔ "اے اب اس میں ہے کیا۔ جسے بند کر رہے ہو۔" مگر وہ تو بس اپنے ہی خیالات میں گم تھے۔

کمرے میں واپس آکر بیگم نے تصویر کونے میں رکھی اور وہ بھی پلنگ پر ان کے پاس آ بیٹھیں۔ قصہ کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔ ٹھاکر صاحب نے کندن کی چھٹی والے دن کا سارا حال سنا دیا۔ کہنے لگے۔ "صندل کی پیدائش تک تو مجھے کچھ کہنے کی اجازت نہ تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا تب ہی کسی سے کچھ کہوں گا۔ میں تمہیں وہ بت دکھانے لایا تھا۔ وہ بتاشہ اس پوجا کے تھال کا تھا۔ اس میں سے ایک بتاشہ مجھے بھی کھلایا گیا تھا۔" چودھرائن بولیں۔ "تم ٹھیک کہتے ہو مگر وہ بت اور تھال گیا کہاں؟ ذرا لڑکوں سے پوچھو۔ یوں تو رہ بیچارے کبھی ایسی کوئی بات بغیر پوچھے نہیں کرتے۔ پھر بھی اپنی تسلی ضروری ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے زور سے بیٹوں کو آواز دی۔ "راہول، سنیل، عاجل ادھر آنا۔" تینوں لڑکے سترہ سال، پندرہ سال اور گیارہ سال کی عمر کے تھے۔ ماں کی آواز سن کر دوڑے چلے آئے۔ ماں نے پوچھا، "بیٹے، وہ کونے والا کمرہ جو ہمیشہ بند رہتا ہے کسی نے کبھی کھولا تو نہیں؟ تینوں لڑکے حیرانی سے ماں کا منہ تکنے لگے۔ "امی آپ نے ہمیں کبھی کہا تو نہیں کھولنے کو۔ اس میں تو تالا لگا رہتا ہے۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بیٹے جاؤ اپنا کام کرو۔ میں تمہاری ماں کو دکھا دوں گا وہ کمرہ۔" تینوں لڑکے چلے گئے۔

اب چودھرائن کا ذہن اس معمے کو حل کرنے میں لگ گیا۔ بولیں۔ "وہ جو روح میں نے کئی دفعہ دیکھی تھی وہ بالکل جوان لڑکی لگتی تھی۔ ضرور وہ صندل دیوی کی آتما ہو گی تب ہی تو جب میں امید سے ہوئی تھی۔ پھر میں نے اس روح کو نہیں دیکھا۔ تم سے بھی تو اس کا ذکر کیا تھا یاد نہیں کیا؟" ٹھاکر صاحب بولے۔ "یاد ہے مگر پھر بھی اس مورتی کا معمہ تو حل نہیں ہوا نا۔ وہ آخر گئی کہاں؟" چودھرائن بولیں۔ "وہ مورتی تو آپ کو دکھانے کے لئے رکھی گئی ہو گی تاکہ آپ صندل کو پہچان لیں۔ پھر ملنگ بابا نے غائب کر دی۔ اب جیتی جاگتی صندل جو ہمارے پاس ہے۔" یہ بات ٹھاکر صاحب کے بھی دل کو لگی۔ کہنے لگے۔ "واقعی ایسا ہی ہوا ہے۔" اور وہ مطمئن ہو گئے۔

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب ماورائی اور روحانی علوم پر بڑا یقین رکھتے تھے۔ دراصل چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے دادا کے لاڈلے رہے تھے۔ بڑھاپے میں ویسے بھی آدمی شفیق ہو جاتا ہے۔ وہ ٹھاکر صاحب سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ انہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ انہیں روحانی علوم سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے اکثر صوفیوں سنتوں کی مجلسوں میں جایا کرتے تھے۔ ٹھاکر صاحب نے تین چار سال کی عمر سے اپنے دادا کے ساتھ ان مجلسوں میں جانا شروع کر دیا تھا۔ ان دنوں ان مجلسوں میں ہندو، سکھ، مسلمان سب ہی ہوتے تھے۔ سب ہی آپس میں پیار و محبت کا درس دیتے۔ ٹھاکر صاحب کی عمر بارہ سال کی تھی۔ جب ان کے دادا کا انتقال ہوا۔ تب تک انہیں اس بات کا پتہ چل چکا تھا کہ جسم کے اندر روح یا آتما ہی اصل انسان ہے۔ جس کا تعلق پرماتما سے یا غیب کی دنیا سے ہے۔ اگر روح سے رابطہ قائم کر لیا جائے تو اس کے ذریعے سے غیب کے اسرار سامنے آجاتے ہیں۔ اور پرتما کو بھی پہچانا جا سکتا ہے۔ اس طرز فکر کے ساتھ وہ اپنے دادا کے بتائے ہوئے طریقے سے ریاضتیں بھی کرتے تھے۔ شروع جوانی میں انہوں نے اتنی توجہ نہیں دی مگر لڑکوں کی پیدائش کے بعد سے وہ روزانہ اپنے دادا کے بتائے ہوئے طریقے سے مراقبہ کرتے اور ذکر واذکار کرتے تھے۔ ان کا ہندو جوگیوں کی مجلس میں بھی آنا جانا رہ چکا تھا۔ سب کا کہنا تھا کہ روح کے ناطے سے سب انسان آپس میں روحانی رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ پھر تفریق کیسی۔ ٹھاکر صاحب کی یہی وسعت نظری تھی جو انہیں لوگوں میں مقبول بنائے ہوئے تھی۔ کیا ہندو، کیا سکھ، کیا مسلمان سب انہیں آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اور اپنے مسائل کے لئے ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اوپر والا ان کی دعائیں سنتا بھی تھا۔

مندر راج بابو کی طبیعت ٹھاکر صاحب سے بالکل مختلف تھی۔ ان کی سوچ متعصب تھی۔ پوجا پاٹ بہت کرتے تھے۔ ایک وقت کی بجائے مندر میں کئی دفعہ آتے جاتے حاضری دیتے تھے۔ اور ان کا ذہن وظیفوں اور جاپ میں بہت چلتا تھا۔ پنڈتوں کے بتائے ہوئے جاپ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ چھوت چھات کا ضرورت سے زیادہ خیال رکھتے۔ یہاں تک کہ دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے بھی اس وقت تک نہ پہنتے جب تک کہ وہ دوبارہ کھنگالے نہ جائیں۔ بیوی تو اب ان چیزوں کی عادی ہو چکی تھی۔ مگر بہوئیں بہت چیں بجیں ہوتی تھیں کہ خواہ مخواہ دگنا کام کرواتے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کی دوستی ذرا نہیں تھی۔ وہ دان خیرات دیتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھتے کہ ہندو کو ہی ملے

www.ksars.org

جب کہ ٹھاکر صاحب میں یہ بات نہ تھی۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے بلا تفریق مذہب و ملت سب کی حاجت روائی کرنے کی کوشش کرتے۔

www.ksars.org

ہمزاد

مندراج بابو کو ہمزاد قابو کرنے کا بڑا شوق تھا۔ انسان جس کام کا ارادہ کرتا ہے۔ اوپر والا اس کا سبب بناہی دیتا ہے۔ ایک دفعہ امراؤتی سے ایک پنڈت اپنے کسی دوست سے ملنے دیولالی آئے۔ ان دنوں ڈاک کا انتظام اور ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے کا اہتمام اتنا تیز تو تھا جیسا آج کل ہے۔ بس دوست سے ملنے کو جی چاہا اور قافلے کے ساتھ چل پڑے۔ ان دنوں جب کوئی مسافر باہر سے آتا تھا تو سب سے پہلے مسجد یا مندر میں پڑاؤ کرتا۔ پھر وہاں سے مطلوبہ جگہ اپنی آمد کا پیغام بھجواتا۔ یہ پنڈت بھی دیولالی پہنچ کر مندر میں مقیم ہوئے اس مندر میں مندراج بابو بھی جاتے تھے۔ اتفاق سے مندراج بابو جب مندر پہنچے تو پنڈت نے سب سے پہلے انہی سے اپنے دوست کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ "وہ تو سارا پریوار پندرہ بیس دنوں کے لئے دہلی اپنے رشتے داروں کے ہاں گیا ہوا ہے۔ اتنے دن آپ میرے گھر مہمان رہیں۔" اس طرح وہ پنڈت مندراج کے ہاں آ گئے۔ چند ہی دنوں میں دونوں کا ذہن ایک دوسرے سے مل گیا اور دونوں میں اچھی دوستی ہو گئی۔ باتوں باتوں میں مندراج بابو نے اپنے دل کا حال بھی کہہ سنایا کہنے لگے۔ "مجھے بڑے عرصے سے ہمزاد قابو کرنے کا شوق ہو رہا ہے اس سلسلے میں کئی کتابیں پڑھیں۔ مگر مجھے آج تک کوئی بھی استاد یا کوئی شخص نہیں ملا جو مجھے ہمزاد قابو کرنے کا عمل سکھا دے۔ صرف کتابیں پڑھ کر عمل کرنے میں خوف آتا ہے۔ پھر ہر کتاب میں مختلف عمل ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کون سا کیا جائے۔" وہ یہ سن کر مسکرائے اور بولے۔ "اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں تو میں آپ کو اس کا عمل بتا سکتا ہوں۔" اب کیا تھا مندراج بابو کی تو دل کی مراد پوری ہو رہی تھی۔ بے صبری سے پوچھا۔ "آپ کو اس کا تجربہ ہے؟" بولے۔ "میرے گرو نے مجھے یہ عمل بتایا تھا وہ اس کے عالم تھے۔ مگر میں نے نہیں کیا۔" مندراج بابو نے پھر پوچھا۔ "آپ نے کیوں نہیں کیا۔" وہ بولے۔ "اس لئے کہ میں اپنے گرو کو دیکھ دیکھ چکا تھا۔ ہمزاد کی وجہ سے ان کو کئی مشکلات بھی تھیں۔" مندراج بابو بولے۔ "خیر میں اب ان مشکلات کو جان کر اپنا ارادہ بدلنا نہیں چاہتا کیونکہ ایک مدت سے میں اس کا خواہش مند ہوں۔" پنڈت نے کہا۔ "مندراج بابو آپ نے مجھے

www.ksars.org

اپنے گھر مہمان رکھا۔ اتنی خدمت کی اب آپ اس عمل کے جاننے کے مستحق ہو گئے۔" یہ کہہ کر انہوں نے ہمزاد قابو کرنے والا عمل بتا دیا۔ جو اچھا خاصا محنت طلب تھا۔ آدھی رات کو شمشان گھاٹ جا کر عمل کرنا تھا اور بھی جاپ تھے۔ بہر حال مندر راج بابو نے شوق میں آکر دوسرے دن سے ہی یہ عمل شروع کر دیا تا کہ پنڈت کے سامنے ہی شروعات ہو جائے۔ آٹھ دن بعد پنڈت کے دوست بھی آ گئے۔ وہ انہیں اپنے گھر لے گئے۔ یہ عمل تین ماہ کرنا تھا۔ چونکہ مندر راج بابو عرصے سے وظیفوں اور عملیات میں زندگی گزار رہے تھے جب انہوں نے ہمزاد قابو کرنے کا عمل شروع کیا تو ایک ہفتے بعد ہی انہیں کامیابی کے اشارے ملنے شروع ہو گئے۔

یہ عمل اندھیرے میں اور تنہائی میں حصار باندھ کر کرنا تھا۔ پہلے ہفتے میں انہیں ایک بہت بڑا اژدھا اپنی جانب لپکتا ہوا دکھائی دیا۔ مگر چونکہ حصار تھا وہ اندر قدم نہ رکھ سکا۔ پھر ساتھ پنڈت بھی موجود تھے۔ خیریت رہی۔ دوسرے ہفتے ایک سانڈ اپنے سینگ بڑھاتا ہوا ان کی طرف دوڑا پہلے دن تو وہ خوب ڈرے مگر حصار کی وجہ سے محفوظ تھے۔ ویسے بھی کسی چیز کی لگن آدمی کو باہمت بنا دیتی ہے۔ پنڈت نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ خوب جم کر بیٹھنا۔ ڈر گئے تو سارا کام خراب ہو جائے گا۔ حصار کے اندر تو کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ مگر آخر انسان ہے۔ تنہائی اور پھر اندھیرا، ایسے میں درندوں کو اتنے قریب دیکھ کر پتہ پانی ہو ہی جاتا ہے۔ پہلے دن تو ان پر خوف کے مارے لرزہ طاری ہو گیا۔ عمل ختم کر کے بیوی کے کمرے میں دوڑ گئے۔ بے سدھ ہو کر پلنگ پر گر پڑے۔ بتیسی کے کٹ کٹ کرنے کی آواز پر بیگم ہڑبڑا کر اٹھ گئیں۔ جلدی جلدی آس پاس پڑی ساری رضائیاں ان پر ڈال دیں۔ ساتھ ساتھ استاد صاحب کو برا بھلا کہتی جاتیں۔ "کس جان لیوا دھندے میں پھنسا دیا ہے۔" وہ تو شکر ہے پنڈت کا کمرہ بہت دور تھا ان کو بھنک نہ پڑی ورنہ کام خراب ہو جاتا مگر پھر دوبارہ ایسی سنگین حالت نہ ہوئی۔ تیسرے ہفتے دو شیر ٹہلتے ہوئے حصار تک آ گئے۔ استاد کی شرط یہ تھی کہ آنکھیں نہ کھولنا۔ اس عالم میں اور اس عالم میں بہت فرق ہے۔ تمہارے ارادے کے بغیر اس عالم کی کوئی شے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ چالیسیوں دن وہ ہمزاد سامنے آن کھڑا ہوا۔ خوب گھٹا ہوا سر، گول گول چمکیلی آنکھیں، خوب چوڑا طباق سا چہرہ، اس پر لمبا تڑنگا جسم، ہاتھ باندھ کر جب اس نے کہا "جناب میں آپ کا ہمزاد ہوں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟" تو مندر راج بابو کے حلق میں آواز ہی پھنس گئی۔ جانے ان کے ذہن میں ہمزاد کا نقشہ کیا تھا اور وہ کیا نکلا۔

www.ksars.org

اب ہمزاد کہے جارہا تھا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟" اور مندراج بابو صاحب دریائے حیرت میں غوطے کھارہے تھے۔ خیر جب ذرا ابھرے تو اوسان درست کرتے ہوئے فرمایا۔ "یار مجھے میرے کمرے میں پہنچادے"۔ دوسرے ہی لمحہ وہ کمرے میں تھے۔ اب مندراج بابو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جلدی سے بیگم کو آواز دی اور سارا ماجرا سنایا۔ اتنے میں پھر ہمزاد سرپر سوار تھا۔ "کوئی کام بتاؤ۔ "بیگم سے بولے۔ "نیک بخت الہ دین کا چراغ ہاتھ لگ گیا ہے جلدی جلدی سے اپنی حسرت نکال لے۔ "وہ بولیں۔ "مجھے کندن کا سیٹ لادے۔" ابھی ایک منٹ نہیں گزرا تھا کہ کندن کا جڑاؤ ہار بندے، کنگن سب موجود اپنی طرف سے تو انہوں نے ایسی چیز بتائی جس کا حصول مشکل تھا۔ مگر ہمزاد کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس نے تو ایک منٹ میں ڈھونڈ نکالا اب کیا تھا۔ بیگم کبھی ہار گردن سے لگائیں، کبھی بندے کانوں سے چھوائیں، ساتھ ساتھ بہوؤں بیٹیوں کو بھی آوازیں دیتیں جاتیں۔ ادھر ایک ہنگامہ مچ گیا سارا گھر جمع ہو گیا کوئی کچھ کہتا، تو کوئی کچھ کہتا، کسی نے چزی کی فرمائش کی، کسی نے سینڈل کی، مندراج بابو نے سوچا یہ کام تو صحیح نہیں ہے مجھے پہلے اپنے استاد جی کو اطلاع دینی چاہئے۔ انہوں نے سب کو کمرے سے باہر چلے جانے کو کہا اور پنڈت کو بلوا بھیجا۔ وہ آئے اور اتنی جلدی ایسی بڑی کامیابی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ مندراج بابو ان کے چرنوں میں گر گئے۔ گروجی میں آپ کی کیا سیوا کروں؟ وہ بولے بھگوان کا دیا سب کچھ ہے بس کل میں اپنے دوست سے رخصت لے لوں گا۔ مجھے گھر پہنچوا دینا تمہارے لئے رکا ہوا تھا۔ دو تین دن تو ہمزاد کو سب نے خوب مصروف رکھا۔ کبھی اسے سارے گھر میں جھاڑو کرنے کو کہتے، کبھی بڑے بڑے فرنیچر کی ترتیب بدلنے کو کہتے، غرضیکہ سارا وقت گھر میں عجیب چکر رہا۔ تیسرے دن گھر کی ساری بہوؤں نے صلاح کی کہ آج خوب بادل چھائے ہوئے ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں آج تو ہم پکوڑے کھائیں گے۔ مندراج بابو بہوؤں کی بات بھلا کیسے ٹال سکتے تھے۔ فوراً ہمزاد کو پکوڑے لانے کا حکم دیا۔ ایک دو منٹ بعد ہی کمرے میں گرم گرم پکوڑوں کا تھال رکھا تھا۔ ساری اس پر جھپٹ پڑیں خوب مزے لے لے کر کھائے۔ وہ تھال بڑی بہو نے صحن میں رکھ دیا۔ ان دنوں فلش سسٹم نہیں تھا۔ بھنگن آکر ٹائیلٹ صاف کیا کرتی تھی۔ صبح بھنگن آئی تو صحن میں پڑا تھال دیکھ کر حیرت سے چلا اٹھی۔ "مالکن یہ میرا تھال یہاں کیسے آیا؟"

www.ksars.org

آواز سنتے ہی تینوں بہوئیں صحن میں آ گئیں اور بولیں۔ ''کیا ہے؟'' کہنے لگی۔ ''مالکن کل شام میں پکوڑے تل رہی تھی۔ میرے دیکھتے دیکھتے ہی پکوڑوں کا تھال سامنے سے غائب ہو گیا اور اب یہ خالی یہاں پڑا ہے۔ تمہارے ہاں کوئی بھوت پریت تو نہیں؟''

تینوں بہوؤں کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سب کی ناک چڑھ گئی جیسے گندی بدبو سونگھ لی ہو۔ بھاگی بھاگی سسر کے پاس آئیں۔ ''باپو باپو غضب ہو گیا اس ہمزاد نے تو ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا کم بخت نے بھنگن کے ہاتھ کے پکوڑے کھلا دیے ہمارا تو دھرم بھرشٹ ہو گیا۔'' وہ بولے۔ ''بھئی اسے کیا پتہ کون بھنگن ہے اور کون ساہوکار۔ وہ تو بس ادھر کا مال ادھر کرنا جانتا ہے۔ تم نے پکوڑے مانگے اسے جو قریب ترین پکوڑوں کا تھال دکھائی دیا اس نے تمہیں پہنچا دیا۔ کیا پتہ اب کھانا گھر کا پکا کھانا ہے یا باہر کا؟'' سب بہوئیں بولیں۔ ''نہ بابا نہ اب ہم اس سے کھانے کی کوئی چیز نہیں منگوائیں گے۔'' مندراج بابو تو اب ہمزاد کے چکر میں پڑ کر مندر جانا بھی بھول گئے تھے وہ کچھ کرنے ہی نہیں دیتا تھا۔ جیسے ہی ایک کام ختم کرتا۔ دوسرے کیلئے تیار ہو جاتا۔ اسے کہتے ذرا ٹھہر جاؤ تو بمشکل پانچ منٹ چپ چاپ گزرتے پھر سر پر سوار۔ ''کچھ کام بتاؤ؟'' بھگوان کیا کروں؟ کس مشکل میں پڑ گیا سوچ سوچ کے مندراج بابو کو ایک ترکیب سوجھی بولے ایک بیس فٹ لمبا بانس لا کر صحن والے کونے میں گاڑھ دے جس کے پاس نیم کا درخت ہے۔ اور جب تک کوئی کام نہ کہوں اس پر چڑھتا اترتا رہ۔ اس طرح ان کی جان چھوٹی اور اطمینان کا سانس لیا۔

ہمزاد اکثر انہیں پیسے لا کر دیتا۔ ایک دن وہ بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے کہ کمرے میں مٹی گرنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو جو مٹی زمین پر گر رہی ہے زمین پر پڑتے ہی موتیوں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ اس طرح ایک دن ان کی گود میں ایک پتھر آن پڑا اور گرتے ہی ہیرے میں تبدیل ہو گیا اب انہیں معاش کی فکر نہیں رہی تھی۔ مگر پھر بھی وہ دکان پر ضرور جاتے اب تو انہوں نے بیٹوں کو بھی الگ الگ دکان لے کر دے دی تھی۔ البتہ رہتے سب اسی حویلی میں تھے۔ مندراج بابو کی زندگی اب مزے سے گزر رہی تھی۔ انہوں نے اپنے محلے میں بڑی سی جگہ لے کر شاندار مندر بنوا لیا تھا۔ جو ہمزاد کی مدد سے بڑی جلدی بن گیا تھا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے اور انہیں بہت ہی گیانی سمجھنے لگے۔ ایک ماہ میں اتنے شاندار مندر کا بن جانا دیولالی جیسے چھوٹے سے گاؤں میں ممکن نہ تھا۔ یہاں تو دوسرے شہروں

www.ksars.org

سے چیزیں لانے لے جانے میں ہفتوں لگ جاتے۔ ان دنوں زیادہ کام بیل گاڑیوں پر ہوتا تھا۔ مندر میں ایسے پتھر استعمال ہوئے تھے۔ جو دیولالی کے آس پاس کہیں نہیں تھے۔ یہی دیکھ کر تمام لوگوں پر مندر راج بابو کی دھاک بیٹھ گئی۔ لوگوں کے نزدیک وہ پرماتما کا اوتار تھے۔ گاؤں کے سیدھے سادھے لوگوں میں وہ بادشاہ بن بیٹھے تھے مگر مندر کا مالک ہونے کی وجہ سے ان کا سارا التفات صرف ہندوؤں تک ہی تھا غیر مذہبوں کو تو وہ نیچ کہہ کر ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

ٹھاکر صاحب چند بار ان کے ہاں گئے۔ تو انہوں نے بڑی تبدیلی محسوس کی۔ سارا گھر اپنے میں ہی لگا رہا۔ بھائی بھی سارا وقت دنیا کی باتیں کرتے رہے۔ دو تین بار جانے جانے کے بعد انہوں نے ہمزاد کا ذکر کیا۔ ٹھاکر صاحب فقیر طبیعت آدمی تھے۔ بولے۔ "بھائی صاحب اس غرض سے عبادت کرنا کہ کسی موکل یا جن وغیرہ کے ذریعے وسائل میں کشادگی ہو جائے گی۔ وسائل تو ویسے بھی انسان کے پابند ہیں پرماتما اپنے بندوں کی ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ مگر مندر راج بابو بولے۔ "میاں، تم کچھ بھی کہو مگر یہ بات تو ماننا پڑے گی کہ ہمزاد کی وجہ سے ہی ہمارے دن پھرے ہیں۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بھائی صاحب، پہلے بھی ہمارا گھر گاؤں میں سب سے بڑا تھا، پہلے بھی لوگ عزت کرتے تھے، اب کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔" وہ بولے۔ "پتہ نہیں تم کس دنیا میں رہتے ہو دیکھتے نہیں جب سے یہ شاندار مندر بنا ہے چلتے پھرتے لوگ نمسکار کرتے ہیں۔ جو پہلے کبھی نہ تھا۔ اب بھلا پہلے میری حیثیت تھی مندر بنانے کی یا گاؤں کے لوگ اس قابل تھے کہ چندہ اکٹھا ہو جاتا اور اتنی جلدی مندر بن جاتا۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بھائی جان ذرا سا تو گاؤں ہے اتنی تھوڑی سی آبادی کے لئے ایک ہی مندر کافی تھا۔ نیا مندر بننے سے پرانا مندر ویران ہو جائے گا پھر اس مندر کے بننے سے ہندوؤں کو ہی فائدہ ہے اس طرح تو ہمارے مسلم ہمسایوں کے ساتھ ہمارا اور بھی فاصلہ بڑھ جائے گا۔" مندر راج بابو تنک کر بولے۔ "ہمیں ان سے کیا واسطہ۔ ہم تو ان پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتے ہیں۔" ٹھاکر صاحب نے بھانپ لیا۔ نشے میں مست آدمی کی عقل میں حکیمانہ بات نہیں سما سکتی۔ وہ چپ چاپ پرنام کر کے واپس چلے آئے بوجھل قدموں سے گھر میں داخل ہوئے۔ دروازہ کھولتے ہی صندل پر نظر پڑی سال بھر کی ننھی سی جان فرش پر بیٹھی گڑیا سے کھیل رہی تھی۔ باپ کی آہٹ پاتے ہی باپو باپو کرتی ان کی جانب لپکی۔

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب کے بے جان جسم میں جیسے روح آگئی۔ تیزی سے بٹی کی جانب لپکے گود میں اٹھا کر اس کی ٹھوڑی کے تل کو چوم لیا۔ میری صندل میری گڑیا۔ جب بھی وہ صندل کو سینے سے لگاتے۔ ان کے اندر سے آواز گونجتی۔ صندل امرت کا پیالہ ہے۔ دل اندر ہی اندر دعا کرتا۔ پربھو۔ میری صندل کو آتما کے علوم سے نوازنا۔ اسے اپنی مخلوق کا ہمدرد بنانا۔ وہ اسے زور سے بھینچ لیتے۔ جیسے اپنے دل کی آرزوؤں کا نقش اس کے دل پر کنداں کر رہے ہوں۔

چودھرائن کا تقریباً سارا وقت بچوں کی دیکھ بھال میں گزرتا تھا۔ انہیں بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت زیادہ خیال تھا۔ بچپن سے وہ انہیں روزانہ شام کو بزرگوں کے قصے سناتیں۔ رامائن اور ولیوں کے قصے سناتیں تا کہ بچپن سے ان کے اندر غیب کی دنیا سے متعارف ہونے کا ذوق پیدا ہو۔ ٹھاکر صاحب بھی کبھی کبھی بچوں کو گھیر گھار کر بیٹھے رہتے۔ اور اپنے دادا کے بتائے ہوئے اور دیکھے ہوئے ماورائی قصے دلچسپ انداز میں سناتے۔

صندل اب تقریباً چار سال کی ہو چکی تھی۔ گاؤں کے اسکول میں اپنی بہن کندن کے ساتھ جاتی۔ دو بڑے لڑکے تو اب تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔ البتہ چھوٹا بیٹا عاجل ابھی ہائی اسکول میں پڑھ رہا تھا۔ دونوں بڑے لڑکوں کو ٹھاکر صاحب نے اپنے ساتھ دکان میں لگالیا۔ خیال تھا کہ ایک دو سال ذرا پاؤں جمالیں تو پھر ان کی شادی کر دی جائے۔ صندل اور کزن کو گھر کا ایک خادم اسکول لاتا لے جاتا تھا۔ ایک دن وہ دونوں بچیوں کو اسکول سے گھر واپس لا رہا تھا کہ راستے میں پرانی قبر کے پاس ایک ملنگ بابا ملے۔ یہ قبر سڑک کے کنارے چند گز کے فاصلے پر تھی۔ سب اسے پرانی قبر کہتے تھے۔ کوئی بھی اس کی حقیقت نہیں جانتا تھا مگر اس بوسیدہ قبر کو سب بڑی عزت سے دیکھتے۔ زیادہ تر یہ مشہور تھا کہ اس کے اندر کوئی بزرگ دفن ہیں۔ چونکہ ان کا نام و نشان کسی کو معلوم نہ تھا۔ جس کی وجہ سے قبر ویران ہی پڑی رہتی تھی۔ اس کے پتھر بھی اب بوسیدہ ہو چکے تھے۔ نوکر لڑکیوں کو لے کر سڑک پر جا رہا تھا۔ قبر سڑک سے تقریباً آٹھ نو گز کے فاصلے پر کھیتوں کے اندر تھی۔ مگر سڑک سے صاف دکھائی دیتی تھی۔ ابھی یہ لوگ قبر کے پاس سے گزر ہی رہے تھے کہ ایک دم ملنگ بابا سامنے آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں پھولوں کا ہار تھا۔ انہوں نے ہار صندل کی جانب بڑھا دیا اور بہت پیار سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "بالک لے یہ ہار اس قبر کو پہنا دے۔" جانے ملنگ بابا کی آنکھوں

www.ksars.org

میں کیا جادو تھا کہ چلتے قدم بھی رک گئے اور وہ چپ چاپ بچیوں کا ہاتھ پکڑے سیدھا قبر کی طرف مڑ گیا۔ صندل نے یہ ہار قبر پر ڈال دیا۔ اور تینوں واپس لوٹ آئے۔ وہ ملنگ بابا غائب ہو گئے۔

اب یہ روز کا معمول تھا کہ ملنگ بابا صندل کو تازہ گلاب کا ہار دیتے اور صندل چپ چاپ یہ ہار قبر پر چڑھا دیتی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ روزانہ خادم بھی ساتھ ہوتا تھا مگر گھر پہنچ کر تینوں ہی جیسے اس واقعہ کو بھول جاتے تھے۔ ان کی زبان پر کبھی اس کا ذکر نہیں آیا۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ اب صندل تقریباً آٹھ سال کی اور کندن نو سال کی تھی۔ اب اکثر دونوں اکیلی اسکول چلی جاتی تھیں۔ ایک دن اتفاق سے کندن کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ صندل کو اکیلے ہی اسکول جانا پڑا۔ واپسی پر جیسے ہی وہ قبر کے پاس پہنچی اسے ملنگ بابا کہیں دکھائی نہ دیئے۔ وہ ایک لمحہ کو رکی اِدھر اُدھر دیکھا جب کوئی نظر نہ آیا تو اکیلی ہی قبر کی جانب چل دی۔ اس کے ذہن میں مسلسل یہی تھا کہ مجھے قبر پر پھول چڑھانے ہیں۔ ایک کشش تھی جو اسے کھینچے چلی جا رہی تھی۔ ملنگ بابا کا کوئی نشان نہ تھا۔ جیسے ہی وہ قبر کے بالکل پاس پہنچی اس نے پھر مڑ کر دیکھا کہ شاید ملنگ بابا پھولوں کا ہار لئے آجائیں مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ اب بالکل قبر پر کھڑی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے جس طرح پھولوں کا ہار چڑھاتی تھی اور اسی وقت اس کے ہاتھوں میں ہار آگیا۔ خوشی سے اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے ہار ڈالنے کے لئے ہاتھ نیچے کیے ہی تھے کہ قبر کھلی تو ایک بوڑھا شخص اس کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ صندل نے بے اختیار اس کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ اس بزرگ نے صندل کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں سے روشنی نکل کر صندل کی آنکھوں میں داخل ہو گئی۔ پھر قبر دوبارہ اسی طرح بند ہو گئی اور صندل چپ چاپ گھر لوٹ آئی۔ یوں لگتا تھا کہ قدرت نے صندل کی زبان پر تالے لگا دیئے ہیں۔ یہ واقعہ صندل نے چھپا لیا یا شاید بھول گئی کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

صندل کے دونوں بڑے بھائیوں راہول اور سنیل کی شادی ہو چکی تھی دونوں کی بیویاں اسی گاؤں کی لڑکیاں تھیں۔ جو آتے ہی گھر میں گھل مل گئیں۔ سب ایک ہی جگہ رہتے تھے گھر کی فضا خوشگوار تھی۔ بڑی دلہن کا نام مالا تھا۔ دونوں غریب گھر کی لڑکیاں تھیں مگر ان کے ماں باپ شریف تھے اور خاندانی لوگ تھے جن کا اثر دونوں لڑکیوں میں تھا۔ دونوں بہت خدمت گزار اور محبت کرنے والی تھیں۔ کندن اور صندل کا تو دونوں اپنے بچوں جیسا خیال رکھتیں۔

www.ksars.org

دونوں کی گود خالی تھی۔ صندل اور کندن کی موجودگی میں کسی کو بچوں کی کمی کا احساس بھی نہ تھا۔ ٹھاکر صاحب اور چودھرائن بہوؤں پر جان چھڑکتے تھے۔ انہیں اپنے تیسرے بیٹے عاجل کی بھی شادی کی فکر تھی۔ اب وہ بھی ماشاء اللہ جوان ہو گیا تھا۔ دیکھنے میں اپنے دونوں بڑے بھائیوں سے قد بُت میں لمبا ہونے کی وجہ سے بڑا لگتا تھا۔ تھا بھی تینوں بھائیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت۔ وہ گاؤں کی بہت سی لڑکیوں کا خواب تھا۔ چودھرائن ان دنوں جہاں چار عورتوں میں بیٹھتی وہیں عاجل کی شادی کا ذکر چل جاتا۔ کوئی نہ کوئی اس سے پوچھ بیٹھتا، بہن سنا ہے عاجل کا رشتہ ہونے والا ہے۔ چودھرائن کو گاؤں کی کئی لڑکیاں پسند تھیں۔ انہوں نے مالا اور کاجل سے بھی اس کا تذکرہ کیا کہ عاجل سے اس کا عندیہ معلوم کرے مگر عاجل ابھی شادی کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ اس کی عمر اتنی نہ تھی کہ زبردستی کی جاتی۔ اسے کالج میں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دیولالی میں کوئی کالج نہ تھا۔ البتہ دھامن گاؤں میں ایک کالج تھا۔ دھامن گاؤں دیولالی سے تقریباً ساٹھ میل دور تھا۔ روزانہ کا آنا جانا بہت مشکل تھا۔ ٹھاکر صاحب اور چودھرائن نے کافی زور لگایا کہ بیٹا اپنا خیال بدل دے مگر جب وہ نہ مانا تو اسے کالج میں داخلہ دلا دیا اور کالج کے ہوسٹل میں ایک کمرہ بھی اسے مل گیا۔ سارے گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی۔ جس دن صبح عاجل ہوسٹل جانے والا تھا۔ اسی رات کو ساری بستی کے لوگ مبارکباد دینے آئے اور اس کے ساتھ لے جانے کے لئے کچھ نہ کچھ لیتے آئے۔ کوئی جو کے میٹھے بھنے ہوئے دانے لایا۔ کوئی پستے والی گُڑ کی بھیلیاں۔ کوئی آٹے کی تلی ہوئی میٹھی ٹکیاں، کوئی چنے۔ کوئی منگ پھلی۔ غرضیکہ کھانے پینے کی اشیاء اس قدر ہو گئیں کہ عاجل کا چھ ماہ کا راشن ہو گیا۔ پرماتما کی دیا پر ٹھاکر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مندراج بابو نے جب سنا کہ عاجل کالج پڑھنے جا رہا ہے تو وہ اس خبر سے ذرا خوش نہ ہوئے۔ انہوں نے بڑا زور لگایا۔ بھائی کو کالج کی پڑھائی کے ہزار نقصانات بتائے۔ مگر جب کوئی بات نہ بنی تو ناراض ہو کر بیٹھ گئے۔ ٹھاکر صاحب نے سوچا بیٹے کی ضد ہے۔ پھر علم تو روشنی ہے۔ روشنی جتنی زیادہ ہو گی راستہ اتنا صاف دکھائی دے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے بیٹے کو خوشی خوشی دعائیں دے کر رخصت کیا۔ بلکہ وہ خوش تھے کہ سارے بستی والوں کی دعائیں ان کے بیٹے کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے سوچا میں بھائی کو بعد میں منا لوں گا۔ مندراج بابو کے ناراض ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی۔ جس کا علم ٹھاکر صاحب کو تھا۔ دراصل مندراج بابو اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ عاجل سے کرنا چاہتے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ کالج میں پڑھ کر لڑکا ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ ٹھاکر

www.ksars.org

صاحب کا ذہن کسی طرح اپنے بھائی سے نہ ملتا تھا۔ انہوں نے اس رشتے کا ذکر تو کیا کبھی خیال تک نہ کیا تھا۔ مگر وہ ایک دو مرتبہ بھائی کی گول مول باتوں سے اندازہ لگا چکے تھے۔

عاجل کے جانے کے آٹھ دن بعد ٹھاکر صاحب بھائی کے ہاں گئے کہ خفگی کو زیادہ طول دینا تعلق کی ڈور کو توڑنا ہے۔ مندر راج بابو خلاف معمول بہت التفات سے ملے۔ کہنے لگے۔ بھئی ناراضگی کیسی ہم تو اس رشتے کو اور زیادہ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے عاجل میری تارا کے لئے اچھا رہے گا۔ باپو کی روح بھی اس رشتہ سے بہت خوش ہوگی۔ ٹھاکر صاحب اچانک بھائی کے منہ سے یہ صاف صاف باتیں سن کر بھونچکے رہ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے ہاں ذات پات امیری غریبی کا بہت چکر ہے۔ پھر بھائی عاملوں کے چکر میں بھی رہتے ہیں۔ بڑے بھائی کو منہ پر تو وہ کھل کر کچھ کہہ نہ سکے۔ مگر یہ ضرور کہا کہ بھائی جان شادی کا تو لڑکا لڑکی کی زندگی کی معاملہ ہے۔ اس کے فیصلے کا حق بھی انہیں کو ملنا چاہئے۔ ابھی تو پڑھنے گیا ہے۔ چار سال میں کورس ختم ہو جائے گا پھر ہی اس سے شادی کی بات ہوگی۔

ایک سال یونہی گزر گیا۔ عاجل ہر تیسرے ماہ گھر آ کے دو تین دن رہ کر سب سے مل جاتا۔ جب بھی آتا صندل اور کندن کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آتا۔ کبھی چوڑیاں، کبھی دوپٹہ، کبھی کاپی پنسلیں۔ صندل اور کندن خوشی خوشی سہیلیوں کو دکھاتیں۔ جب سے صندل نے قبر والے بابا کے گلے میں ہار ڈالا تھا۔ اس دن سے پھر ملنگ بابا ہار لے کر نہیں آئے۔ اب ایسا ہوتا کہ تقریباً روز ہی صندل اور کندن اسکول سے واپسی پر جب قبر پر جاتیں تو صندل کے پاؤں کے پاس کوئی نہ کوئی پیسہ ضرور پڑا ملتا۔ کبھی پیسہ، کبھی ادھنا، کبھی چونی۔ وہ ہر روز اٹھا لیتی اور ماں کو آ کر دے دیتی۔ ایک دو دن تو ماں نے سوچا کہ یونہی راستے میں مل گیا ہوگا۔ کسی کا گر گیا ہوگا۔ کوئی خیال نہ کیا۔ مگر جب روز ہی صندل ماں کے ہاتھ پر پیسے جمانے لگی تو اسے تشویش ہوئی۔ پوچھنے پر صندل اور کندن نے بتا دیا۔ کہ ہم قبر والے بابا کو سلام کرنے جاتی ہیں۔ وہ جاتی دفعہ پیسے دے دیتے ہیں۔ کندن بولی ماں میں خود روز دیکھتی ہوں۔ صندل کے پاؤں کے پاس سکہ پڑا ہوتا ہے۔ یہ اٹھا لیتی ہے۔ اب ماں کا ماتھا ٹھنکا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ گاؤں والے تو انہیں جانتے ہی نہیں۔ شام کو ٹھاکر صاحب دکان سے آئے تو انہوں نے اس کا ذکر کیا۔ ٹھاکر صاحب کچھ دیر سوچ میں پڑ گئے۔ پھر اپنے ذہن سے یادوں کے پردے اٹھاتے ہوئے بولے۔ "بیگم وہ تو ایک بہت ہی بوسیدہ قبر ہے۔ اس پر تو کوئی نام و نشان ہی نہیں

www.ksars.org

ہے۔ میں تو بچپن سے ایسے ہی دیکھتا آیا ہوں۔ یہ میرے باپ کے زمانے میں بھی اسی طرح تھی، مجھے یاد ہے۔ جب ایک مرتبہ میں اپنے باپو کے ساتھ ادھر سے گزر رہا تھا تو یہ قبر میں نے دیکھی تھی۔ اور باپو سے پوچھا تھا کہ باپو یہ کھیتوں میں کس کی قبر ہے۔ باپو بولے بیٹا یہ اسی طرح ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں۔ شاید کھیتوں کے مالک کی ہو گی کسی زمانے میں کیونکہ اکثر گاؤں والے اپنی زمین میں دفن ہونا پسند کرتے تھے۔ اب ٹھاکر صاحب نے اس خادم کو بلایا۔ اور اس سے ساری بات پوچھی۔ اس نے سارا قصہ سنایا کہ کس طرح ملنگ بابا انہیں قبر کے پاس ملنے آتے اور پھولوں کا ہار صندل کو قبر پر چڑھانے کے لئے دیتے تھے۔ ملنگ بابا کا نام سنتے ہی ٹھاکر صاحب ایک دم چونک اٹھے۔ وہ نہایت تیزی سے بولے۔ اس کی صورت شکل کیسی تھی۔ تو نے اب تک مجھے کیوں نہ بتایا۔ خادم مالک کی تیز آواز سے سہم کر رہ گیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "مالک مجھ سے بھاری غلطی ہو گئی۔ مگر آج تک یہ بات جیسے میرے ذہن سے بالکل صاف ہو گئی تھی۔ گھر آ کر مجھے اس کا کبھی خیال تک نہ آیا۔ یہی بات ضرور چھوٹی بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی ہو گی۔ جو انہوں نے اب تک اس کا ذکر نہیں کیا۔" پھر اس نے ملنگ بابا کا حلیہ بتایا ٹھاکر صاحب منہ ہی منہ میں بڑبڑا اٹھے یہ تو وہی ہے، یہ تو وہی ہے۔ انہوں نے خادم کو جانے کو کہا اور بچیوں کو بھی اپنے کمرے میں بھیج دیا۔ اب صرف ان کی بیوی ان کے پاس رہ گئیں تھیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا۔ "بیگم جانتی ہو کہ یہ کس ملنگ بابا کا ذکر کر رہے ہیں یہ وہی ملنگ ہے جس نے مجھے صندل دیوی کا بُت دکھا کر یہ حویلی میرے حوالے کی تھی۔ بیگم جب صندل پیدا ہوئی تو صورت میں دیوی کی ہو بہو شبیہ دیکھ کر میں جان گیا تھا کہ بڑھیا کی ہر بات ہو کر رہے گی۔ قدرت صندل سے کوئی خاص کام لینا چاہتی ہے۔ مگر اس کام کے لئے تیاری بھی ضروری ہے۔ بیگم یوں لگتا ہے کہ اب صندل کی تربیت شروع ہو گئی ہے۔ ہمیں اس میں پورا تعاون کرنا چاہئے تاکہ وقت ضائع ہونے سے بچ جائے اور تربیت بھی اوپر والوں کی مرضی کے مطابق ہو جائے۔" بیگم بولیں۔ "وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اپنی معصوم بچی کو اکیلی قبر پر نہیں جانے دوں گی۔" ٹھاکر صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بیگم بھگوان جب کسی کو اپنے کام کیلئے چن لیتا ہے تو اس کے لئے راستے بھی وہ خود متعین کرتا ہے۔ وہ اپنے بھگت کی ہر طرح سے رکھشا کرتا ہے۔ وقت آنے پر تم خود دیکھ لوگی۔ میں آج سے پھر دوبارہ اسی خادم کو بچیوں کو اسکول لانے لیجانے پر معمور کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے خادم کو آواز دی اور ہدایت کر دی کہ بچیوں کو اسکول پہنچا دیا

www.ksars.org

کرے اور واپسی پر اگر وہ قبر پر جانے کی ضد کریں تو جانے دیں۔ مگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو ہمیں ضرور اس کی اطلاع دے۔ خادم بچپن سے اسی گھر میں پلا بڑھا تھا۔ اب تو اس کی عمر بچپن سے نکل چکی تھی اور وہ سمجھدار ہو چکا تھا۔ وہ گاؤں کی روایت کے مطابق جنات اور آسیب وغیرہ پر بہت اعتقاد رکھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی زندگی میں دو تین غیر معمولی چیزیں دیکھی بھی تھیں۔

www.ksars.org

پندرہ برس پہلے کا واقعہ

قصہ یوں تھا کہ آج سے کوئی پندرہ برس پہلے گاؤں میں ایک افسوس ناک حادثہ ہوا۔ دنیا میں حادثے تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر اس حادثے کا تعلق خادم سے تھا۔ اس لئے قابل تذکرہ ہے۔ خادم ٹھاکر صاحب کے باپو کے پاس حویلی میں بطور ملازم لایا گیا تھا۔ جو دوست اسے لائے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ ایک غریب مسلمان کا بچہ ہے۔ اس کا باپ تو تین سال پہلے مر چکا ہے۔ پچھلے ماہ اس کی ماں بھی مر گئی ہے۔ اور اس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ گھر کے کام کاج کر دیا کرے گا۔ اس وقت خادم کی عمر تقریباً نو سال تھی۔ ٹھاکر صاحب کے باپو کے دوست اسے جمنا کے پار ایک چھوٹی سی بستی سے لائے تھے۔ کسی وجہ سے اپنے کام کے سلسلے میں ان کا گزر ادھر ہوا۔ اسی دن اس کی ماں کا جنازہ بستی کی مسجد میں لایا گیا۔ وہیں پر یہ دوست بھی موجود تھے۔ نماز جنازہ میں شریک ہونے کے بعد جنازے میں بھی شرکت کی۔ بستی میں چند دن رہنا ہوا تو پتہ چلا کہ یہ بچہ اب لاوارث ہے۔ خدا ترس تھے۔ ساتھ لے آئے۔ مگر گھر میں مزید ملازم کی ضرورت نہیں تھی۔ ٹھاکر صاحب کے والد کی حویلی کے ٹھاٹ باٹ دیکھتے ہوئے ملازم ان کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح خادم یہاں مستقل آگیا۔ ٹھاکر صاحب کو اور تمام گھر والوں کو اس پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ وہ گھر کے فرد کی حیثیت سے تھا۔

پندرہ برس پہلے کا واقعہ یوں ہے کہ گاؤں میں ایک ہندو ہریجن گھرانہ تھا۔ ہندو لوگ ہریجن سے چھوت چھات کی وجہ سے بہت ذلت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ ایک گاؤں میں رہنے کی وجہ سے کسی طرح اس گھرانے میں خادم کا آنا جانا ہو گیا۔ وہاں ان کی ایک لڑکی بھی تھی۔ خاوند اچھی طبیعت کا نہ تھا۔ جب شادی کے تین برس تک بچہ نہ ہوا تو سسرال والوں نے ناک میں دم کر دیا۔ لڑکی کے ماں باپ کو تو وہ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ شکنتلا کئی ماہ بعد بڑی مشکل سے چھپ چھپا کر ماں کو دیکھنے آئی تھی۔ آتے ہی ماں کے گلے لگ کر بڑا روئی۔ "ماں آج میرا کوئی جوان بھائی ہوتا تو سسرال میں میری یہ درگت نہ بنتی۔ بوڑھے باپ نے ویسے ہی چارپائی پکڑ رکھی ہے۔" خادم کی کچھ سمجھ میں نہ

www.ksars.org

آیا۔ کہ کس طرح اس لڑکی کو مصیبت سے نکالے۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔ ’’شکنتلا آج سے میں تیرا بھائی ہوں۔ لے میرے بازو پر راکھی باندھ۔‘‘ شکنتلا کی آنکھوں کے سیلاب پر جیسے کسی نے بندھ باندھ دیا۔ اس نے خادم کے بازو پر راکھی باندھی۔ پوجا کے تھال سے اپنے بھگوان کی مورتی کے سامنے بھائی کے ماتھے پر شگن کا نشان لگایا اور بھائی کے منہ میں پرشاد ڈالا۔ بھائی نے اپنی بہن کو جو کچھ اس کے پاس پیسے تھے اس کو دیئے۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے بہن بھائی بن گئے۔ اب بھائی نے کہا۔ ’’بہن تو چھپ کر ماں سے ملنے یہاں آئی ہے مگر اب میں تجھے اپنے ساتھ تیرے سسرال چھوڑ کر آؤں گا۔‘‘ خادم شکنتلا کو اس کے گھر چھوڑ کر آیا۔ اس کے سسرال والوں اور خاوند کو بھی بتایا کہ آج سے شکنتلا میری چھوٹی بہن ہے کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اس وقت تو مصلحت جان کر سب چپ ہو گئے۔ یہ وہاں سے چلا آیا۔ تیسرے دن کنویں سے شکنتلا کی لاش ملی۔ سسرال والوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ ہریجن لڑکی سسرال والوں کے ظلم و ستم کا شکار ہو گئی۔ ماں باپ روتے رہ گئے اور چند ہی دنوں میں دونوں مر گئے۔ گاؤں والوں نے یا برادری والوں نے شکنتلا کے متعلق کوئی تفتیش کرنے کی بھی تکلیف نہیں کی۔ سب نے یقین کر لیا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ سوائے خادم کے، وہ ہر وقت یہی کہتا رہتا کہ اس کو کنویں میں دھکا دیا گیا ہے۔ اس نے ٹھاکر صاحب سے اس کیس کی تفتیش کرنے کو کہا ٹھاکر صاحب نے تفتیش کرائی مگر اس سے بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ویسے بھی ان دنوں ہریجنوں کے لئے پولیس اپنا وقت ضائع نہیں کرتی تھی۔ لوگوں کے نزدیک وہ جانوروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ نتیجہ وہی نکلا جس کا ٹھاکر صاحب کو خطرہ تھا۔ ایک دو دن کی تفتیش کے بعد پولیس نے بیان دے دیا کہ کیس بہت ہی سیدھا ہے۔ لڑکی سسرال والوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ بچہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کے لعن طعن کا شکار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے موقع پا کر خودکشی کر لی۔ خاوند بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ مل گیا۔ خادم کو شکنتلا کی اچانک موت کا بڑا صدمہ تھا۔ اسے کسی طرح یقین آتا ہی نہیں تھا کہ شکنتلا نے خودکشی کی ہے۔ جب ہر طرف سے قانونی تفتیش ختم ہو گئی تو خادم ایک جوگی کے پاس گیا۔ اس جوگی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ مرے ہوئے لوگوں کی روحوں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ خادم کو اس جوگی پر کچھ زیادہ یقین تو نہ تھا مگر اس نے سوچا کہ اچھا موقع ہے آزمانے کا۔ اگر کوئی سبب بن جائے اس معمہ کے حل ہونے کا تو کیا مضائقہ ہے۔ اس نے جوگی کو سارا قصہ سنایا۔ جوگی نے کمرے میں بالکل اندھیرا

www.ksars.org

کر دیااور کچھ منتر پڑھے۔ اس کے بعد اس کی آواز بالکل بدل گئی۔ اس کا جسم کانپنے لگااور یوں لگا جیسے اس کے پاس کوئی موجود ہے اور وہ اس سے بات کر رہاہے۔ یہ شکنتلا کی روح تھی جوگی نے اس کا نام لیا۔ شکنتلا تونے آتما ہتھیا کیوں کی؟ اندھیرے کمرے میں شکنتلا کی آواز گونجی۔"کون کہتاہے کہ میں نے آتما ہتھیا(خودکشی) کی ہے۔"

خادم شکنتلا کی آواز سن کر اپنی جگہ سے اچھل پڑا بے ساختہ رو کر بولا۔"شکنتلا بہن، تم ٹھیک تو ہو نا؟"جوگی نے اس کا ہاتھ زور سے دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیابولا۔"پھر تم کو کس نے مارا؟"وہ بولی۔"میرے سسرال والوں نے میرے خاوند کو غصہ دلایا۔"جوگی بولا۔"کس بات پر غصہ دلایا؟"۔بولی۔"انہوں نے بہن بھائی کے رشتے کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔"جوگی نے کہا،"پھر تم کنویں میں کیسے گری؟"

وہ بولی اس رات کو گھر میں بہت لڑائی ہوئی جب میرے خاوند نے بھی مجھ پر شک کرنا شروع کر دیا اور مجھ پر الزام دھرے کہ تو بغیر اجازت اسی کے لئے ماں کے گھر گئی تھی۔ تو میں چپ نہ رہ سکی۔ اس نے مجھے مارا بھی۔ میں رات سو نہ سکی۔ صبح منہ اندھیرے اٹھ بیٹھی کہ کنویں سے پانی لا کر ہاتھ منہ دھو کر بھگوان سے پراتھنا کروں۔ میں کنویں پر گئی۔ ابھی ڈول کھینچ رہی تھی کہ پیچھے سے پاؤں کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا کنویں پر لٹکی لالٹین کی پیلی راشنی میں میرا خاوند کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ میں سمجھی کہ وہ مجھے منانے آیا ہے۔ میں نے منہ پھر کنویں کی جانب کر لیا اور ڈول کھینچنے لگی۔ پھر اس کے بعد ایک دم سے اس نے مجھے دھکا دے دیا۔ اس کی غصے میں بھری آواز آئی۔ آج تیرا میرا قصہ ختم،اور چند ہی لمحوں بعد میں مر چکی تھی۔ جوگی بولا۔ اب تم کیسی ہو؟ شکنتلا بولی۔ میں یہاں خوش ہوں بہت خوش۔ خادم مسلسل رو رہا تھا۔ اس کی ہلکی ہلکی ہچکیوں کی آواز کمرے کی خاموشی میں دخل اندازی کر رہی تھی۔ جوگی نے لالٹین کی بتی اونچی کی۔ خادم کا صدمے اور رنج کے مارے برا حال تھا۔ وہ زور زور سے ہچکیاں لیتے ہوئے بولا۔"مہاراج، اب میں کیا کروں؟ کس طرح اپنی بہن کے خون کا بدلہ لوں؟"جوگی چند لمحے چپ چاپ خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولا۔"بالک انتظار کر، قدرت خود انتقام لینے والی ہے۔"

www.ksars.org

اس کے ٹھیک نویں دن رات کو سوتے سوتے اچانک شکنتلا کا خاوند چیخ مار کر جاگ اٹھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ شکنتلا سے بات کر رہا ہے۔ وہ سخت خوفزدہ تھا جیسے حواس باختہ ہو۔ اس دن کے بعد اس کا دماغ جیسے پھر گیا۔ ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے شکنتلا سائے کی طرح رہتی۔ یوں لگتا جیسے اس کی نظروں کے سامنے شکنتلا کو کنویں میں دھکا دینے کا منظر بار بار دہرایا جاتا ہے۔ وہ گھر سے نکل بھاگتا۔ سڑکوں پر چلاتا پھرتا "شکنتلا تو پوتر ہے۔ مجھ سے بھاری پاپ ہوا ہے۔" یہ چلاتے چلاتے وہ کنویں کی جانب بڑھتا رہا کسی نے بھی توجہ نہ دی بستی کے چند لوگ دور فاصلے پر آ جا رہے تھے۔ سب اپنے اپنے کاموں میں تھے کہ ایک دن تیزی سے وہ کنویں کی منڈیر پر چڑھ گیا اسی لمحے خادم کا گزر وہاں سے ہوا۔ اس نے اس کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھا تو وہ منڈیر پر کھڑا تھا۔ خادم فاصلے پر تھا ایک دم چلایا۔ "ارے پکڑو، پکڑو" اور اسی دم شکنتلا کے خاوند نے اسی کنویں میں چھلانگ لگا دی جس میں اس نے اپنی فرشتہ صفت بیوی کو دھکا دیا تھا۔ خادم پر جیسے سکتہ چھا گیا وہ اپنی جگہ کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کے منہ پر یہ الفاظ جاری تھے۔ بہن نے اپنا بدلہ لے لیا۔ اپنا بدلہ لے لیا۔ بعد میں اس نے ٹھاکر صاحب کو بتایا کہ جب شکنتلا کا خاوند منڈیر پر کھڑا تھا تو اس نے شکنتلا کو کنویں کے بیچوں بیچ معلق دیکھا۔ وہ اپنے خاوند کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ اس دن کے بعد سے خادم کا آسیب اور سایوں پر بہت اعتقاد ہو گیا۔ اصل میں روح کی حقیقت سمجھنے کے لئے تو اس کے پاس اتنی عقل نہیں تھی البتہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ مرنے کے بعد آدمی کا مٹی کا جسم ختم ہو کر سائے میں بدل جاتا ہے اور کبھی کبھی اس سائے کو آدمی اپنی آنکھ سے دیکھ بھی لیتا ہے۔

اب خادم دوبارہ صندل اور کندن کو اسکول لے جانے اور لانے لگا۔ ہر روز واپسی پر صندل پرانی قبر پر جاتی۔ چپ چاپ قبر کے پاس کھڑی ہو جاتی۔ خادم اور کندن دیکھتے کہ اس کے ہاتھ میں تازہ خوشبودار گلاب کے پھولوں کا ہار آ جاتا اور وہ قبر پر چڑھا دیتی۔ یوں لگتا جیسے وہ کسی کے گلے میں ہار ڈال رہی ہے۔ پھر زمین کی طرف جھکتی۔ پاؤں میں پڑے سکے اٹھاتی اور چل پڑتی۔ آ کر ماں کو پیسے دے دیتی۔ چند بار ماں نے پوچھا بھی کہ تم کو کون دکھائی دیتا ہے، کیا کہتا ہے؟ مگر وہ "کچھ نہیں" کہہ کر چپ ہو جاتی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قبر والے بابا کون ہیں اور صندل سے کیا

www.ksars.org

چاہتے ہیں۔ ویسے صندل طبعاً نہایت ہی خوش مزاج بچی تھی۔ اس کے اندر گلابوں کی سی تازگی اور صندل کی سی خوشبو تھی۔

گیارہ سال کی عمر میں وہ ایسی عقلمندی کی باتیں کرتی کہ لوگ کہہ اٹھتے کہ کیسی ذہین بچی ہے۔ اب اس کا رجحان کچھ عبادت کی طرف بھی ہو چلا تھا مگر عبادت وہ کبھی اپنے کمرے میں نہ کرتی۔ رات کو جب سونے کے لئے اپنے اپنے کمرے میں چلے جاتے تو وہ اشنان کر کے صندل دیوی والے کمرے میں چلی جاتی اور کمرہ بند کر لیتی۔ ایک دن کسی وجہ سے صندل کی ماں اس کے کمرے میں آئیں دیکھا تو صندل دوزانو فرش پر بیٹھی ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں وہ جیسے کہیں اور ہی کھوئی ہوئی ہے۔ چند لمحے تک ماں اسے کھڑی دیکھتی رہی پھر چپ چاپ وہاں سے کھسک آئی اس نے آکر ٹھاکر صاحب کو بتایا کہ صندل اس کمرے میں دھیان لگائے بیٹھی ہے۔

ایک گھنٹے بعد صندل جب اپنے کمرے میں لوٹی تو ٹھاکر صاحب نے پوچھا۔ "بیٹی کیا کر رہی تھی؟" صندل بولی، "باپو پرانی قبر والے بابا نے مجھے کہا تھا کہ اس کمرے میں رات کو میری طرف دھیان لگا کر بیٹھ جایا کرو تو باپو میں اسی طرح کرتی ہوں۔ اور انہوں نے مجھے جاپ بھی پڑھنے کو بتایا ہے۔" ٹھاکر صاحب نے بیٹی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور دعا دے کر چلے گئے۔

عاجل کا اب آخری سال تھا۔ مندراج بابو اپنی بیٹی کے رشتے کے لئے گھر آتے، اس کے لئے طرح طرح کے کھانے پکا کر بھجواتے۔ بہانے بہانے سے اسے اپنے گھر بلواتے اس صورتحال سے اب وہ بھی تنگ ہو گیا۔ ایک دن اپنے باپو سے کہنے لگا۔ "باپو مجھے تارا میں قطعی دلچسپی نہیں ہے۔ میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔ اور پھر ابھی تو میرا ایک سال پڑا ہے پھر مجھے سروس بھی کرنی ہو گی کچھ عرصہ۔ آخر سب کو میری شادی کی اتنی فکر کیوں لگ گئی ہے۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بیٹا تمہاری ماتا اور مجھے بھی یہ رشتہ پسند نہیں ہے مگر بھائی صاحب نے تو جیسے پیچھا ہی پکڑ لیا ہے رشتے داری کا معاملہ ہے تم فکر نہ کرو۔ ہم کسی نہ کسی طرح اس مسئلے کا حل ضرور ڈھونڈ لیں گے۔"

www.ksars.org

عاجل کے امتحان قریب آ گئے۔ وہ امتحانوں میں مصروف ہو گیا۔ ادھر ایک دن مندر اج بابو نے ٹھاکر صاحب کو گھر بلوایا۔ نوکر نے آ کر اطلاع دی کہ بھائی صاحب بلواتے ہیں۔ سنتے ہی چودھرائن کہنے لگیں "تارا کے رشتے کی بات کرنی ہو گی۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "بیگم کیا کروں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اب تک تو انہیں سمجھ جانا چاہئے تھا۔" بیگم بیولیں۔ "اب کے ان سے پکی بات کرو۔ ان کو اچھی طرح سمجھا کے آؤ۔ عاجل کسی طرح نہیں مانتا۔ بیٹی کو زیادہ دیر بٹھانے سے فائدہ نہیں کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر جلدی ہاتھ پیلے کر دو۔"

ٹھاکر صاحب گئے تو بھائی بھاوج نے پھر وہی رشتے کی بات چھیڑ دی۔ ہزار سمجھایا کہ بھائی شادی تو دو دلوں اور دو ذہنوں کا میل ہے زبردستی کی بات نہیں ہے۔ لڑکے کا رجحان اس طرف نہیں ہے۔ خواہ مخواہ محبت کے رشتوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رنجشوں میں بدلنے سے کیا فائدہ۔ بھاوج بولیں۔ "شادی کے لئے لڑکا لڑکی سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ماں باپ اور بزرگ ہی اپنی پسند سے جہاں مناسب سمجھتے ہیں کرا دیتے ہیں۔" ٹھاکر صاحب نے جواب دیا۔ "بھابھی صاحبہ میں لڑا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی کرنا پاپ سمجھتا ہوں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک وہ ہاں نہ کہہ دیں، تب تک پوترا گنی بھی ان کے بندھن کو قبول نہیں کرتی۔" وہ بولیں۔ "رہنے دو، یہ تو باتیں ہیں۔ پرانے وقتوں کی اور بس۔ لڑکا لڑکی تو ہاں بزرگوں کے کہنے پر ہی کرتے ہیں۔" ٹھاکر صاحب نے اندازہ لگا لیا کہ یہ لوگ اتنی جلدی ہار ماننے والے نہیں ہیں، وہ چپ چاپ اٹھ کھڑے ہوئے اور نمسکار کر کے باہر نکل آئے۔

صندل بھگوان کی کرپا سے اب تیرھویں برس میں لگی تھی۔ قد بُت اس کا پندرہ برس سے کم کا نہ تھا۔ اور عقل و شعور میں تو وہ پوری طرح جوان تھی۔ روز رات کو صندل دیوی والے کمرے میں دو تین گھنٹے عبادت کرتی۔ مگر پوچھنے پر بھی کسی کو کچھ نہ بتاتی۔ ایک بار ٹھاکر صاحب نے چھپ کر کھڑکی سے جھانکا تو اس کے کمرے سے کسی بزرگ آدمی کی آواز آ رہی تھی۔ اندھیرے میں ان کو تو کوئی دکھائی نہ دیا مگر صندل اس طرح بات کر رہی تھی جیسے کوئی وہاں موجود ہے۔ ٹھاکر صاحب جانتے تھے کہ صندل پر بزرگوں کا سایہ ہے۔ وہ بیٹی کی بھلائی کی دعا کرتے ہوئے خاموشی سے اپنے کمرے میں لوٹ گئے۔

www.ksars.org

چند دن بعد ہی رات کو جب سب لوگ سو رہے تھے۔ کوئی ایک بجے کا وقت تھا کہ صندل کی گرج دار آواز نے حویلی کے سکوت کو درہم برہم کر دیا۔ ماں باپ اور بھائی سب ہی آواز کی طرف دوڑ پڑے۔ صندل دیوی کے کمرے میں لالٹین کی روشنی میں کیا دیکھتے ہیں کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور صندل سخت غیض و غضب کی حالت میں کسی نادیدہ ہستی کو مار رہی ہے۔ جیسے وہ کسی کو اٹھا کر زمین پر پٹخ رہی ہے۔ صندل کی گرج کے ساتھ ساتھ کسی کی چیخیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر سب کے بڑھتے ہوئے قدم دروازے کے باہر ہی رک گئے۔ سب لوگ مبہوت کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ پھر ایک چیخ سنائی دی۔ اور صندل کی غضبناک آواز آئی۔ "خبر دار جو آئندہ ایسی حرکت کی۔ جلا کر خاکستر کر دوں گی۔ اب کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔" پھر وہ فوراً ہی نارمل ہو گئی۔ جیسے وہ نادیدہ ہستی چلی گئی ہو۔ اس نے سامنے دیکھا سارا گھر سہا ہوا کھڑا تھا۔ اس کے تمتماتے ہوئے چہرے پر ایک دم مسکراہٹ آ گئی۔ جیسے سرخ گلاب کھل اٹھا۔ بولی۔ "باپو آپ فکر نہ کریں میں نے اسے بھگا دیا ہے۔" ٹھاکر صاحب آگے بڑھے۔ انہوں نے بیٹی کے کندے پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور بولے۔ "بیٹی کیا بات ہے؟ چلو کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔" سب لوگ ابھی تک پھٹی پھٹی حیران نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ایک تو گہری نیند سے ایک دم اٹھے تھے کہ یہ ہنگامہ ہو گای۔ سب کے دماغ جیسے ابھی تک سو رہے تھے۔ کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ باپو کے کمرے میں آ کر سارے نیچے دری پر بیٹھ گئے۔ ماں نے بیٹی کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پاس رکھی صراحی سے پانی پینے کو دیا۔ پھر بولیں۔ "بیٹی تو نے ہمیں ڈرا ہی دیا کیا معاملہ ہے؟ تیری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

وہ بولی۔ "ماں یقین کرو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کو تو پتہ ہی ہے کہ میں پرانی قبر والے باباجی کے کہنے پر اس کمرے میں رات کو پوجا پاٹھ کرتی ہوں۔ ماں وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے وہ اس گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کے ماں باپ سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابھی وہ آٹھ نو برس کے تھے کہ ان کے گھر ایک درویش فقیر آئے۔ یہ تقریباً مغرب کا وقت تھا۔ سورج کا آخری کنارہ پہاڑی کے پیچھے چھپنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک دروازے پر اس فقیر نے صدا لگائی۔ "مائی بس اک روٹی دے دے۔ ڈوبا سورج پھر ابھرے گا۔" وہ فقیر بار بار یہی صدا دہرا رہا تھا۔ باباجی کے امی ابا فقیروں کو ماننے والے تھے۔ بہت نیک مسلمان تھے فوراً آواز دی

www.ksars.org

"ٹھہرو بابا۔" اور روٹی کپڑے میں لپیٹ کر باباجی کے ہاتھ میں دی کہ جاکر فقیر کو دے آؤ۔ باباجی نے جو ابھی آٹھ نو سال کے بچے تھے دروازہ کھولا اور روٹی آگے بڑھاتے ہوئے بولے۔ "لو بابا روٹی لے لو۔" اس نے لڑکے کو پاس بلایا کپڑے سے بس ایک روٹی نکال لی ایک رہنے دی۔ بولے۔ "لو یہ دے آؤ۔" وہ جان گئی تھیں کہ یہ کوئی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے رومال کھولے بغیر روٹی کی تعداد جان لی۔ صحن سے سامنے پہاڑی دکھائی دے رہی تھی۔ اب سورج کا کنارہ بھی پہاڑی کے پیچھے چھپ چکا تھا آسمان پر صرف سرخی رہ گئی۔ فقیر نے لڑکے کے ہاتھ سے روٹی لی۔ مجذوبانہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "ڈوبا سورج پھر ابھرے گا۔" اور اسی وقت سامنے پہاڑی سے سورج ابھرنے لگا۔ یہاں تک کہ پورے کا پورا سورج پہاڑ سے نکل آیا۔ اماں ہکا بکا رہ گئیں۔ کمسن سلطان حیرانی سے سے فقیر بابا کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے منہ میں روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر ڈالا۔ پھر چبا کے سلطان کے منہ میں اپنے ہاتھ سے ڈال دیا۔ اور سر پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھ کر پھونک دیا۔ اتنی دیر میں سورج بھی دوبارہ پہاڑی کے پیچھے ڈوب گیا۔ اب اماں کو ہوش آیا وہ کہنے لگیں۔ "باباجی اندر آ جایئے۔" مگر باباجی تیزی سے مڑے اور گلی میں ایک قدم بڑھایا اور پھر نہ جانے کہاں غائب ہوگئے۔ اللہ کی شان ہے وہ اپنے بندوں کے ذریعے اپنی شانوں کا مظاہرہ کرتا ہے۔ سلطان کی امی نے گلی میں دائیں بائیں نظر ڈالی پھر سلطان کا ہاتھ پکڑ کر اندر کیا اور دروازہ بند کر دیا۔ اسی وقت کمسن سلطان کی تو جیسے کایا ہی پلٹ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک آئینہ آ گیا اور اس آئینے کی باتیں کبھی لوگ اس سے پوچھتے اور کبھی وہ خود ہی کہنے لگ جاتا۔"

صندل بولی۔ "ماں باباجی نے بتایا کہ یہ آئینہ ہر انسان کے اندر لگا ہوا ہے۔ اور اس آئینے میں ہر وقت غیب کی تصویریں آتی رہتی ہیں۔ اس آئینے میں جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ ماں سلطان باباجی مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ انہوں نے کہا صندل تیرا آئینہ بہت صاف ہے۔ اس میں دیکھا کر۔ اور ماں سلطان باباجی نے اس دن مجھ کو روٹی کا نوالہ چبا کر کھلایا تھا۔"

ماں پریشان نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھنے لگی۔ کہنے لگی۔ "بیٹی ان کو تو مرے ہوئے آٹھ سو برس ہوگئے اب وہ کس طرح تمہیں روٹی چبا کر کھلا سکتے ہیں؟" صندل جلدی سے بولی۔ "ماں باباجی کہتے تھے کہ ان کے اندر اتنی قوت ہے کہ وہ دوبارہ انسان بن کر دنیا میں آسکتے ہیں۔ جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ دوبارہ آجاتے ہیں۔ اور اس

www.ksars.org

دن جب میں قبر پر گئی تو وہ قبر سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی۔ جس کا ٹکڑا چبا کر انہوں نے میرے منہ میں ڈالا اور ماں اسی دن سے میرے اندر کے آئینے میں بہت سی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔" ٹھاکر صاحب بولے۔" ابھی کیا تھا؟ کیا دیکھا تھا تم نے؟" صندل بولی۔" باپو میں بیٹھی سلطان بابا جی کا دھیان کر رہی تھی کہ اچانک میرے اندر کے آئینے میں بڑی ماں دکھائی دیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک تعویذ تھا جس پر عاجل بھائی کا نام لکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس تعویذ کو عاجل بھائی نے جیسے ہی چھوا ایک زبردست جن نے انہیں اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ یہ دیکھ کر غصہ کے مارے میرا برا حال ہو گیا۔ جی چاہا اس جن کو بھی اسی طرح پٹخ دوں جس طرح اس نے میرے بھائی کو پٹخا ہے۔ بس اسی وقت یہ سارا سین جیسے سچ مچ میرے سامنے آ گیا۔ مجھ میں زبردست قوت آ گئی۔ اور میں جن کو اسی طرح اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹخنے لگی جیسے اس نے میرے بھیا کو پٹخا تھا۔"صندل بولی۔" باپو مجھے یقین ہے کہ بڑی ماں نے عاجل بھائی کے لئے کوئی غلط تعویذ لیا ہے۔" چودھرائن فوراً بولیں۔" ضرور لیا ہو گا وہ تو پہلے ہی تارا کی وجہ سے میرے بیٹے کے پیچھے پڑی ہے۔" ٹھاکر صاحب بالکل چپ چاپ تھے۔ ان کے چہرے سے گہری سوچ کی غمازی ہو رہی تھی۔ بیوی نے ایک نظر خاوند کے فکر مندانہ چہرے کو دیکھا اور بچوں سے بولی کہ بچو اب کافی رات ہو چکی ہے، سو جاؤ۔ صبح دیکھیں گے۔

رات کے ہنگامے کے بعد سارے ایسے بے خبر سوئے کہ صبح جب آنکھ کھلی تو اچھی بھلی دھوپ کمروں میں آئی ہوئی تھی۔ ٹھاکر صاحب نے گھبرا کے بیگم کو جھنجوڑ ڈالا۔ "بیگم اٹھو۔ لڑکوں کو آواز دو۔ دکان پر دیر ہو جائے گی۔" بیگم ہڑبڑا کر اٹھیں اور آنکھیں ملنے لگیں۔ جب ذرا حواس درست ہوئے تو باہر آ کر لڑکوں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ باپ بیٹے تو دکان پر چلے گئے اور چودھرائن صندل کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی جاگ اٹھی تھی۔ ہرنی جیسی آنکھوں میں لال لال ڈوریاں کم خوابی کی شکایت کر رہی تھیں۔ ماں کو دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔ نیند بھری آواز میں پرنام کیا۔ ماں نے بیٹی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور بولی۔" جاؤ بیٹی۔ منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کر لو سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" صندل ہاتھ منہ دھونے چلی گئی۔ ماں باورچی خانے میں آ گئی۔ خادم نے باورچی خانے کے فرش پر دری بچھا کر دستر خوان لگا دیا۔ چھوٹی بہو کا جل گرم گرم پراٹھے پکا کر دیتی رہی سب مزے میں کھانے لگے۔ دوران ناشتہ وہی رات والا قصہ چل نکلا۔ بڑی بہو مالا بولی۔" ماں جی مجھے تو صندل کی کسی بھی بات پر ذرا شک نہیں ہے۔ وہ یوں کہ پرسوں جب

www.ksars.org

بریٹھن دُھلے کپڑے لے کر آئی تو میں نے اسے میٹھے چاول کھانے کو دیئے۔ وہ کھاتے کھاتے بولی اے بہو آپ کو کچھ پتہ بھی ہے۔ میں نے پوچھا کیا چیز؟ بولی وہ مندر راج بابو کی گھر والی کل مجھ سے پل والے پیر کا پوچھ رہی تھی کہ میں نے سنا ہے وہ تعویذ دیتے ہیں۔ ان کے تعویذ سے کام بن جاتے ہیں۔ میں نے کہا بہن جی آپ کے گھر میں تو خود پہنچے ہوئے موجود ہیں۔ آپ اپنے میاں سے تعویذ لے لو۔ بولی ارے نہیں بریٹھن بھائی کا معاملہ ہے وہ کہاں سنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بھئی وہ پیر ہے بڑا زوردار۔ سب یہی کہتے ہیں ماں جی۔ اس کے بعد وہ تو میلے کپڑے دھونے کے لئے چلی گئی۔ میرے ذہن سے یہ بات ہی نکل گئی۔ اب خیال آرہا ہے کہ ضرور بڑی ماں نے اس پل والے پیر صاحب سے تعویذ لیا ہو گا۔" چودھرائن ٹھنڈی سانس بھر کے بولیں۔ "کسی نہ کسی سے تو لیا ہی ہو گا بیٹا۔ آگ لگے ایسے تعویذ کو اور آگ لگے ایسے علم کو جو لوگوں کو نقصان پہنچائے۔" چھوٹی بہو کاجل پراٹھا توے پر سینکتے ہوئے بولی۔ "ماں جی کل کسی کے ہاتھ عاجل کی خیریت معلوم کرالو۔ اس کے آج کل میں امتحان بھی ہونے والے ہیں۔ اب تو وہ امتحانوں کے بعد ہی آئے گا۔" مالا بولی۔ "ماں جی کل جو میٹھی ٹکیاں میں نے بنائی تھیں وہ برنی میں رکھی ہیں۔ یہ برنی عاجل کو بھجوا دینا۔" ماں نے دونوں بہوؤں کو پیار سے دعائیں دیں۔ اور خادم سے کہا کہ تو جلدی سے ناشتہ کر لے اور عاجل کی خیریت معلوم کر کے آنا۔

خادم رات گئے گھر لوٹا تو سب ہی اس کے منتظر تھے۔ خادم سیدھا چودھرائن کے کمرے میں آیا۔
اس کی عادت تھی کہ وہ دروازے پر کھنکار کے اپنے آنے کی اجازت طلب کرتا تھا۔ کھنکار کی آواز سنتے ہی چودھرائن نے اسے اندر چلے آنے کو کہا۔ کہنے لگا۔ "مالکن جی عاجل میاں مزے میں ہیں۔ کل سے ان کے امتحان ہونے والے ہیں۔ دعا کے لئے کہہ رہے تھے۔" اتنے میں خادم کی آواز سن کر سارے ہی کمرے میں آ گئے۔ ٹھاکر صاحب بھی موجود تھے۔ خادم کی بات جاری تھی۔ "مالکن جی، عاجل میاں نے باتوں باتوں میں مجھ سے ذکر کیا کہ خادم کل رات میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ تم کو بتا رہا ہوں مگر تم ماں کو نہ بتانا وہ فکر کریں گی۔ میں نے پوچھا چھوٹے صاحب، آپ بتائیں تو سہی کیا بات ہے؟ تو بولے کل رات کوئی ایک بجے ہونگے کہ رات کو اپنی پڑھائی کر رہا تھا کہ مجھے عجیب سی سنسناہٹ سی ہوئی میں نے کتاب سے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک عجیب و غریب شکل کا آدمی نما شخص سامنے دکھائی دیا۔ اس کا قد کافی بڑا تھا اتنا بڑا کسی آدمی کا نہیں ہو سکتا۔ اس کا چہرہ بڑا اور گول تھا۔ اس کی آنکھیں بھی گول تھیں اور ان گول آنکھوں کے

www.ksars.org

اوپر آدھے چاند کی گولائی میں موٹی موٹی گھنی بھنویں تھیں۔ مگر اس کے بال بڑے ہی بے ترتیب تھے۔ اس کے چوڑے سے دہانے کے اندر چوڑے چوڑے دانت آدھے ہونٹوں سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے میری جانب بڑھا اور اس طرح دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے جیسے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخنے والا ہے۔ ابھی میں کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک دم سے صندل سامنے آ گئی۔ صندل اپنے ڈیل ڈول سے بہت بڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں اس نے ایک دم اس جن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور وہ اس قدر غیظ و غضب میں تھی کہ اس نے اس دیو نما جن کو کئی دفعہ اٹھا اٹھا کے زمین پر پٹخا۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا پھر سارا منظر آنکھوں کے سامنے سے ختم ہو گیا۔ خادم تم بتا سکتے ہو کہ یہ کیا تھا۔ میں ایک دم سے بولا۔ ارے چھوٹے صاحب آپ کے گھر والوں نے اسی وجہ سے تو آج آپ کی خیریت معلوم کرنے مجھے بھیجا ہے۔ پھر میں نے رات کا سارا واقعہ سنایا۔ وہ سن کر حیران رہ گئے۔ کہنے لگے صندل بی بی پر تو پرانی قبر والے بابا جی کا سایہ ہے۔ پھر میں نے انہیں ان بابا جی کے متعلق بھی ساری بات بتا دی۔ "سب بڑے غور سے سن رہے تھے۔ ٹھاکر صاحب کہنے لگے۔ "سب سے بڑی طاقت تو پرماتما ہی کی ہے۔ وہی اپنے بندوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ "صندل معصومیت سے ساری باتیں سنتی رہی۔ اس کے ملیح چہرے پر خوشی کے رنگ جگمگانے لگے۔ چودھرائن بولیں۔ "کل یتیم خانے میں کھانا پکوا کے بھجوا دینا۔ "ٹھاکر صاحب فکر مند تھے کہ نہ جانے یہ دشمنی اب کیا رنگ لائے گی۔

پندرہ دن بعد عاجل گھر لوٹ آیا۔ اس کے امتحان ختم ہو چکے تھے۔ کورس بھی پورا ہو چکا تھا۔ بس اب تو رزلٹ کا انتظار تھا۔ گھر آیا تو تیسرے دن مندر راج بابو کا ملازم آ گیا کہ بڑی ماں بلا رہی ہیں۔ عاجل سنتے ہی بولا بڑی ماں سے کہہ دو کہ وہ اس وقت بہت مصروف ہے پھر کبھی حاضر ہو گا۔ ملازم تو چلا گیا مگر چودھرائن گھبرا کے بولیں۔ تم وہاں کبھی مت جانا بیٹے۔ ان کے یہاں کی کوئی چیز نہ کھانا۔ پتہ نہیں وہ کیا عمل کرا دیں میرے بیٹے پر۔ عاجل ماں کو پریشان دیکھ کر کہنے لگا۔ "تم کیوں فکر کرتی ہو انسان سیدھے راستے پر ہو تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

شام کو ٹھاکر صاحب گھر آئے تو چودھرائن نے بتایا کہ ان کا ملازم عاجل کو بلانے آیا تھا۔ انہوں نے بھی چودھرائن کو تسلی دی کہ بھگوان پر بھروسہ رکھے۔ چودھرائن نے کہا۔ "بہتر یہ ہے کہ ہم کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ

www.ksars.org

کر عاجل کی شادی کر دیں تا کہ ان کا دھیان ہی اس طرف سے ہٹ جائے۔" وہ کچی گھانی کے پاس جو پیلی کوٹھی ہے ان کی بیٹی اچھی ہے چار جماعتیں پاس ہے۔ شکل و صورت میں بھی اچھی ہے۔ لوگ بھی اچھے ہیں۔ کئی دفعہ ان سے ملاقات ہو چکی ہے۔ تم کہو تو مالا اور کاجل کو لے جاؤں دیکھنے کے لئے۔" ٹھاکر صاحب بولے۔ "پہلے عاجل سے تو پوچھ لو۔ ابھی تو اس کا رزلٹ بھی نہیں آیا ہے۔ اس کا کیا ارادہ ہے۔" عاجل سے بات ہوئی تو اس نے صاف منع کر دیا۔ اماں ابھی کم از کم دو سال تک تو میں شادی کروں گا نہیں۔ بلکہ پہلے کندن کی کر دو پھر ہی میرا سوچنا۔ میں خود تم کو بتادوں گا۔ اماں چپ ہو گئیں۔ سوچنے لگیں ٹھیک ہی تو کہتا ہے ابھی دو سال تک کندن سولہ سال کی ہو جائے گی۔ اس کی شادی ہو جائے تو میری فکر بھی تقریباً ختم ہو جائے گی۔ میری صندل تو ابھی بہت بھولی ہے۔ اس کی جلدی نہیں ہے۔

عاجل ان دنوں رزلٹ کے انتظار میں تھا۔ فرصت ہی فرصت تھی۔ گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے اسے گھومنے کا بھی شوق ہو گیا تھا۔ ایک دن یہ کھیتوں میں خوش خوش گا بجا رہے تھے کہ ایک دم آندھی چلنے لگی بلکہ یہ ایک بگولا تھا جس نے اپنی لپیٹ میں انہیں لے لیا۔ صندل کندن مالا عاجل سب ہی تھیں۔ عاجل نے جلدی سے دونوں بازو پھیلائے اور چیخ کر کہا تم سب میرے بازو پکڑ لو۔ اکٹھے کے سارے سر اندر کر کے بیٹھ گئے۔ اگلے ہی لمحے یوں لگا جیسے ان کے ہاتھ کوئی چھڑا رہا ہے۔ صندل نے آنکھیں کھول کر باہر دیکھا۔ وہ پہچان گئی۔ یہ ہمزاد ہے اس نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ "تجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دہائی ہے۔ اب ادھر نہ آنا۔" سارے کے سارے دیکھنے لگے۔ دوسرے لوگ تو اسے نہ دیکھ سکے۔ مگر یہ سنتے ہی ہمزاد بھاگ گیا۔ اور اسی وقت وہ بگولہ بھی ختم ہو گیا۔ عاجل بولا۔ "صندل یہ کیا تھا؟" صندل نے بتایا کہ بڑے باپو کا ہمزاد تھا۔ آپ کو لے جانے آیا تھا۔" سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ صندل بولی۔" عاجل بھیا پرانی قبر والے بابا جی کی قبر پاس ہی ہے۔ کیوں نہ ان کو سلام کرتے چلیں۔ سب ہی نے اس کی تائید کی۔ قبر پر پہنچے تو سب نے عاجل کی سلامتی کی دعا کی۔ صندل کی نظریں قبر پر جمی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ سلطان بابا جی قبر سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کچھ تھا۔ انہوں نے صندل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ یہ تبرک تم سب کے لئے ہے۔ صندل نے ہاتھ پھیلائے تو برفی کی ٹکیاں تھیں۔ اس نے سب کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔ عاجل بولا۔" صندل بابا جی سے پوچھو اس تبرک سے کیا فائدہ

www.ksars.org

ہو گا؟"وہ بولے۔"تم سب کے اندر برائی کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ ہمزاد اب تمہارے قریب نہیں آئے گا۔"

سب خوشی خوشی گھر پہنچے۔ سارا قصہ ماں کو سنایا۔ ماں نے بہت سی دعائیں دیں۔ دو تین ہفتے خیریت سے گزر گئے۔ رزلٹ کا دن بھی آ پہنچا۔ عاجل اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گیا تھا۔ اس دن ٹھاکر صاحب بڑے ہی خوش تھے۔ فوراً کھانے کی دیگیں پکوا کر غریبوں کو بانٹیں اور شام کو اپنے تمام دوستوں کو گھر بلایا۔ بھائی کو بھی بلوا بھیجا۔ خیال تو یہ تھا کہ بھائی نہیں آئیں گے کیونکہ عاجل نے جب سے کالج چھوڑا تھا ایک بار بھی ان کے یہاں نہیں گیا تھا۔ ویسے ایک دو بار گاؤں میں آتے جاتے ضرور ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ آ گئے سارے گھر والے انہیں دیکھ کر چوکنے ہو گئے۔ گزشتہ واقعات نے ان کا اعتبار کھو دیا تھا۔ صندل گہری نظر سے انہیں دیکھنے لگی تا کہ ان کے تخریبی ذہن کو پڑھ سکے اور ان کی نقصان دہ چالوں سے بھائی کو بچا سکے۔

عاجل اپنے دوستوں میں بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ اس نے تایا تائی کو آتے وقت پرنام ضرور کیا مگر تارا کو دیکھ کر وہ فوراً ہی اپنے دوستوں میں مصروف ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تارا سے بات کرنے پر تایا تائی کسی غلط فہمی کا شکار ہوں۔ تارا اپنی ماں کے پاس بیٹھی تھی۔ ایک جانب کندن صندل اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں بھیٹی تھیں۔ بڑی ماں نے تارا سے کچھ کہا اور تارا اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ابھی دو قدم ہی چلی تھی کہ صندل نے دیکھ لیا۔ وہ ایک دم اٹھ کر اس کے پاس آ گئی اور اپنی آواز میں مٹھاس بھر کر بولی۔"تارا بہن کہاں جا رہی ہیں۔"تارا کہنے لگی کچھ نہیں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے دل گھبرانے لگا۔ سوچا باہر گھوم آؤں۔ صندل اسے بازو سے پکڑ کر اپنی سہیلیوں میں لے گئی۔ اور وہاں بٹھا دیا۔ وہ بھانپ گئی تھی کہ تارا عاجل بھیا کے پیچھے جا رہی ہے۔ وہیں سب نے اکٹھے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد بڑی ماں بھی آ گئیں۔ اور کندن اور صندل سے بڑی محبت کے ساتھ باتیں کرنے لگیں۔ کاجل اور مالا تو مہمانوں میں مصروف تھیں۔ باتوں باتوں میں ٹوہ لینے کے لئے کندن سے پوچھنے لگیں۔ عاجل کی شادی کب ہو رہی ہے۔ وہ فوراً بول پڑی۔ "اماں ایسی باتیں تو ماں کو پتہ ہوں گی مجھے کیا معلوم۔"کھانا کھا کے سب لوگ باری باری رخصت ہونے لگے۔

www.ksars.org

مندراج بابو بھی اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رخصت ہوئے۔ جاتے ہوئے عاجل نے انہیں نمستے کیا اور کوئی بات نہ کی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ خیریت گزری۔

www.ksars.org

سلطان باباجی

جلد ہی عاجل کو اسی کالج میں ٹیچر کی جاب مل گئی۔ اور وہ پھر دوبارہ وہیں چلا گیا۔ ہر پندرہ دن میں آ کر اپنے گھر والوں سے مل جاتا۔ دو سال یونہی گزر گئے۔ ان دو سالوں میں عاجل کے ساتھ کوئی سانحہ پیش نہ آیا۔ وہ جب بھی گاؤں آتا۔ سلطان باباجی کی قبر پر سلام کرنے ضرور جاتا۔ صندل پر تو باباجی بڑے ہی مہربان تھے۔ وہ ہر روز خادم کے ساتھ پرانی قبر پر جاتی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ وہاں چپ چاپ بیٹھ کر مراقبہ کرتی۔ سلطان باباجی اسے اپنے ساتھ قبر کے اندر لے جاتے۔ وہاں جنات اور اعراف کی روحوں سے اس کی ملاقات کراتے۔ وہاں اس بڑھیا سے بھی اس کی ملاقات ہوئی جس کا اس حویلی میں انتقال ہوا تھا۔ رات کو وہ روزانہ صندل دیوی والے کمرے میں عبادت و مراقبہ کرتی، دن بدن اس کی روحانی قوتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

تارا کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ وہ کندن سے دو سال بڑی تھی۔ کندن اب سولہ سال کی ہو چکی تھی۔ اور ٹھاکر صاحب جلد از جلد اس کی شادی کر دینا چاہتے تھے۔ ویسے بھی گاؤں کی کھلی فضا میں لڑکیاں بہت جلدی جوان ہو جاتی ہیں۔ اپنی عمر سے بڑی لگنے لگتی ہیں۔ پھر وہ عاجل کی بھی شادی اب کر دینا چاہتے تھے۔ تا کہ اپنا گھر بسائے۔ انہیں ابھی تک بھائی کی طرف سے فکر لگی ہوئی تھی کہ آخر تارا کو انہوں نے اب تک کیوں بٹھا رکھا ہے۔ ان دنوں گاؤں میں کئی ایک قصے سننے میں آ رہے تھے۔ کہ نوجوان لڑکیوں کو جنات اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔ اور ان کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کے ایک دوست کی بیٹی کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اپنی عزت کی خاطر ماں باپ نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ جب تین چار مرتبہ بیٹی پر جن چڑھ آیا تو وہ یہ کہتی ہے کہ جن مجھے لے کر اپنی دنیا میں سیر کراتا ہے اور پہلے دن وہ مجھے اپنے گھر لے گیا وہاں اور بھی جنات تھے جو اس کے ماں باپ اور رشتہ دار تھے۔ اس نے وہاں پر مجھ سے شادی کی اور اب تقریباً روز رات کو مجھ سے ملنے آتا ہے۔ کنواری بیٹی کا کسی دوسری مخلوق کے ساتھ شادی ہونا ماں باپ کے لئے سخت پریشانی کا باعث تھا۔ خود لڑکی سخت خوفزدہ تھی کہ وہ بے بس ہے۔ ٹھاکر صاحب نے اسے بھگوت گیتا سے کچھ پڑھ

www.ksars.org

کر دم کرنے کو بتایا۔ دوست نے سختی سے منع کیا تھا کہ کسی کو نہ بتانا۔ ورنہ اس سے کوئی شادی نہیں کرے گا۔ اسی طرح چند دنوں کے اندر اندر ٹھاکر صاحب نے کئی واقعات ایسے ہی سنے اور سنجیدگی سے سوچنے لگے کہ کس طرح ان کی مدد کرنی چاہئے۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ کبھی کبھی جنات بھی نوجوان لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں اس میں شک نہیں ہے۔ لیکن وہ ان کے اُتار سے واقف نہ تھے۔ رات کو ان سے سویا نہ گیا انہوں نے بہت عاجزی سے بھگوان سے دعا مانگی کے گاؤں کی ہر بیٹی میری ہی بیٹی ہے ہر باپ کی عزت میری عزت ہے۔ لڑکیوں کو جنات کے شر سے محفوظ رکھ۔

رات آدھی جاچکی تھی۔ بیوی سو رہی تھی۔ وہ سجدے میں سر رکھے اپنے رب سے گاؤں کی بیٹیوں کی حفاظت کی دعا مانگ رہے تھے۔ جب دل ہلکا ہوا تو اٹھے اور غیر ارادی طور پر صندل کے کمرے کی طرف جانکلے۔ دروازہ کھلا تھا۔ پلنگ پر صندل سو رہی تھی۔ اس کی گہری گہری سانسوں کی آوازوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ ٹھاکر صاحب کے ذہن میں خیال آیا کہ بیٹی کے اوپر چادر ڈال دیں۔ ابھی وہ دروازے سے باہر ہی تھے کہ کیا دیکھتے ہیں۔ صندل کے اندر سے ایک اور صندل نکلی۔ یہ صندل کا بہت ہی لطیف روشنیوں کا جسم تھا۔ نکلتے ہی یہ صندل سامنے دیوار کی طرف بڑھی اور پھر دیوار میں سے گزر کر غائب ہو گئی۔

ٹھاکر صاحب ٹھٹک کر رہ گئے۔ ان کے قدم وہیں پر جم گئے۔ ان کے دماغ میں دادا کی آواز گونجنے لگی۔ جب ہم سوتے ہیں۔ تو ہماری آتما بیدار ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنا کام کرتی ہے، جس طرح ہم اپنے جسم کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بیٹی کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف آئے اور آہستہ سے بستر پر دراز ہو گئے۔ نیند ان سے کوسوں دور جاچکی تھی۔ ان کا ذہن مسلسل صندل کی طرف تھا۔ دل ہی دل میں دعا کئے جاتے تھے کہ بھگوان میری صندل کو ہر قسم کے حادثوں سے محفوظ رکھنا۔ کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے کروٹیں بدلنے کے بعد وہ اٹھ بیٹھے کہ صندل کیا کر رہی ہے۔ دیکھا تو وہ اسی طرح سو رہی تھی۔ چند منٹ چپ چاپ کھڑے اسے تکتے رہے کہ اتنے میں اسی دیوار سے صندل کا پرت اندر داخل ہوا۔ وہ صندل کے اندر سما گیا۔ ٹھاکر صاحب پھر یہ سب کچھ دیکھ کر واپس لوٹ آئے۔ اور پھر بستر پر لیٹتے ہی انہیں نیند آگئی۔ صبح فجر کے وقت بیوی نے جگایا تو اٹھ بیٹھے۔ اٹھتے ہی صندل کی طرف توجہ گئی۔ اور رات کا سارا واقعہ انہیں یاد آگیا۔ انہوں نے بیوی سے پوچھا۔ ''صندل کیا کر رہی ہے؟'' بولیں۔ ''ابھی تو وہ سو

www.ksars.org

رہی ہو گی۔ میں تو ابھی جاگی ہوں۔ کیا بات ہے؟" کہنے لگے۔ "کچھ نہیں" اور منہ ہاتھ دھو کر بھگوان کے نام کی پرارتھنا کرنے لگے۔ بیوی بھی صبح کی عبادت میں لگ گئی۔ اس کام سے فارغ ہوئے تو صندل آ گئی۔ آتے ہی باپ کے پہلو میں بیٹھ کر کہنے لگی۔ "باپو رات بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ باپو وہ خواب تو ہے مگر خواب نہیں بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ضرور ایسا ہوا ہے"۔ باپ نے اسے پیار سے تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا ہے بیٹی؟ بتاؤ تو ذرا شاید ہم کچھ بتا سکیں۔" صندل بولی۔ "باپو، میں نے دیکھا کہ میں پلنگ پر گہری نیند سو رہی ہوں۔ اتنے میں سلطان بابا آتے ہیں، کہتے ہیں صندل ایک جن نے بہت سی لڑکیوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ لڑکیوں سے زبردستی شادی کر کے انہیں اپنی ہوس کا شکار بنا کر ان کے انسانی جذبات کو مجروح کر رہا ہے۔ شریف اور سیدھے سادھے ماں باپ اپنی عزت کی وجہ سے سخت پریشان ہیں کہ اگر لڑکی کی یہ بات کھل گئی تو اس سے شادی کون کرے گا۔ سلطان بابا کہنے لگے، صندل جاؤ ہم نے تمہیں جنات سے لڑنے کی قوت بخشی ہے۔ تم اپنی روحانی قوت سے اس جن سے لڑکیوں کو چھڑا دو۔ تو پھر باپو، پھر کیا ہوا میرے اندر سے ایک اور صندل نکلی جو ہلکی پھلکی تھی اور روشنیوں کی بنی ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ میں ہوں۔ میں دیوار کے آر پار گزر کر آناً فاناً باہر آ گئی۔ باپو مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ میں سیدھی رحمان چچا کے یہاں پہنچی۔ وہاں پر ان کی لڑکی کی چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں، میں سیدھی اس کے کمرے میں گئی۔ تو دیکھا کہ ایک جن اسے پریشان کر رہا ہے۔ وہ سخت خوفزدہ تھی۔ میرے ہاتھ میں ایک بڑی پستول تھی۔ میں نے اسے للکارا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک اٹھا میں نے اسے پستول دکھائی تو وہ بدتمیزی پر اتر آیا۔ کہنے لگا تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ میں اس لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے کہا تم جنوں کو چھوڑ کر انسانوں کے پاس کیوں آئے ہو؟ کہنے لگا۔ میں انسان سے جدا ہوا ہی کب تھا۔ باپو اتنا سننا تھا کہ ایک دم مجھے جلال آ گیا۔ میں نے اس پر یہ کہہ کر بندوق داغ دی کہ تم تو پورے شیطان ہو۔ پستول کے اندر سے آگ کا ایک تیز گولا نکلا اور وہ اسی وقت جل کر موم کی طرح پگھل گیا اور آناً فاناً وہاں سے غائب ہو گیا۔ رحمان چاچا کی بیٹی پلنگ سے اٹھ کر میرے پاس آئی اور روتے ہوئے کہنے لگی۔ صندل بہن میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس کے ماں باپ سخت پریشان حالت میں کھڑے دیکھ رہے تھے لیکن جب اس نے صندل بہن کہا تو وہ دونوں چونک گئے۔ رحمان چچا بولے، بیٹی صندل بہن کون؟ وہ روتے ہوئے بولی۔ باپو، یہ صندل بہن نے ہی تو اس مردود کو پستول سے جلایا ہے۔ پھر باپو

www.ksars.org

میں نے اسے سلام کیا اور باہر نکل آئی، باہر آتے ہی خود بخود میرے قدم موہن دادا کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔ باپو وہاں رادھیکا بری طرح زمین پر لوٹ رہی تھی۔ اس کے سارے کپڑے تار تار تھے۔ میں نے دیکھا کہ اسی ٹولے کا ایک جن یہاں بھی اپنی خباثت میں مشغول ہے۔ گھر کے لوگ بے بس ہیں۔ وہ کسی کو لڑکے کے قریب جانے نہیں دیتا۔ وہ اپنے اوپر چھائے ہوئے جن کو کسی طرح ہٹا نہیں پا رہی تھی۔ میں نے جیسے ہی اسے دیکھا۔ میرے اندر ایک دم سے جلالی قوت محسوس ہوئی اور میں اس پر اوم شکتی اوم کہہ کر ایک دم سے حملہ کر بیٹھی پھر میں نے اسے کوئی موقع نہ دیا۔ اسے اٹھا اٹھا کر فرش پر پٹختی رہی۔ رادھیکا مجھے دیکھ رہی تھی وہ بار بار کہتی صندل دیوی اسے اور مارو۔ اور مارو۔ یہاں تک کہ وہ جن ادھ موا ہو گیا اور توبہ کرتا ہوا بھاگ نکلا۔ رادھیکا میرے قدموں میں گر گئی، بولی۔ صندل دیوی پر ماتما تمہاری شکتی کو اور بڑھائے۔ باپو جانتے ہو اس وقت اس نے مجھے صندل دیوی کہا تو میں نے اپنے آپ کو آئینے کے عکس کی طرح پورے کا پورا دیکھا۔ میرے ماتھے پر تلک تھا اور میں دیوی کی طرح کے لباس میں تھی اور میرے سر پر دیوی کی طرح تاج بھی تھا۔ رادھیکا سے صندل دیوی کا نام سن کر اور یہ جان کر کہ جن کو میں نے بھگایا ہے، موہن دادا بولے۔ جے کرشنا، آج تو صندل دیوی ہمارے گھر آئی ہے۔ باپو میں نے اسے تسلی دی اور باہر نکل آئی۔

باہر سڑک پر آتے ہی پھر میرے قدم خود بخود بڑے باپو کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔ جیسے ہی میں نے ان کے گھر قدم رکھا کیا دیکھتی ہوں کہ تارا کے بال کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے بازوؤں پر ناخنوں سے نوچی ہوئی لمبی لمبی لکیریں ہیں جن سے خون رس رہا ہے اور اس کے گال پر بھی ناخن سے نوچنے کے نشان ہیں۔ ایک جن اسے بری طرح اپنے شکنجے میں لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک طرف سے ہمزاد تارا کو پکڑے ہوئے ہے اور ساتھ ساتھ جن کو بھی مار رہا ہے۔ دوسری جانب سے جن گرفت بھی تارا پر سخت ہے۔ اس کے جسم پر نشان پڑتے جا رہے ہیں اور وہ بری طرح چیخ رہی ہے۔ جیسے ہی میں گئی تارا کی یہ حالت دیکھ کر میرے اندر کا جلال حرکت میں آ گیا۔ میں نے ایک دم سے یا سلطان بابا کہہ کر اس جن پر چھلانگ لگا دی۔ باپو ہمزاد مجھے دیکھ کر فوراً الگ ہو گیا۔ میں نے جن کو بالوں سے پکڑا اور پوری طاقت سے اسے فضا میں گول گھما کر زمین پر پٹخ دیا۔ تارا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی وہ بالکل ہکا بکا تھی۔ زمین پر گرتے ہی وہ شیطان جن پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب کے میں نے اپنے ہاتھوں کے ناخن اس کے چہرے پر گاڑ دیئے۔ باپو میرے ناخن

www.ksars.org

شیر کی طرح نوکیلے اور لمبے تھے۔ اس کا سارا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ اور اس کی دونوں آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ وہ بری طرح چلایا۔ میری آنکھیں پھوڑ دیں۔ میری آنکھیں پھوڑ دیں۔ پھر میں نے اسے خوب للکارا اور اس سے معافی منگوائیں۔ اور دوبارہ نہ آنے کا وعدہ لے کر اسے بھاگ جانے کو کہا۔ تارا بہتر ہوئی تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑی۔ بولی۔ صندل بہن، تم نہ آتیں تو میں زندہ نہ بچتی۔ باپو میرا نام سنتے ہی بڑی ماں ایک دم چونک اٹھیں۔ فوراً بولیں، میں نہ کہتی تھی کہ یہ سب انہیں کا کیا دھرا ہے۔ تارا بولی۔ صندل نے ہی میری جان بچائی ہے، وہ کمبخت ہمزاد بھی کچھ نہ کر سکا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اس منحوس نے میرا سارا بدن چھیل ڈالا۔ اب تایا تائی تارا کے پاس آکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ تارا سب کچھ بتا رہی تھی کہ کس طرح میں نے جن کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ وہ برابر یہی کہے جا رہی تھی، ماں صندل فرشتہ ہے، یہ نہ ہوتی تو میں نہ بچتی۔ میں نے چپ چاپ اشارے سے تارا کو سلام کیا اور چلی آئی۔"

ٹھاکر صاحب اور ان کی بیگم حیرت سے یہ عجیب و غریب قصہ سن رہے تھے۔ ٹھاکر صاحب بولے۔ "بیٹی، اگر میں نے تمہارے اندر سے ایک اور صندل کو نکلتے نہ دیکھا ہوتا تو میں یہ سب کچھ ایک طویل خواب سے زیادہ نہ سمجھتا۔ بیٹی روحانی قوت تمہارے جسم کا روپ دھار کر لوگوں کی مدد کر رہی ہے۔ بھگوان تمہیں سلامت رکھے۔" پھر ایک دو منٹ تک کچھ سوچتے رہے۔ اور پھر کہنے لگے۔ "صندل، آج شام تمہارے تایا کے یہاں جا کر تارا سے مل آئیں گے۔ تم اور میں چلیں گے۔ تم کہہ دینا تارا کی خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔" صندل کہنے لگی۔ "ٹھیک ہے باپو، اسے دیکھ آئیں گے۔ اس طرح آپ کو بھی میری باتوں کی صداقت پر یقین آ جائے گا۔" ٹھاکر صاحب نے شفقت سے بیٹی کو گلے لگایا، اس کا ماتھا چوما اور بولے۔ "ایسی بات نہیں ہے بیٹی۔ تم تو میری جان ہو۔ تمہاری ہر بات پر مجھے اعتبار ہے۔ میں اپنے بھائی کے نظریات جاننا چاہتا ہوں کہ وہ اس معاملے میں کیا کہتے ہیں۔ پھر یہ اچھا موقعہ ہے تارا کے رشتے سے جان چھڑانے کا۔" چودھرائن فوراً بولیں۔ "ہاں، اب کی نا تم نے عقل کی بات۔" وہ اور ٹھاکر صاحب دونوں کھکھلا کر ہنس پڑے۔

www.ksars.org

شہنشاہ جنات کے دربار میں پیشی

صندل اسکول سے واپسی پر معمول کے مطابق سلطان بابا جی کے مزار پر گئی۔ وہ جانتی تھی کہ آج اسے بہت سی باتیں بابا جی سے کرنی ہیں۔ اس نے خادم سے کہا خادم چچا آپ وہ سامنے والے درخت کے نیچے بیٹھ کر ذرا دیر آرام کریں۔ آج مجھے تھوڑی دیر تک یہاں بیٹھنا ہے۔ بہت سی باتیں بابا جی سے کرنی ہیں۔ خادم درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ صندل نے سلطان بابا جی کی قبر کے پائنتی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی اس کے سامنے سلطان بابا جی آ گئے۔ اس نے ادب سے انہیں سلام کہا، وہ کہنے لگے۔ "بیٹی ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ تم نے ان شریر جنوں سے لڑکیوں کو نجات دی۔ آج رات کو شہنشاہ جنات کے دربار میں ان کی پیشی ہے۔ آج رات تم اپنے عبادت کے کمرے میں رہنا۔ دربار میں تمہارا بیان بھی لیا جائے گا۔" صندل بولی۔ "مہاراج مجھے کیا کہنا ہو گا؟" سلطان بابا بولے۔ "بیٹی وقت آنے پر قدرت خود تمہاری زبان بن جائے گی۔ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو بندے اپنے آپ کو اپنے کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس کے حکم پر بلا چون و چرا اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں، ان کا رب ہر قدم پر ان کا ساتھ دیتا ہے۔" پھر سلطان بابا نے کہا۔ "بیٹی ہماری قبر کی پائنتی پر جہاں تم بیٹھی ہو، وہاں سے ایک مٹھی اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لو۔" صندل نے فوراً مٹھی بھر مٹی منہ میں ڈال لی۔ اس کا منہ نہایت ہی خوش ذائقہ مٹھاس سے بھر گیا اور یہ مٹھاس منہ سے لے کر معدے تک گھلتی محسوس ہوئی۔ سلطان بابا بولے۔ "بیٹی جاؤ، ہم نے تمہیں شر سے مقابلہ کرنے کی شکتی دی۔" صندل نہایت ہی عقیدت کے ساتھ ان کے قدموں میں جھک گئی اور پھر ان کی اجازت پر خادم کے ساتھ واپس گھر لوٹ گئی۔

شام کو صندل اپنے باپو کے ساتھ تارا کو دیکھنے گئی۔ مندراج بابو اور ان کی بیگم دونوں بیمار لگتے تھے۔ تھوڑی دیر خیر و خیریت کی باتیں ہوئیں۔ صندل انتظار کرتی رہی کہ شاید تارا آ جائے۔ یا تائی ماں اس کا ذکر کریں۔ مگر وہاں تو اس کا کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ آخر صندل بولی۔ "بڑی ماں تارا کہاں ہے؟ میں اس سے مل آؤں۔" وہ جلدی سے

www.ksars.org

بولیں۔"وہ سورہی ہے اس کی طبیعت کچھ خراب ہے۔"صندل فوراً کھڑی ہوگئی اور چلتے ہوئے بولی۔"بڑی ماں پھر تو مجھے ضرور ہی اس سے ملنا چاہئے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ تارا کے کمرے میں پہنچی تو وہ بستر پر لیٹی تھی۔ سارا گھر سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ تارا اکیلی اپنے کمرے میں تھی۔ صندل کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی اور گلے مل کر رونے لگی۔ صندل نے اسے تسلی دی۔ اس کے چہرے پر جگہ جگہ تیز ناخن کے نشان تھے۔ ہاتھوں اور بازوؤں پر جگہ جگہ نیل پڑے ہوئے تھے۔ صندل اسے بلا کر کمرے میں لے آئی کہ میرے باپو کو پرنام کرو جیسے ہی تارا صندل کے ساتھ کمرے میں آئی مندر راج باپو اور ان کی بیگم دونوں ہی گھبرا گئے۔ تارا نے ٹھاکر صاحب کو پرنام کیا۔ وہ تارا کو دیکھ کر فوراً بولے۔ "ارے بیٹی، یہ آپ کے چہرے پر کیا ہوا؟"تارا کی بجائے اس کی ماں بولی۔"کچھ نہیں۔ پڑوس کا کتا ٹوٹ پڑا تھا۔ بھگوان نے کرپا کی زیادہ نقصان نہیں ہوا۔"تارا نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ ماں کا اشارہ سمجھ کر چپکی ہو رہی۔

ٹھاکر صاحب صندل کو لے کر جلد ہی وہاں سے اٹھ آئے۔ واپسی پر وہ سارا راستہ خاموش رہے۔
ایک طرف تو انہیں بھتیجی کی حالت پر افسوس تھا۔ دوسری طرف ان کا ذہن مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ ہمزاد نے اس سلسلے میں کیوں نہیں مدد کی۔ سب کے چہرے سے مایوسی اور رنج کیوں جھلک رہا ہے۔ یہی سب کچھ سوچتے ہوئے وہ صندل سے بولے۔"بیٹی دنیاوی حرص و ہوس آدمی کو دنیا میں ہی چین و سکون سے محروم کر دیتی ہے۔ بیٹی دنیا کی ہر شے مٹی سے بنی ہے۔ دنیاوی دولت، دنیاوی شہرت، دنیاوی عیش و آرام ہر شے مٹی کے غلاف میں بند ہے۔ ہمارا جسم بھی مٹی کے جسم کے ساتھ ہے۔ جب موت مٹی کے جسم کو مٹی ملا دیتی ہے تو اس جسم کے ساتھ وابستہ ہر شے کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ مگر جو دنیا میں رہتے ہوئے اپنا رشتہ اپنی آتما کی شکتی سے جوڑ لیتے ہیں پر ماتما کی دیا سے اور آتما کی شکتی سے ان کے دنیاوی تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں۔"صندل پیار سے اپنے باپو کے قریب ہوتے ہوئے بولی۔"باپو، مجھے اپنی آتما کے ساتھ ہی جینا ہے۔ آتما کے ساتھ ہی مرنا ہے۔ بھگوان سے میرے لئے پرارتھنا کرتے رہنا۔"

دونوں گھر پہنچے تو چودھرائن کو اپنا منتظر پایا۔ دیکھتے ہی بولیں۔"تارا سے ملاقات ہوئی؟"ٹھاکر صاحب بولے۔"ہاں بیگم، کچھ نہ پوچھو، ان کا تو سارا گھر بیمار لگتا ہے۔ وہ پہلے جیسے خوشی دکھائی نہیں دیتی۔ تارا کے تو چہرے اور بازوؤں پر خراشوں اور نیل کے نشان جابجا پڑے ہوئے ہیں۔ مگر بیگم ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ

www.ksars.org

اس سلسلے میں وہ اپنے ہمزاد سے کام کیوں نہیں لیتے۔"صندل بولی۔" باپو، وہ جن ہمزاد سے زیادہ طاقتور تھا۔"ٹھاکر صاحب بولے۔" مگر بیٹی، تارا کی چوٹوں کے نشان تو ٹھیک کر سکتا ہے۔ پھر وہ اس سے کام کیوں نہیں لے رہے۔" یہ سن کر صندل چپ ہو گئی اس نے اس وقت یہ بتانا مناسب نہ سمجھا کہ سلطان بابا نے آج رات کے لئے اسے کیا کہا ہے۔ وہ سوچنے لگی۔ یہ راز تو اب رات کو ہی کھلے گا۔

رات گہری ہو گئی۔ سب اپنے اپنے کمرے میں سونے کے لئے چلے گئے۔ بارہ بجنے والے تھے۔
صندل بستر پر بیٹھی تارا اور دوسری لڑکیوں کے متعلق سوچتی رہی۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی۔ ویسے بھی اسے سونا تو تھا نہیں۔ وہ تو سب کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔ گھر کی فضا اب مکمل سناٹے میں ڈوب چکی تھی۔ وہ دبے پاؤں اٹھی، ہاتھ منہ دھویا، سفید کپڑے پہنے، صندل کی خوشبو لگائی اور صندل دیوی کے کمرے میں آ گئی۔ کمرے میں نیلے رنگ کا زیرو کا بلب جل رہا تھا۔ اندھیرے میں نیلا رنگ شامل ہو کر فضا کو اور زیادہ پر اسرار بنا رہا تھا وہ چپ چاپ کمرے میں داخل ہوئی۔ بھگوان کے چرنوں میں سر رکھا اور اپنے من میں بسنے والے رب کی حمد و ثناء کرنے لگی۔ سجدے کی حالت میں وہ بہت دیر تک اپنے رب کے ساتھ مشغول رہی۔ اسی حالت میں اسے اپنے اندر ایک تیز روشنی دکھائی دی اور اس روشنی کے اندر سلطان بابا کھڑے نظر آئے جو اسے بہت دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں نکل کر اسے اپنے اندر جذب ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کی تمام تر توجہ سلطان بابا پر مرکوز ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اسے اپنے اندر بے پناہ قوت و شکتی محسوس ہوئی اور اسی روحانی شکتی کی تائید پر اس نے سجدے سے سر اٹھا لیا۔ اس کا ذہن کورے کاغذ کی طرح خالی تھا۔ اس کی نظریں سامنے دیوار پر ٹک گئیں۔ اس کا جسم مٹی کے بت کی طرح جامد و ساکت تھا۔ چند لمحوں بعد اس ساکت جسم کے اندر سے ایک لطیف جسم نکلا اور سامنے کی دیوار میں داخل ہو گیا۔ اب اس کے سارے حواس لطیف جسم کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔

اس نے دیکھا کہ وہ ایک روشنی کے پردے میں داخل ہوئی۔ پردے میں داخل ہوتے ہی اسے نہایت ہی روشن عالم دکھائی دیا۔ جیسے ہر شے بہت تیز اور شفاف روشنی کے اندر رکھی ہوئی ہے۔ ابھی اس نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے لئے آنکھیں اٹھائی ہی تھیں کہ سامنے سے سلطان بابا آتے دکھائی دیئے۔ وہ خوشی سے سلطان بابا کہتی ہوئی ان

www.ksars.org

کی جانب لپکی۔ انہوں نے اسے گلے سے لگایا اور ماتھے پر چوم لیا۔ پھر فرمانے لگے۔ "صندل شہنشاہ جنات کے دربار میں تمہیں بلایا گیا ہے۔ ہم تمہیں وہیں لے جانے کے لئے آئے ہیں۔" صندل نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، آپ کا حکم ماننا میرا دھرم ہے۔" ابھی وہ چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک عظیم الشان محل آ گیا۔ اس کی دیواریں قیمتی رنگین پتھروں سے منقش تھیں۔ اس کا عظیم الشان دروازہ شاہی شان و شوکت کا علمبردار تھا۔ دروازے کے دونوں جانب دو قوی ہیکل جن، گارڈ کی صورت میں تعینات تھے۔ سلطان بابا نے آگے ہو کر ایک گارڈ سے کہا۔ "شہنشاہ جنات کی خدمت میں سلطان بابا اور صندل بی بی کا سلام پہنچا دیں۔" اگلے لمحے اس کے برابر والا بٹن روشن ہو گیا اور دروازہ کھل گیا۔ گارڈ نے سر جھکا کر سلام کیا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ایک لمبی راہداری سے گزر کر وہ دونوں ایک بہت ہی بڑے ہال میں پہنچے۔ اس ہال کے دروازے پر پہنچ کر گارڈ نے ان کو اس دروازے پر کھڑے گارڈ کے حوالے کر دیا اور خود سلام کر کے واپس لوٹ گیا۔ وہ جن ان دونوں کو لے کر ہال کے اندر داخل ہوا۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ سامنے ہال کے دوسرے کنارے پر شہنشاہ جنات کا تخت بچھا ہے۔ تخت نہایت ہی شاندار تھا۔ اس کے دونوں اطراف میں قیمتی پتھروں کے جڑاؤ چیتے بنے ہوئے تھے۔ جو دیکھنے میں بہت رعب دار لگتے تھے۔ ان پتھروں کے رنگ بھی اصل چیتے جیسے ہی تھے۔ تخت پر شہنشاہ جنات اور اس کی ملکہ براجمان تھے۔ ان کی پشت پر دو قوی ہیکل جن گارڈ متعین تھے۔ تخت سے ذرا پرے مجرموں کا کٹہرا تھا جس کے قریب تین جن گارڈ کھڑے تھے۔ اس کٹہرے کی پشت پر دروازہ تھا جو بند تھا۔ ہال میں کرسیوں پر بہت سارے جنات مرد و خواتین بیٹھے تھے۔ وہ جن ان دونوں کو لے کر سیدھا تخت کی جانب گیا اور ان کا تعارف بادشاہ و ملکہ سے کرایا اور پھر وہ جن انہیں قریب کی کرسیوں پر بٹھا کر چلا گیا۔ ایک اور جن ملکہ و بادشاہ کے تخت کے دائیں جانب کھڑا ہوا تھا، اس نے سب سے پہلے بادشاہ و ملکہ کی شان میں تعریفی کلمات کہے اور ان کی کامرانی و کامیابی کی دعائیں کیں۔ اس کے بعد اب باقاعدہ دربار میں پیشی کا اعلان ہوا۔

مجرموں کے کٹہرے کے پیچھے والا دروازہ کھلا۔ زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک مجرم کٹہرے میں لایا گیا۔ جس کے دونوں بازوؤں کو دو قوی ہیکل جن مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے تھے۔ جیسے ہی صندل کی نگاہ اس پر پڑی

www.ksars.org

وہ ایک دم بول اٹھی۔ "سلطان بابا یہ تو وہی جن ہے جو تارا کو پریشان کر رہا تھا۔" اس کے بعد ایک اور مجرم زنجیروں سے جکڑا ہوا لایا گیا۔ جب وہ کٹہرے میں کھڑا ہوا تو صندل حیران رہ گئی وہ تو ہمزاد تھا۔ اس نے سلطان بابا کو بتایا۔ سلطان بابا دھیرے سے بولے۔ "ساری آفت تو اسی کی لائی ہوئی ہے۔"

کارروائی شروع ہوئی جن وکیل بولا۔ "اے جن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ شہنشاہ جنات کی حکومت میں جنوں کا انسان لڑکیوں کے ساتھ تعلق قائم کرنا ناقابل معافی جرم ہے؟" اس جن نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "جناب والا، یہ بات مجھے معلوم ہے۔" وکیل جن بولا۔ "کیا تم پہلے بھی یہ جانتے تھے؟" مجرم جن بولا۔ "جی ہاں، جناب والا، میں پہلے سے ہی اس بات سے واقف تھا۔" وکیل بولا۔ "تم نے ایسی خبیث حرکت کیوں کی؟ اور نہ صرف تم نے اکیلے ہی یہ کام کیا بلکہ اپنے ساتھ ایک ٹولی بنائی۔ میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ اس ٹولی کو دربار میں پیش کیا جائے۔" پھر پانچ جنات لڑکے زنجیروں میں جکڑے ہوئے کٹہرے میں لائے گئے۔ مجرم جن بولا۔ "جی ہاں، یہ میرے ساتھی ہیں۔" وکیل نے ان پانچوں سے بھی باری باری یہی سوال کیا۔ کہ تمہیں کس چیز نے اس خبیث حرکت پر اکسایا؟ مجرم جن بولا۔ "جناب والا، یہ ہمزاد کئی ماہ سے ہمارا دشمن بنا ہوا ہے۔ یہ ہماری بستی میں آکر ہماری دکانیں لوٹ کر لے جاتا ہے۔ کئی بار اس نے ہماری عورتوں کے گلوں سے اس طرح ہار کھینچے کہ ان کی گردنوں پر نشان پڑ گئے۔ کئی مرتبہ اس نے ہمارے جن بھائیوں پر زبردستی اپنی طاقت آزمائی جس کے نتیجہ میں چار جن شدید زخمی ہو گئے۔ ہم ہمیشہ اسے تنبیہ کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ لیکن یہ ایسی ذلیل حرکتیں کر کے رفوچکر ہو جاتا تھا۔ ہمارے ہاتھ نہ آتا تھا۔ ایک دو مرتبہ پکڑا گیا تو ہم نے وارننگ دے کر چھوڑ دیا تھا مگر اس کے بعد اس کی ذلیل حرکتوں میں مزید اضافی ہی ہوتا گیا پھر اس نے ہمارے کمسن بچوں کو سوتے سے اٹھا کر دربدر کرنا شروع کر دیا ہمیں کئی کئی دنوں بعد یہ بچے ملے کوئی کسی ویرانے سے، کوئی کسی جنگل سے، ان میں سے تین بچے مردہ پائے گئے۔ ہمیں ان کی ماؤں نے اس ظالم کی تلاش کیلئے کہا۔" وکیل بولا۔ "کیا محکمہ پولیس اس سلسلے میں تمہاری مدد کو نہیں آیا؟ تم نے اس سے مدد طلب نہیں کی؟ مجرم جن بولا۔ "جناب والا، ہماری پولیس اس سلسلے میں تفتیش کر رہی تھی۔ مگر ایسا ہوا کہ میری جوان بہن کا اکلوتا بیٹا جو ابھی دودھ پیتا تھا۔ اس ظالم نے میری بہن پر مجرمانہ حملہ کیا اور بچے کو مار پیٹ کر ختم کر دیا۔ میری بہن سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ جن نہیں بلکہ ہمزاد ہے۔

www.ksars.org

اس وقت میرے اوپر اپنی بہن اور اس کے معصوم بچے کا بے حد صدمہ تھا۔ میں نے اپنے دوستوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور اپنی بہن کی بے عزتی اور اس کے بچے کی موت کا انتقام لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہ واقعہ سن کر میرے میرے سارے دوست میری مدد کو تیار ہو گئے۔ ہم نے سوچا جب ہم انسانوں کی لڑکیوں کے ساتھ وہی کرینگے جو ہمزاد نے میری بہن کے ساتھ کیا تو ایک نہ ایک دن اس کے ساتھ ہماری مڈ بھیڑ ہو ہی جائے گی اور پھر ہم اسے پکڑ لیں گے۔

وکیل بولا۔ "پھر تم اور ہمزاد کس طرح گرفتار ہوئے؟" مجرم جن بولا۔ "میں اور میرے دوست اس رات انسانوں میں اپنے انتقام کی آگ بجھا رہے تھے۔ ہم پہلے بھی کئی بار جا چکے تھے۔ مگر باوجود کئی گھروں میں جانے کے ہمیں ابھی تک ہمزاد نہیں ملا تھا۔ ہم سب روزانہ نئے نئے گھروں میں جاتے تاکہ ہمزاد سے کہیں نہ کہیں سامنا ہو جائے۔ اس رات جب میں بستی کی ایک لڑکی تارا کو پریشان کر رہا تھا کہ تارا کی چیخ و پکار سن کر ہمزاد آ گیا۔ اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا ہم دونوں میں خوب جنگ ہوئی درمیان میں تارا بھی نشانہ بنتی رہی۔ اتنے میں ایک نورانی سایہ دیوی کے روپ میں ہمارے سامنے آ گیا۔ اس کی قوت و طاقت تمام جنوں اور تمام ہمزادوں سے زیادہ تھی۔ اس دیوی نے ہم دونوں کا مقابلہ کیا اور بہت جلد تارا کو چھڑا لیا۔ اس نے اپنے نوکیلے ناخن میری آنکھوں میں گاڑ دیئے اور میں زخمی ہو گیا۔ تب میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولی میرا نام صندل ہے۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گئی۔ اسی وقت جن پولیس آ گئی مجھے اور ہمزاد کو گرفتار کر لیا اور ہم یہاں آ گئے۔" وکیل نے باقی جنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ تم کس طرح گرفتار ہوئے؟" ان سب نے بتایا کہ ہمارے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ ہم انسانوں کی اسی بستی میں ان کی لڑکیوں کو تنگ کر رہے تھے کہ ایک نورانی دیوی ہمارے مقابلے میں آ گئی۔ اس کی قوت و طاقت ایسی تھی کہ وہ دو انگلیوں سے پکڑ کر ہمیں اٹھا لیتی اور زمین پر پٹخ دیتی۔ یہاں تک کہ ہم بے بس ہو گئے اتنے میں پولیس نے آکر ہمیں پکڑ لیا۔"

اب وکیل نے آواز دی۔ "صندل دیوی کو مقدمہ کی کارروائی کے لئے حاضر کیا جائے۔"

www.ksars.org

سلطان بابا نے صندل کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹی، جاؤ اللہ پاک تمہاری قوت و شکتی کو اور بڑھائے۔" صندل نے سلطان بابا کے آگے تشکر کے طور پر سر کو تھوڑا سا جھکایا اور تیزی سے کٹہرے کی جانب بڑھ گئی۔ وکیل جن بولا۔ "کیا آپ ہی صندل دیوی ہیں؟" صندل بولی۔ "میرا نام صرف صندل ہے۔ میں ٹھاکر صاحب کی بیٹی ہوں۔" وکیل بولا۔ "یہ جناب آپ کی قوت و شکتی کا اعتراف کرتے ہیں اور آپ کو عقیدت میں دیوی کہتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ نے یہ غیر معمولی قوت کہاں سے پائی؟" صندل بولی۔ "جناب والا، یہ قوت میری آتما کی قوت ہے اور مجھے میری آتما سے متعارف کرانے والے میرے سلطان بابا ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بھگوان پتھروں میں نہیں بلکہ آتما میں بستا ہے۔ اور آتما میں داخل ہونے کا دروازہ دل ہے۔ جب کوئی بندہ دماغ سے نہیں بلکہ دل کے راستے اپنی روح میں داخل ہوتا ہے تب وہ اس راستے پر قدم رکھتا ہے جو راستہ بھگوان تک پہنچتا ہے۔ اس راستے پر چلنے کی شکتی بھگوان کی جانب سے آتما کو پہنچتی ہے اور آتما کی شکتی سے بدن قوت پکڑتا ہے۔ پس اس شکتی و قوت سے بدن وہی کام کرتا ہے جو بھگوان اپنے بندے سے لینا چاہتا ہے اور میرے سلطان بابا یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی بندہ جب اپنے آپ کو بھگوان کے سپرد کر دیتا ہے اس بھگوان کے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے تو اس کی آتما میں بھگوان کی ایسی شکتی اور نور ذخیرہ ہو جاتا ہے کہ خود یہی شکتی آتما کا روپ دھار کر دنیا میں برائی کا خاتمہ کرتی ہے اور کمزور و بے بس مخلوق کو ظلم سے نجات دلاتی ہے۔" صندل نے رعب دار آواز میں کہا۔ "جناب والا، میں نے بھگوان کے بے بس و کمزور بندوں کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے اس جن اور ہمزاد کا مقابلہ کیا تھا اور شر کا مقابلہ مٹی کا جسم نہیں بلکہ آتما کی شکتی ہی کر سکتی ہے۔ یہ بھگوان کی لیلا ہے کہ اس نے جس روپ میں چاہا، آتما کی شکتی کو وہی روپ دے کر شر کے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔" وکیل نے عقیدت بھرے لہجے میں صندل سے کہا۔ "آپ تشریف رکھیں۔" اور پھر اس نے سلطان بابا کو پکارا۔ "سلطان بابا حاضر کئے جائیں۔" سلطان بابا فوراً آ گئے۔

وکیل نے سلطان بابا سے پوچھا۔ "کیا آپ نے صندل کا بیان سنا؟" انہوں نے اقرار کیا اور بولے۔ "صندل نے جو کچھ بھی کہا، اس کا ایک ایک حرف درست ہے۔ جب سے کائنات وجود میں آئی ہے اور اس کائنات میں جنات اور انسانوں کی بستیاں بسائی گئی ہیں۔ اس وقت سے جنات اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے امن و

www.ksars.org

آشتی کے ساتھ زندگی گزارنے کے اصول بھی بتائے گئے ہیں۔ ان اصولوں کو لے کر ان کے درمیان پیغمبر اور اللہ کے ہدایت یافتہ آچکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود جب جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی حدود کو توڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں تو اللہ اپنے بندوں کو ایسے لوگوں کے مقابلے کے لئے بھیجتا رہتا ہے۔ تا کہ اس بستی میں بسنے والے باقی انسان و جنات اس بات سے واقف ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی حفاظت کرنا بندے کا دھرم اور فرض ہے۔" وکیل جن بولا۔ "جناب سلطان بابا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وہ کونسی حدود ہیں؟ جس کی خلاف ورزی ان شر پسند جنوں اور ہمزاد نے کی ہے اور اللہ نے ان کے متعلق کہاں بیان فرمایا ہے۔؟" سلطان بابا بولے۔ "جناب والا، آسمانی کتابیں اور صحیفے اللہ کا کلام ہیں جو جنات اور انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئے ہیں اور ان کی جامع دستاویز قرآن ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اس مقدس کلام کی رو سے اس کیس میں ملوث لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تخلیقی حدود کو پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نفس واحدہ سے آدم کو پیدا کیا۔ اور پھر آدم سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے جنس سے اس کی نسل چلائی۔ مرد اور عورت نفس واحدہ کے دو رخ ہیں ان دو رخوں کا جنسی میل اس جنس کی افزائش نسل کرتا ہے۔ افزائش نسل کے نظام کو جاری و ساری رکھنے کے لئے یہ قانون بنایا گیا ہے کہ کسی بھی ہم جنس کے دو رخوں میں ہی جنسی ملاپ ہو۔ تا کہ اس سے افزائش نسل کا سلسلہ چلتا رہے۔ مگر اس کیس میں قانون فطرت کے خلاف دو غیر جنس کا ملاپ کرنے کی کوشش کی گئی۔ کیونکہ جن اور بشر کسی طور پر ہم جنس نہیں ہیں۔ اس لئے قانون فطرت کی خلاف ورزی کرنے سے قدرت کی بنائی ہوئی حدود پامال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسانوں اور جنات کی بستیوں میں ایسے شرمناک واقعات عمل میں آتے ہیں تو قدرت کی جانب سے ان کا بھرپور سدباب کیا جاتا ہے اور قدرت انہیں میں سے کسی بندے کو اپنے احکام کے لئے چن لیتی ہے۔ جیسا کہ اس کام کے لئے قدرت نے صندل کو چن لیا ہے۔"

وکیل جن نے کہا۔ "سلطان بابا، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ فطرت کی خلاف ورزی کرنے پر بندے کو کون اکساتا ہے؟" سلطان بابا بولے۔ "انسان ہو یا جن، ان دونوں میں ان کا اپنا ارادہ اور عقل و شعور کام کر رہا ہے۔ اس کی ذمہ داری صرف اور صرف خود ان پر عائد ہوتی ہے۔" وکیل نے پھر سوال کیا۔ "سلطان بابا، میں جاننا چاہتا ہوں کہ

www.ksars.org

انسان اور جنات کا ارادہ و عقل فطرت کے خلاف کیوں کام کرتا ہے؟"سلطان بابا بولے۔"جناب والا، اس کی دو وجوہات ہیں ایک وجہ اپنے خالق کو نہ ماننا، دوسری وجہ اس کے احکامات سے انحراف کرنا ہے اور ان دونوں وجوہات کا سبب لاعلمی ہے۔یعنی جب اس علم سے منہ موڑ لیا جاتا ہے جس علم کا سیکھنا ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔تب وہ اپنی لاعلمی کے باعث آفت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔"وکیل جن نے کہا۔"کیا آپ درباریوں کو اس بات سے آگاہ کرنا پسند کریں گے کہ اس علم کو وہ کس طرح حاصل کریں؟"سلطان بابا نے فرمایا۔"جناب یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام علوم کی مکمل دستاویز قرآن حکیم ہے۔جو اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔یہ تمام علوم قرآن سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔"

وکیل نے مودبانہ انداز میں سر کو جھکا کر سلطان بابا کا شکریہ ادا کیا اور پھر ہمزاد کو حاضری کا حکم دیا۔سلطان بابا دوبارہ اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گئے۔صندل نے آہستہ سے ان کا ہاتھ دبایا۔اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔وکیل کے اعلانیہ پکارنے پر ہمزاد بیان دینے کے لئے حاضر ہوا۔وکیل نے پوچھا۔"کیا تم ہمزاد ہو؟"ہمزاد بولا۔"مندارج بابو میرے آقا ہیں۔"وکیل نے کہا۔"تمہارے خلاف چوری، ڈکیتی، بچوں کے اغواء اور ان کو مارنا اور عورتوں کی عصمت دری کرنے کے الزامات ہیں۔تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟"ہمزاد بولا۔جناب والا، میں تو حکم کا غلام ہوں ہر کام اپنے آقا کے حکم پر کرتا ہوں۔"وکیل بولا۔"کیا تم اپنے اوپر عائد تمام الزامات کا اعتراف کرتے ہو؟"ہمزاد بولا۔"میں نے یہ سب کام اپنے آقا کے ایماء پر کئے ہیں تاکہ وہ مجھ سے خوش رہے۔"وکیل نے کہا۔"تمہارا آقا انسان ہے۔تم انسان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے جناب کی بستی میں کیوں داخل ہوئے؟"۔ہمزاد بولا۔"جناب والا، شروع شروع میں میرا آقا حکم دیتا تھا کہ کبھی زیور کا سیٹ لاؤ، کبھی کھانے پینے کی کوئی چیز لاؤ، کبھی کپڑوں کے تھان لاؤ۔یہ سب کچھ میں انسانوں کی بستی سے ہی انہیں لا کر دیتا رہا۔مگر ایسا ہوا کہ ایک بار ان کی بیگم صاحبہ کی فرمائش پر میں نے انہیں نورتن کا ہار لا کر دیا۔یہ ہار ایک دکان کے شوکیس کے اندر تھا۔یہ ہار بہت قیمتی تھا۔آقا اور مالکن بہت خوش ہوئے اور وہ پہن کر ایک شادی میں گئے۔اتفاق سے یہ ہار اس دلہن کے لئے سنار نے بنایا تھا۔اور خاص طرح کا تھا۔ایسا کہیں اور نہ تھا۔ہار کی گمشدگی پر دلہن والے بھی پریشان تھے اور زیادہ پریشانی تو دکاندار کی تھی۔جس کا بھاری نقصان ہوا تھا۔جب

www.ksars.org

مالکن شادی میں ہار پہن کر گئیں تو ہر ایک نے دیکھا۔ سب نے اس کی تعریف کی۔ دلہن کی ماں کی جب ہار پر نظر پڑی تو وہ ایک دم چونک گئی۔ پوچھا یہ ہار کہاں سے لیا؟ وہ بولی۔ "میرے میاں لائے تھے۔" دلہن کی ماں نے اپنے گھر والے کو بلایا اس نے مندراج بابو کو بلا لیا اور مندراج بابو بولے۔ "میں نے فلاں دکان سے خریدا ہے۔" دکاندار جس نے وہ ہار بنایا تھا وہ اسی محفل میں تھا۔ وہ بھی بلایا گیا اس نے فوراً ہار پہچان لیا۔ دلہن کا باپ کہنے لگا۔ "یہ ہار تو ہم نے اسپیشل ڈیزائن دے کر اپنی بیٹی کے لئے بنوایا تھا۔ یہ آپ کو کیسے مل گیا؟" ہم نے دکاندار کو اس کا ڈپازٹ دیا ہوا تھا۔ اس نے یہ آپ کو بیچ دیا۔ مندراج بابو نے صورت حال فوراً بھانپ لی۔ انہوں نے کہا کہ فلاں دن یہ ہار میں نے اس دکاندار سے لیا تھا۔ اب کیا تھا، دکاندار کو دلہن کے باپ نے دو تین تھپڑ مکے مارے اور پولیس کو بلا کر گرفتار کرا دیا کہ اس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا اور عین وقت پر بیٹی کی شادی میں ہمیں پریشان کیا۔ جس سے ہمارے کاموں میں بہت رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ آقا نے مجھے حکم دیا کہ تم انسانوں کی بستی سے کوئی چیز نہ لایا کرو بلکہ جنات کی بستی سے لاؤ تاکہ یہاں اس کا کوئی دعوے دار نہ ہو۔ میرے لئے یہ کام کچھ مشکل نہ تھا کیونکہ میں جنات کی بستی میں پہلے بھی آتا جاتا رہا ہوں۔ تب میں نے جنات کی دکانوں سے زیورات اور ہیرے جواہرات چرانے شروع کر دیئے۔ اس سے میرا آقا اور مالکن بہت خوش ہوئے۔

ایک مرتبہ میں ایک دکان پر گیا۔ عموماً میں ایسے وقت میں جنات کی دکانوں پر جاتا، جب دکان بند ہو اور کوئی بھی نہ ہو کیونکہ انسان تو مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ مگر جنات مجھے دیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے میں ان سے نظر بچا کر ہی اپنا کام کرتا۔ اس دن بھی میں ایسے وقت میں دکان پر گیا۔ جب سارا بازار بند تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ ایک دکان پر مجھے میری مطلوبہ چیز دکھائی دی۔ یہ خوبصورت کنگن تھے جو میرے آقا نے اپنی بہو کے لئے مجھ سے منگوائے تھے۔ میں جلدی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور ابھی میں نے کنگن اٹھائے ہی تھے کہ اچانک ایک چیخ کی آواز مجھے پیچھے سے سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو ایک بچہ مجھے دیکھ کر چیخا تھا۔ میں اس صورتحال سے ہڑبڑا گیا تیزی سے اس بچے کو اٹھا کر دروازے سے باہر نکلا۔ بچہ مسلسل رو رہا تھا۔ مجھے اپنے پیچھے کچھ آوازیں سنائی دیں مگر میں فوراً ہی برابر والی گلی سے نکل کر جنگل کی طرف آ گیا۔ بچے کے منہ پر میں نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جس سے اس کی آواز بند ہو گئی تھی کسی نے بھی مجھے نہیں

www.ksars.org

دیکھا۔ دور جنگل میں پہنچ کر جب مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ یہاں کوئی نہیں ہے تو میں نے اس بچے کو وہیں چھوڑ دیا اور آقا کے پاس آ گیا۔"

وکیل نے کہا۔ "کیا تم نے آقا کو بتایا کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے؟" ہمزاد بولا۔ "نہیں، کیونکہ آقا اور مالکن اور ان کی بہو کنگن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی خوشی میں، میں سب کچھ بھول گیا۔" جن وکیل، شہنشاہ جنات کی جانب دیکھ کر بولا۔ "عالیجاہ! وہ بچہ تین دن بعد جو جنگل سے مردہ حالت میں ملا۔" ہمزاد اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "پھر اسکے یکے بعد دیگرے دو اور واقعہ یوں ہوئے کہ ان میں بھی بچوں نے مجھے دیکھا اور ان کی مخبری کے ڈر سے میں نے انہیں کسی ویرانے میں اور جنگل میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا۔ جس کی وجہ سے میرے پیچھے پولیس لگ گئی۔ مگر ان کے خیال میں یہ وارداتیں کسی شریر اور تخریب کار جن کی تھیں۔ وہ اپنی بستی میں اسے تلاش کرتے رہے میں ویسے بھی صرف اپنے کام کے لئے ہی جنات کی بستی میں جاتا تھا ورنہ باقی وقت میرا اپنے آقا کے پاس ہی گزرتا۔ بہت دن یہی سلسلہ جاری رہا چونکہ میں جنات کی نظروں سے بچ کر کام کرنا چاہتا تھا اس لئے میں ایسے وقت میں بستی میں داخل ہوتا جب سب سورہے ہوتے۔ دو تین مرتبہ گہری نیند میں سوئی ہوئی عورتوں کے گلے سے میں نے ہار اتارے۔ ایک مرتبہ میں ایک سوئی ہوئی عورت کے گلے سے ہار اتار رہا تھا کہ وہ جاگ گئی۔ وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ اس نے مزاحمت کی جس کی وجہ سے گردن پر نشانات آ گئے اور اسی ہاتھا پائی میں، میں نے اس پر مجرمانہ حملہ کر دیا۔ اس وقت تاریکی تھی۔ حالت خوف نے اس پر سکتہ طاری کر دیا اور میں واپس انسانوں کی بستی میں آ گیا۔ اس دن کے بعد نوجوان جن عورتوں پر مجرمانہ حملہ کرنے میں مجھے لطف آنے لگا۔ مگر میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھتا کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں۔ میں نئے نئے ماسک لگا کر جاتا تا کہ کوئی میرا اصلی چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

وکیل جن بولا۔ "کیا تمہاری ان خبیث حرکتوں سے تمہارا آقا واقف تھا؟" ہمزاد بولا۔ "اس نے کبھی مجھ سے نہیں پوچھا نہ ہی میں نے اسے بتایا۔ اسے اپنی مطلوبہ چیز سے غرض تھی جب اسے وہ مل جاتی تو وہ خوش ہو جاتا۔ اسی طرح ایک رات ایک جوان عورت بستر پر لیٹی اپنے بچے کو سلا رہی تھی۔ وہ گھر میں اکیلی تھی۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا وہ بچے کو سینے سے چمٹائے ہوئے تھی اور چھوڑتی نہ تھی۔ میں نے زبردستی اس بچے کو ماں سے الگ کیا وہ رونے

www.ksars.org

لگا تو اسے ایک تھپڑ مارا مگر وہ میری قوت برداشت نہ کر سکا اور اس کی گردن کا منکا ڈھلک گیا۔ اس کی ماں نے ایک شیرنی کی طرح میرا مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر میں نے اسے زیر کر لیا۔ اس نے اپنے نوکیلے ناخنوں سے میرا ماسک پھاڑ دیا اور پہچان گئی کہ میں جن نہیں بلکہ ہمزاد ہوں۔ اس نے مجھے چیلنج کیا کہ وہ مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گی اور اپنے بچے کا انتقام لے کر ہی رہے گی۔ اس کے بعد اس کے جن بھائی نے میری تلاش انسانوں کی بستی میں کرنی شروع کر دی اور ایک رات جب وہ اور اس کے جن دوست انتقاماً میرے آقا کی بیٹی تارا پر حملہ کر رہے تھے تو اس کی چیخ پر آقا نے مدد کے لئے مجھے پکارا اور پھر اس کے بعد وہی ہوا جو مجھ سے پہلے یہ مجرم جن بیان کر چکا ہے۔ صندل دیوی اگر درمیان میں نہ آتی تو یہ مجھ سے کبھی جیت نہیں سکتا تھا، وہ ملزم جن کی طرف دیکھ کر دانت پیستا ہوا بولا۔

www.ksars.org

شہنشاہ جنات کا فیصلہ

ہمزاد کا بیان ختم ہو گیا تو وکیل نہایت ہی تعظیم کے ساتھ شہنشاہ جنات اور ملکہ کے آگے جھکا اور کورنش بجالایا، پھر عرض کی۔"اے شہنشاہ جنات، رعایا میں آپ کا رتبہ بلند ہو اور آپ کی حکومت صدا قائم رہے، ملکہ عالیہ اپنی رعایا پر مہربان رہیں۔ خدمت عالیہ میں عرض کرتا ہوں کہ مقدمے کی کارروائی پوری ہو چکی ہے۔ سب کے بیانات لئے جا چکے ہیں۔ اب شہنشاہ عالی جاہ کے فیصلے پر اس مقدمے کی تکمیل کا دارومدار ہے۔ دربار، عالی جاہ کے فیصلے کا منتظر ہے۔ شہنشاہ جنات نے چند لمحوں تک سارے دربار پر نگاہ، دوڑائی پھر کچھ دیر مجرموں کو گہری نگاہ سے دیکھتا رہا، پھر کہا۔" میں شہنشاہ جنات، اس مقدمے کے فیصلے میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اس کیس میں ملوث تمام جنات کو تین سال کے لئے قید تنہائی میں نظر بند کر دیا جائے۔ تین سال تک انہیں الگ الگ کوٹھریوں میں بند کر دیا جائے۔ جہاں وہ کسی سے ملاقات نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ جیل کے وارڈن کو بھی ان سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تین سال بعد جب وہ رہا ہوں تو مزید تین سال تک انہیں مکمل نگرانی میں رکھا جائے۔ ہمزاد کے لئے یہی سزا بارہ سال کی مدت کے لئے ہو گی۔" پھر شہنشاہ جنات نے وکیل کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔ وکیل نے بآواز بلند پکارا۔"شہنشاہ عالی جاہ سلطان بابا اور صندل بی بی کو خدمت عالی میں حاضری کا حکم دیتے ہیں۔"سلطان بابا اور صندل دونوں اٹھے اور پر وقار انداز میں چلتے ہوئے بادشاہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ادب سے فرمایا۔"عالی جاہ کی خدمت میں آداب عرض ہو۔"شہنشاہ جنات سلطان بابا کے آگے قدرے سر خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "سلطان بابا، ہم آپ سے اور صندل بی بی سے بہت خوش ہوئے کہ آپ کی توجہ اور صندل بی بی کی مدد سے ایسے خطرناک مجرم پکڑے گئے۔ آپ دونوں کی اس خدمت کے صلہ میں ہماری جانب سے آپ دونوں کو آزادانہ عالم جنات میں آنے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہنشاہ جنات کی جانب سے اور حکومت جنات کی جانب سے صندل بی بی کو دیوی کا اعزازی خطاب عطا کیا جاتا ہے۔ اب وہ عالم جنات میں صندل دیوی کے نام سے پہچانی جائیں گی۔"شہنشاہ جنات نے ایک خادم کو اشارہ کیا۔ خادم

www.ksars.org

چاندی کی ٹرے لے کر حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس ٹرے سے دو کارڈ اٹھا کر سلطان بابا اور صندل دیوی کو دیئے۔ یہ عالم جنات میں داخلے کے اجازت نامے تھے۔ پھر ایک دوسرا خادم سونے کی ٹرے لے کر حاضر ہوا اس کے اندر ایک بت رکھا تھا۔ اس بت کے نیچے لکھا تھا۔ ''صندل دیوی'' اور شہنشاہ جنات کا نام بھی نقش تھا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لقب شہنشاہ جنات کا عطا کردہ ہے۔ شہنشاہ جنات نے یہ بت صندل کو پیش کیا۔ خوشی کی لہروں نے صندل کے چہرے کو اور بھی روشن کر دیا۔ اس نے سر کو قدرے جھکا کر شہنشاہ جنات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''عالیجاہ، نیکی کی ہر صفت بھگوان کی صفت ہے۔ پرماتما آپ کو لمبی عمر دے تاکہ آپ کی رعایا آپ کے دور حکومت میں سکون سے رہے۔''

شہنشاہ جنات مسکرائے اسی وقت ملکہ نے پاس کھڑے جن گارڈ کو اشارہ کیا۔ وہ ایک خوان پوش تھال اٹھالایا۔ ملکہ کے اشارے پر جن گارڈ نے یہ تھال صندل کو پیش کیا اور اعلان کیا کہ ملکہ کی جانب سے صندل دیوی کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ صندل دیوی نے ایک نظر سلطان بابا کی جانب دیکھا۔ سلطان بابا نے آنکھ کے اشارے سے اسے قبول کرنے کی اجازت دے دی۔ صندل دیوی نے وہ خوان اٹھالیا۔ جن گارڈ نے اس پر سے خوان پوش ہٹایا پورا تھال سونے کے سکوں سے بھرا ہوا تھا۔ صندل دیوی نے سر کو خم کرتے ہوئے ملکہ کا شکریہ ادا کیا۔ ''اے ملکہ عالی مرتبت آپ کی سخاوت آپ کے خزانوں سے بڑھ کر ہے۔ پرماتما نے آپ کے من کو اپنی روشنی سے نکھارا ہے۔ بھگوان کی دیا سے آپ کو آپ کے کرموں کا ایسا پھل ملے گا کہ آپ کا رب آپ سے خوش ہو جائے گا اور آپ بھی اپنے رب سے خوش ہو جائیں گی۔''

پھر صندل نے تھال میں ابھرے ہوئے سونے کے سکوں پر ہاتھ پھیرا اور بادشاہ اور ملکہ کی جانب سنجیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ملکہ عالیہ، بھگوان آپ کو اس سے ہزاروں گنا زیادہ دے۔ میرا خزانہ میرے من میں ہے۔ میرے آتما کی شکتی میرے من میں ہے۔ میرے من کی خوشی بندوں کی خوشی میں ہے۔ بلکہ عالی مقام، میں بصد شکریہ و احترام اس تبرک کو ان مصیبت زدہ جنات میں تقسیم کرنے کی اجازت طلب کرتی ہوں جنہیں ہمزاد کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔'' ملکہ اور شہنشاہ دونوں نے بیک وقت صندل کو حیران نظروں سے دیکھا اور پھر اسی وقت شہنشاہ جنات نے گارڈ جن کو اشارہ کیا اور اعلان کیا کہ ایک تھال اشرفیوں سے بھرا لایا جائے اور یہ دونوں تھال ان مصیبت زدہ

www.ksars.org

جنات میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا سب مل کر اپنے بادشاہ کی تعریف کے نغمے گانے لگے۔ صندل نے سلطان بابا کے اشارے پر عالم جنات میں داخلے کا ویزا کارڈ اور صندل دیوی کا سونے کا بت اٹھالیا اور دونوں نے بادشاہ و ملکہ سے اجازت طلب کی تا کہ واپس لوٹا جائے۔

سلطان بابا نے صندل کا ہاتھ پکڑا اور کورٹ سے باہر آئے۔ باہر آتے ہوئے انہوں نے صندل سے کہا۔ "میرے ساتھ قدم اٹھاؤ اور ساتھ ہی قدم رکھو۔" صندل نے ایسا ہی کیا۔ اب جو اس نے قدم رکھا تو وہ صندل دیوی والے کمرے میں تھی۔ ایک نظر میں اس نے دیکھا کہ اس کا جسم سنگ مرمر کی مورتی کی طرح ساکت و جامد بیٹھا ہے۔ اس نے قدم بڑھایا اور سنگ مرمر کی مورتی میں جیسے جان آگئی۔ اس کے ہاتھوں میں کارڈ اور صندل دیوی کی سونے کی مورتی تھی۔ اس نے اسے ایک جانب رکھا اور یہ کہتی ہوئی سجدے میں گر پڑی۔ "اے بھگوان، تیرے بہت سے نام ہیں، تیرے سب نام شبھ ہیں، میری آتما بھی ہر نام سے پکارتی ہے۔" تھوڑی دیر بعد وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ سارا گھر محو خواب تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی وہ نیند کی آغوش میں جا گری۔

علی الصبح مالا اور کاجل کی مدھ بھری آواز نے اسے جگا دیا۔ ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ صبح اٹھ کر گھر کے کام کاج سے پہلے بھگوان کے سامنے ماتھا ٹیکتیں اور اپنی خوبصورت آوازوں میں بھجن گاتیں۔ ان کی مدھر آواز پر آہستہ آہستہ سارا گھر جاگ کر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ سب لوگ بھجن کے بعد پرارتھنا کرتے اور پھر گھر کے دوسرے کام اور ناشتہ وغیرہ کی تیاری میں لگ جاتے۔ رات کو دیر سے سونے کے بعد صندل صبح کے وقت بڑی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مالا اور کاجل کی آواز نے اس کی محویت کو توڑ ڈالا مگر اس طرح کہ ان کی لہروں نے اس کے نیند کے حواس گمشدگی سے نکال کر نیند کے شعور میں داخل کر دیا۔ اس نے دیکھا دور حد نگاہ پر مردانہ وجاہت کا ایک حسین پیکر شباب اسے پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی نگاہ کی یہ طویل ڈور صندل کے دل سے لپٹی جا رہی ہے اور عشق کی بانہوں میں مچلتے شباب کا جمال ابھرتا جا رہا ہے۔ نیند کا عالم رفتہ رفتہ روشنی میں بدلتا گیا، پلکیں جھپکائیں، اب وہ پوری طرح ہوش میں آچکی تھی۔ کاجل اور مالا اپنی مدھر آواز میں بھجن گا رہی تھیں۔ اس کے اندر ایک ہلچل مچ گئی وہ ایک دم بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور تقریباً دوڑتی ہوئی پوجا کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ سفید ململ کے کپڑوں میں وہ کوئی پوتر روح

www.ksars.org

دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا انگ انگ خواب کے خمار میں لہرایا ہوا تھا۔ بل کھاتی ہوئی زلفوں میں حسین چہرہ بادلوں میں چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ ایک لمحے کو وہ دروازے پر رکی اور پھر سب کے ساتھ بیٹھ کر بھجن گانے لگی۔ اس کی بند آنکھوں میں سپنے لہرانے لگے۔ اسے یوں لگا کہ جیسے وہ ایک دم سے جوان ہو گئی ہے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں آئی تو اسے یاد آیا کہ شہنشاہ جنات نے اسے صندل دیوی کا خطاب دیا ہے۔ وہ بت اور کارڈ صندل دیوی والے کمرے میں ہی چھوڑ آئی تھی۔ اس نے سوچا ماں اور باپو اسے دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔ وہ صندل دیوی والے کمرے میں پہنچی۔ اس نے جلدی جلدی کمرے میں ہر طرف دیکھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس کا ذہن کہنے لگا اس کمرے میں تو کوئی نہیں آتا سوائے میرے۔ پھر یہ چیزیں گئیں کہاں؟ سلطان بابا کو اس کا ضرور علم ہو گا۔ اس نے من ہی من میں سلطان بابا کو پکارا۔ "سلطان بابا رات ہی تو میں نے یہ چیزیں یہاں رکھی تھیں، پھر انہیں کون لے گیا۔" سلطان بابا کی آواز سے اپنے دماغ میں سنائی دی۔ "بیٹی صندل ابھی تمہیں دیوی کا روپ دھارنے کے لئے کچھ اور کٹھناؤں میں سے گزرنا ہے۔ تمہاری یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس امانت ہیں۔ جب وقت آئے گا تو تمہیں مل جائیں گی۔" صندل سلطان بابا کی آواز پر دونوں ہاتھ جوڑ کر ادب کے ساتھ جھک گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے سلطان بابا کی نظر اسے دیکھ رہی ہے۔ وہ اندر ہی اندر ان سے مخاطب ہوئی۔ "سرکار، آپ کے حکم کی تعمیل میرا دھرم ہے۔" اور پھر خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کے بعد رات کے واقعے کا ذکر اس نے کسی سے نہ کیا۔

ابھی اس واقعے کو چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن بریٹھن آئی۔ اس کے پاس گدھا گاڑی تھی جو وہ خود ہی ہانکتی تھی۔ دور دور تک سارے محلے کے گھروں سے میلے کپڑے اکٹھے کر کے ان کی گٹھریاں بنا کر گاڑی میں لاد دیتی۔ گاڑی کی وجہ سے اسے بڑی آسانی تھی۔ جب تک گھر والی مالکن میلے کپڑے اکٹھا کرتی۔ بریٹھن کی زبان بغیر کسی وقفے کے چلتی رہتی۔ میلے کپڑوں کی گٹھری بنانے تک وہ سارے محلے کی خبریں سنا چکی ہوتی۔ اس دن بھی یوں ہوا کہ دروازے سے داخل ہوتے ہی اس نے اپنی پھٹی ہوئی زور دار آواز میں "چودھرائن جی" کی آواز لگانی شروع کر دی۔ چودھرائن کمرے سے نکل کر آئیں۔ بریٹھن نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ چودھرائن بولیں۔ "بریٹھن، اچھی تو ہو؟ بال بچے راضی خوش ہیں؟" بریٹھن ہاتھ جوڑ کے بولی۔ "کرم ہے مالکن جی کا، سب خوش ہیں۔" چودھرائن نے وہیں صحن

www.ksars.org

میں تخت پر بیٹھے بیٹھے بہو کو آواز دی۔ ”اے مالا، اے کاجل، بریٹھن آئی ہے۔ کپڑے نکال دو۔“ اس کے بعد بریٹھن کا ریڈیو چالو ہو گیا وہ ذرا اور ان کے قریب کھسک آئی اور اپنی جانب سے بڑی رازداری کے انداز میں دھیمی آواز میں کہنے لگی مگر اس کے پھٹے ہوئے گلے کا ہر سر دادرے سے کسی طرح کم نہ تھا۔ کم از کم پچاس گز کے فاصلے سے تو آسانی کے ساتھ سنا جا سکتا تھا۔

وہ بولی۔ ”اے مالکن، کچھ سنا تم نے؟ وہ اپنے مندراج بابو ہیں نا؟“ مندراج بابو کا نام سنتے ہی چودھرائن پوری طرح بریٹھن کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ”اونھ کیا ہوا انہیں؟“ ان کا تو سارا گھر لٹ گیا ہے ابھی میں وہیں سے آ رہی ہوں۔ گھر کا سارا سامان لوندھا سیدھا بکھرا پڑا ہے۔ اے میں سمجھی کہ شاید صفائی کر رہے ہیں مگر اتنے میں سب کی ملی جلی آوازیں سنائی دیں، ایک کہے تھا۔ ”میرے کالے والے بوٹ کہاں گئے؟“ بہو کی چیختی ہوئی آواز آئی۔ ”میرے کنگن نہیں مل رہے۔“ بیٹی کی آواز سنائی دی۔ ”وہ نورتن کا سیٹ نہیں مل رہا۔“ اتنے میں تارا کی آواز آئی۔ ”باپو یہ کام انسان کا نہیں، جن کا ہے۔ ابھی صبح صبح میری آنکھ کھلی تو میرے دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً گھر کی ساری چیزیں الٹ گئیں۔ خوف کے مارے میں تو سکتے میں رہ گئی۔“

بریٹھن بولی۔ ”مالکن جی، میں تو چپ چاپ دروازے پر کھڑی یہ سنتی رہی۔ اتنے میں اندر سے بڑی مالکن جی نکلیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ جھنجھلا کر بولیں۔ ”ارے کمبخت، تو یہاں کب سے کھڑی ہے۔ جا آج کپڑے نہیں چاہئیں، کل لانا۔“ میں تو یہ سن کر فوراً دوڑ گئی۔ چودھرائن جی، مجھے تو بڑا ڈر لگا۔ ان کے گھر پر جنات کا سایہ ہے۔ انہوں نے ضرور کوئی عمل کیا ہو گا، جو الٹ گیا۔ اب میں جان گئی کہ وہ تارا کی شادی کیوں نہیں کرتے ہیں۔ ضرور اس کے اوپر جن آتا ہے۔ ایک دن میں ان کے یہاں گئی تو وہ صحن میں ہی تھی۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے کمرے میں چلی گئی۔ چودھرائن جی، پرماتما جھوٹ نہ بلوائے، اس کا سارا چہرہ جیسے تیز ناخنوں سے نوچا ہوا تھا۔ جب میں نے پوچھا تو مالکن بولیں۔ ”کچھ نہیں کتے نے حملہ کیا تھا۔“ میں نے کہا اس کو وید جی کو دکھاؤ۔ بولیں۔ ”تو اپنا کام کر ہم دکھائیں گے۔“ چودھرائن جی، ان کی رکھائی کی وجہ اس دن میری سمجھ میں نہ آئی تھی۔ مگر آج میں جان گئی ہوں۔ ضرور اسی جن نے نوچا ہو گا۔ اور مالکن جی، تھوڑی ہی دنوں میں ان کے پاس ایسے ایسے قیمتی زیور اور کپڑے وغیرہ آ گئے تھے کہ یقین نہ

www.ksars.org

آتا۔ ان کی بہن بیٹیاں تو گھر میں بھی اصلی ریشم کے کپڑے اور کہنی تک سونے کے چوڑے پہنتی تھیں۔ اور میں جھوٹ کیوں بولوں، ان کی بڑی بہو نے مجھے ایک دفعہ سونے کے کڑے بھی دیئے تھے۔ بولی یہ میرے دل سے اتر گئے، تو پہن لے۔"

چودھرائن چپ چاپ سنتی رہیں۔ وہ جانتی تھیں اگر میں نے زیادہ کریدا تو وہ ایک کی چار سارے محلے کو سنائے گی۔ چھوٹے لوگوں کی زبان کون روک سکتا ہے۔ پھر مندر راج بابو کے ساتھ تو رشتہ داری کا معاملہ تھا۔ ویسے بھی چودھرائن نیک نفس اور کم گو عورت تھیں۔ بریٹھن کی بات ختم ہوئی۔ تو اتنے میں دونوں بہوئیں گھر کے سارے میلے کپڑے سمیٹ لائیں۔ صندل نے کمرے میں ہی بریٹھن کی ساری گفتگو سن لی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ نہ جانے یہ کام جنوں کی کس ٹولی کا ہے۔ ابھی وہ اس پر پوری طرح سوچنے بھی نہ پائی تھی کہ کندن آگئی۔ بولی۔ "صندل یاد ہے نا آج سیتا کی سگائی ہے۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" صندل بے ساختہ بولی۔ "میں تو بھول ہی گئی تھی۔ میں نے تو ابھی تک کپڑے بھی نہیں نکالے۔" کندن بولی۔ "چلو میں بتاتی ہوں۔ کیا پہننا ہے، الماری کھولو۔" کندن نے گلابی لہنگے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں سبز لہنگا پہن رہی ہوں۔ تم یہ گلابی پہن لو، اچھا لگ رہا ہے۔" تھوڑی دیر میں دونوں بہنیں تیار ہو گئیں۔ سیتا ان کے ساتھ مدرسے میں پڑھتی تھی۔ بچپن کی دوستی تھی۔ دونوں تیار ہو کر ماں کے پاس آئیں کہ "ماں خادم سے کہو، ہمیں چھوڑ دے۔" ماں نے انہیں دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ اس کے منہ سے ایک دم نکلا۔ "ارے لہنگے میں تم دونوں کتنی بڑی لگ رہی ہو۔" پھر پیار سے دونوں کے ماتھے چومے۔ اور خادم کو آواز دی۔ لڑکیاں تو چلی گئیں مگر ماں کے ذہن میں ابھی تک دونوں بیٹیوں کے ماتھے کی بندیا چمک رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی صندل کو تو آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ تو کندن سے بھی زیادہ جوان لگتی ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں وہ کندن کے برابر ہی لگنے لگی ہے۔ میں آج ہی صندل کے باپو سے لڑکیوں کے بیاہ کا ذکر کروں گی۔ جوان لڑکیوں کو زیادہ دیر گھر میں بٹھانا ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے ذہن پر بیٹیوں کی شادی کی فکر سوار ہو گئی۔ اور گاؤں کے ایک ایک لڑکے کی تصویر نگاہوں میں پھرنے لگی۔ اُدھر دونوں لڑکیاں سہیلی کی شادی کے بھرپور مزے لوٹتی رہیں۔ انہوں نے ڈھول پر گانے بھی گائے۔ دولہا کا راستہ روک کر نیگ بھی وصول کئے۔ بچپن کی سکھیوں کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ سب کے حافظے میں ایک دوسرے کے بچپن کا معصوم عکس تھا۔ اس عکس

www.ksars.org

کی نادان باتیں دُہرا دُہرا کر وہ پھولوں کی طرح ہنستی رہیں۔ دلہن کے بناؤ سنگھار میں اپنے ارمانوں کا مجموعہ ہے۔ شباب کا ہر لمحہ دل کے ارمانوں سے رنگین ہے۔ شادی کی گھڑی تمام رنگوں کو ایک مرکز پر جمع کر دیتی ہے اور پھر اسی مرکز سے رنگوں کے چشمے ابل ابل کر راہ حیات کو سیراب کرتے رہتے ہیں۔ گاتا لہراتا سکھیوں کا یہ جھرمٹ یوں لگتا جیسے بہت سی تتلیاں صحن میں اتر آئی۔ عورتوں کا منڈپ مردوں سے الگ تھا جس کی وجہ سے لڑکیاں آزادی کے ساتھ اپنی شوخ و چنچل اداؤں کا مظاہرہ کرتی رہیں۔ صندل چند سکھیوں کے ساتھ منڈپ کے ایک کونے میں کھڑی تھی۔ اس کے سامنے منڈپ کا دروازہ تھا۔ اچانک اس کی نظر اس دروازے پر گئی کسی کی بے باک نگاہیں اس کے سراپے پر جمی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کو نظریں ملیں اور اسی وقت صندل کا ذہن خواب کے عالم میں لوٹ گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ گھبرا کے سکھیوں کے ساتھ اپنے گروپ میں واپس لوٹ گئی۔

اس کا ذہن بار بار اسے جھٹلا رہا تھا۔ نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر ذہن کی ہر نہیں دل کے ساتھ لپٹ کر ہاں میں بدل جاتی۔ اس کے چہرے پر دل کی پرچھائیوں کا سایہ پڑنے لگا۔ سب سکھیاں مصر ہو گئیں۔ اب تو تمہیں گانا ہی ہو گا اور بنسی کی تان پر بھجن اس کا راگ بن گیا۔

www.ksars.org

بھگوان کے تصور کو ایک روپ مل گیا

اس دن کے بعد سے صندل کی دنیا ہی بدل گئی اس کے اندر بھگوان کے تصور کو ایک روپ مل گیا۔

ہزار کوششوں کے باوجود وہ اس عکس کو ذہن سے مٹا نہ سکی۔ وہ تو جیتی جاگتی ایک ایسی ہستی ہے جس سے زندگی کی قوت لہریں بن بن کے آدمی تک پہنچتی رہتی ہیں۔ وہ گھنٹوں اسی کے تصور میں گم رہتی۔ یہاں تک کہ اس کے اطراف میں تصور کے روپ سے اس کے جمال کی لہریں نکل نکل کر اس کے ارد گرد جمع ہو جاتیں۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے بھگوان نے اسے اپنے بہت سے ہاتھوں میں تھام لیا ہے۔ وہ ان ہاتھوں میں محفوظ سکون کی نیند سو جاتی اور سپنوں کی دنیا میں کھو جاتی۔ کتنے دنوں سے وہ سلطان بابا کی قبر پر بھی نہیں گئی تھی۔ سلطان بابا تو اس کے اندر خون کی طرح رچے بسے ہوئے تھے۔ بھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ تو ہر بات ان سے کہنے کی عادی ہو چکی تھی۔ مگر جانے کیا بات تھی اس مرتبہ اسے اپنے ماضی الضمیر کے اظہار کے لئے الفاظ ہی نہیں ملتے تھے۔ یوں لگتا جیسے ان نظروں نے قدرت کا کوئی راز اس کے سینے میں داخل کر دیا۔ دل کے تمام دروازوں پر اس کی نگاہوں کا پہرہ ہے کہ کوئی بات زبان تک نہ آ جائے۔ اس دن اسے سلطان بابا کی بہت یاد آئی۔ سلطان بابا میں کیا کروں؟ ہمیشہ جب وہ سلطان بابا کو پکارتی تو اسے اپنے ذہن میں کسی نہ کسی طرح ان کے ساتھ رابطے کا احساس ہو جاتا، یا وہ ذہن کے پردے پر انہیں دیکھ لیتی، یا اندر ہی اندر ان کی آواز سن لیتی، مگر جانے کیا بات تھی آج جب وہ سلطان بابا کو پکارتی، سلطان بابا میں کیا کروں؟ تب ہر دفعہ سلطان بابا کی جگہ منڈپ کے دروازے پر وہی دو آنکھیں اسے گھورتی دکھائی دیتیں۔ وہ پریشان ہو گئی۔ بھگوان یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے ماں سے کہا۔ ”ماں مجھے سلطان بابا یاد آ رہے ہیں۔ ان کے مزار پر پھول چڑھا آؤں؟“ ماں جانتی تھی صندل پر ان بزرگ کا سایہ ہے۔ اس نے وہاں جانے سے اسے کبھی نہیں روکا۔ ماں نے فوراً کہا۔ ”بیٹی خادم کو ساتھ لے جاؤ۔“ وہ فوراً بولی۔ ”ماں خادم تو کسی کام سے گیا ہوا ہے۔ کندن بھی مصروف ہے۔ میں اکیلی ہی ہو آتی ہوں۔“ ماں نے اجازت دے دی، مزار کچھ اتنا دور بھی نہ تھا۔ اس نے چلتے چلتے اپنے باغ سے گلاب کے چند پھول توڑے اور سلطان بابا سے ملنے نکل گئی۔ ہر قدم پر اسے

www.ksars.org

یوں محسوس ہوتا جیسے وہی دو آنکھیں اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ وہ گھبرا کے مڑ کر دیکھتی اور خود اپنی حالت پر ہنس پڑتی۔ سلطان بابا کے مزار پر پہنچ کر اس نے قبر پر پھول رکھے اور ہاتھ جوڑ کر بابا کو ادب کے ساتھ پر نام کیا پھر آنکھیں بند کر کے من ہی من میں ان کو پکارنے لگی۔ چند ہی لمحوں میں سلطان بابا کی شبیہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ وہ بولی۔ ”سلطان بابا آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟“ سلطان بابا مسکرائے۔ ”بیٹی تم نے ایسا سوچا ہی کیوں؟“ صندل بولی۔ ”سلطان بابا پھر میں جب آپ کو پکار رہی تھی تو آپ نے میری پکار کا جواب کیوں نہیں دیا؟“ سلطان بابا شفقت کے ساتھ اس کے ریشمی بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ”بیٹی تم نے ہمیں نہیں پکارا ورنہ ہم ضرور جواب دیتے۔“ صندل بولی۔ ”سلطان بابا میں نے آپ کو اتنی مرتبہ پکارا تھا۔“ سلطان بابا اس کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولے۔ ”بیٹی تمہاری آواز تو منڈپ کے دروازے پر پہنچ رہی تھی۔“ صندل مراقبہ میں عرق عرق ہو گئی اس نے گھبرا کے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ سلطان بابا کی دھیمی آواز اس کی سماعت میں داخل ہوئی۔ ”بیٹی انسان کی زندگی چار ادوار سے گزرتی ہے۔

مگر اس بنیاد پر بندہ اپنی سہولتوں اور پسند کے مطابق تصویر بناتا ہے۔ بنیاد محبت ہے بچپن میں اسی بنیاد پر بچہ ماں کی تصویر بناتا ہے پھر باپ اور بہن بھائی کی تصویریں اس کے ذہن میں بنتی ہیں۔ ان سب سے وہ اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کرتا ہے اور پھر لڑکپن میں جب ان تقاضوں کا پھیلاؤ کچھ اور بڑھ جاتا ہے تو اس کے تصور کے پردے پر سکھیوں کی تصویریں بنتی ہیں وہ ان سکھیوں کو اپنے لڑکپن کی محبت کے تقاضوں کی تکمیل کا ذریعہ بنا لیتا ہے اور پھر لڑکپن، جوانی کے دور میں داخل ہو جاتا ہے۔ محبت کا تقاضہ اپنے شباب کو پہنچ جاتا ہے عروج کے اس زینے پر کھڑا ہوا ہر فرد اپنے ہم جنس کو دیکھتا ہے اور اپنے ہم جنس کے ساتھ محبت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے پھر بچپن، لڑکپن اور جوانی کے تینوں ادوار مل کر ایک نئے دور میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جسے بڑھاپا کہتے ہیں۔ بڑھاپا ان تینوں دور کا تصویر خانہ ہے۔ جس میں آنکھ تینوں ادوار کو دیکھ کر ان کی یادوں کو دہرا دہرا کے خوش ہوتی رہتی ہے تب اسے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ہر تصویر ایک ہی پردے یا بنیاد پر رکھی گئی تھی۔ پس وہ پوری طرح اس بنیاد کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔“

www.ksars.org

صندل مراقبہ میں پوری طرح ڈوب چکی تھی۔ اسے اپنے گرد و پیش کا کچھ ہوش نہ تھا۔ اس نے سلطان بابا سے پوچھا۔ "مگر سلطان بابا اگر کوئی جوانی میں ہی اس بنیاد کی جانب متوجہ ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟" سلطان بابا بولے۔ "بیٹی، مخلوق کے ہر تقاضے کی بنیاد محبت ہے اور محبت کا مرکز ایک ذات واحد ہے جسے تم بھگوان کہتی ہو، امیں اللہ کہتا ہوں بیٹی بنیاد کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی تم بھی ایک عمارت ہو، میں بھی ایک عمارت ہوں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک تعمیر ہے اور یہ ساری تعمیرات ایک ہی زمین پر ہیں جو خالق حق کا نور ہے۔ اس نور میں خالق کا تفکر محبت بن کر دوڑ رہا ہے۔ یہی محبت مخلوق کی زندگی اور زندگی کے تقاضے ہیں۔" سلطان بابا کی آواز صندل کی سماعت میں جیسے جیسے اترتی جاتی وہ اپنے دل کی حد نگاہ پر وہی خواب عکس دیکھتی۔ وہ عکس اس کی نگاہ کے دونوں رخوں میں اتر آیا تھا۔ اس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے نکلتی آواز میں کہا سلطان بابا، مجھے اس بھگوان کی کھوج ہے جس نے اپنے نور کے پردے میں اپنے آپ کو چھپا لیا ہے، میں کیا کروں؟ سلطان بابا بولے۔ "جوگن بن جا، اس کا آئینہ بن جا۔" اور پھر سلطان بابا کی نورانی شبیہ اس کی بند آنکھوں سے غائب ہو گئی۔ صندل کا دل بھر آیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور قبر سے لپٹ لپٹ کر زور زور سے رونے لگی۔ جب دل کا غبار نکل گیا تو وہ چپ چاپ گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

چودھرائن کو اسی دن سے لڑکیوں کی شادی کی فکر لگ گئی تھی۔ ٹھاکر صاحب سے بھی اس کا ذکر کیا۔ ٹھاکر صاحب بولے۔ "دیر کیا ہے۔ جلد از جلد رشتہ تلاش کرو اور سگائی کر دو۔" چودھرائن نے اس سلسلے میں مالا اور کاجل سے بھی بات کی۔ مالا نے بتایا۔ "اس کے دور پرے کے ایک رشتے کے چچا کا بیٹا اگلے گاؤں میں رہتا ہے۔ اس کی بہت سی زمینیں ہیں۔ اور وہ دس جماعت پڑھا ہوا ہے۔ سارے گاؤں میں اتنی تعلیم کسی کی نہیں ہے۔ سارا گاؤں اس پر فخر کرتا ہے۔ اس نے یہ تعلیم شہر جا کر حاصل کی تھی۔ کیونکہ گاؤں میں تو مدرسے صرف آٹھویں جماعت تک ہی ہیں۔ صورت شکل میں بھی بانکا جوان ہے۔" مالا بولی۔ "ماں جی، تم ایک نظر اس کو پہلے دیکھ لو۔ تو پھر باقی بات میں کر لوں گی۔" چودھرائن بولیں۔ "بیٹی تو نے دیکھ لیا تو میں نے دیکھ لیا۔ اب مجھ سے تو اتنی دور نہیں جایا جاتا۔ البتہ کاجل کو دکھا لے۔" وہ بولی۔ "ماں جی، پچھلے ہی دنوں ان کے یہاں سے مجھے بلاوا آیا تھا۔ میں کاجل اور راہول کے ساتھ چند دنوں تک وہاں ہو آتی ہوں۔ سب کو پسند آ گیا تو وہیں چاچی کے کان میں بات ڈال آؤں گی۔"

www.ksars.org

چودھرائن مالا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔"بھگوان تجھے سدا سکھی رکھے۔"میرے کندھوں کا بوجھ اتر جائے گا۔ دوسرے دن دونوں بہوؤں نے جانے کی تیاری کی مالا نے کندن سے بھی چھیڑ چھاڑ میں ذکر کر دیا کہ ہم تیرا بر دیکھنے جارہے ہیں۔ اس کے چہرے پر حیا کی لالی دیکھ کر سب کو اطمینان ہو گیا کہ کندن کو شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تیسرے دن صبح صبح تینوں روانہ ہو گئے۔ ریل سے ایک دن کا سفر تھا۔ رات تک وہاں پہنچنا تھا۔ جلدی میں پروگرام بنا اس لئے کسی کے ذریعے اطلاع نہ پہنچا سکے۔ یوں اچانک جانے پر سارا گھر خوش ہو گیا۔ دو دن تک بڑی آؤ بھگت ہوتی رہی۔ راہول سے انیل کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی۔ سب کو ہی انیل بہت پسند آیا۔ اس کے ماں باپ بھی اچھے تھے۔ کاجل اور راہول نے مالا کو آگے رکھ کر کہا اور اپنی چچی سے بات کرو۔ اس نے باتوں باتوں میں کندن کا ذکر کر کے انیل کے رشتے کے لئے معلوم کیا۔ چچی تو بہت ہی خوش ہوئیں۔ کہنے لگیں میں اپنے بیٹے کے لئے آج کل رشتہ تلاش کر رہی ہوں۔ اگر خاندان میں لڑکی مل جائے تو اس سے اچھی بات ہی کیا ہے۔ اس نے راہول اور کاجل سے کہا۔ میں بھگوان کی آگیا سے جلد ہی آکر لڑکی کو دیکھوں گی۔ آنے سے پہلے لوگوں کو اطلاع کر دوں گی۔ راہول بولو۔ چچی انیل کو بھی لے آنا۔

اس کے ساتھ میرا من لگ گیا ہے۔ دوبارہ ملاقات ہو جائے گی۔ دو دن اور ٹھہر کر سب لوگ واپس گھر لوٹ آئے۔ کامیابی کی کرن نظر آنے پر سارے بہت خوش تھے۔ صندل کو پتہ چلا تو اس کی تو خوشی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ صندل خوشی میں ماں کے شانے ہلا ہلا کر کہنے لگی۔"ماں میں کندن کی شادی میں چار جوڑے بنواؤں گی۔ ایک منگنی کا، ایک سگائی کا، ایک تیل مہندی کا وہ انگلیوں پر گن گن کے بتانے لگی۔"ماں خوشی سے ہنستے ہوئے بولی۔"ارے رشتہ طے تو ہو جانے دو میں تجھے چار کیا چھ جوڑے بنوا دوں گی۔"اتنے میں کاجل بولی۔"ماں اب اگلے سال صندل کی بھی تو باری ہے۔"صندل فوراً بولی۔"نہیں بھابھی میں نے تو شادی کرنی ہی نہیں ہے۔"سب زور سے ہنس پڑیں کسی کو صندل کی بات پر یقین ہی نہ آیا تھا۔ سب یہی سمجھے کہ صندل شرما کے ایسا کہہ رہی ہے بات آئی گئی ہو گئی۔

پندرہ دن بعد چچا چچی کی طرف سے پیغام آیا کہ وہ کل شام کو یہاں پہنچ رہے ہیں۔ خادم سے جلدی جلدی سارے گھر کی صفائی کرائی گئی۔ بستروں کے لئے نئی چادریں نکالیں، مہمانوں کے لئے نئی رضائیاں اور گدے

www.ksars.org

نکالے گئے، مالا اور کاجل نے راتوں رات گاجر کو حلوہ تیار کیا غرضیکہ سارے گھر میں خوشی کی ہلچل مچ گئی۔ دوسرے دن کندن نے نہا دھو کر گہرا نارنجی جوڑا پہنچا، خوبصورت تو وہ تھی ہی کنگھی چوٹی کر کے اور زیادہ پیاری لگنے لگی۔ شام کو چچی اور انیل آئے۔ چچا کسی کام سے نہیں آ سکے۔ آتے ہی جب گھر والوں کے ساتھ کندن نے بھی دونوں کو پرنام کیا تو مالا فوراً بولی۔ چچی ہماری کندن ہے۔ کندن اس تعارف پر جھینپ گئی اس کا چہرہ شرم سے گلابی ہو گیا۔ چچی نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا اور عادی اور انیل بہت دیر تک ترچھی ترچھی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ رات تو یونہی باتوں میں گزر گئی۔ مگر دوسرے دن چچی سے رہانہ گیا۔ وہ سب ناشتہ کر کے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے۔ سب مرد کام پر چلے گئے۔ لڑکیاں کچن کی صفائی وغیرہ میں لگ گئیں۔ چودھرائن چچی کو لے کر باہر صحن میں کھاٹ پر آ بیٹھیں۔ بیٹھتے ہی چچی فوراً بول اٹھیں۔ "بہن جی، کندن تو ہم کو پرماتما کی دیا سے بہت پسند آئی ہے۔ رات کو انیل سے بھی پوچھ لیا تھا وہ بھی خوش ہے۔ اب جیسا آپ کہو گے ہم تو سگائی کے لئے بالکل تیار ہیں۔ میں تو اسی خیال سے آئی تھی کہ مالا نے ذکر کیا تھا تو منگنی کا جوڑا اور انگوٹھی وغیرہ سب ساتھ لیتی آئی تھی کہ پسند آ جائے گی تو بات پکی کر کے جاؤں گی۔" چودھرائن بولیں۔ "بہن جی آپ کے ساتھ تو ہمارا دل مل گیا ہے۔ لڑکی آپ کی ہے مگر آپ انیل کے پتا کو بھی دکھا دیتے تو اچھا ہوتا۔" چچی فوراً بولیں۔ "انیل کے پتا بہت سیدھے آدمی ہیں۔ وہ گھر کے کسی کام میں دخل نہیں دیتے۔ انہوں نے ساری ذمہ داری مجھ پر چھوڑی ہوئی ہے۔ ان کے پاس تو زمینوں کا کام ہی بہت ہوتا ہے۔ میری پسند ان کی پسند ہے۔ ان کی پسند میری پسند ہے۔ بہن جی آپ بالکل چنتا نہ کریں۔ مالا تو گھر کی لڑکی ہے وہ سب کچھ جانتی ہے۔

www.ksars.org

گومالا کا گھر

گومالا کے گھر ہمارا زیادہ آنا جانا نہیں رہا مگر خاندان میں تو سب ایک دوسرے کو خوب پہنچانتے ہیں۔ کسی کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔" چودھرائن بولیں۔" بہن جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مالا نے آپ لوگوں کی بڑی ہی تعریف کی تھی اور ہم نے بھی آپ کو زیادہ ہی پایا ہے اس سے جتنی وہ تعریف کیا کرتی تھی۔ آپ دھیرج دھرو، میں محلے میں نیوتہ بھیجتی ہوں کل منگل وار ہے۔ کل شام کو انگوٹھی پہنا دیں، شادی دو تین مہینے بعد کر دینگے۔"

دونوں عورتوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے کو خوشی سے لگ لگایا۔ پھر چودھرائن جلدی سے چارپائی سے اتری اور رسوئی گھر کی جانب جاتے جاتے زور زور سے سب کو پکارتی جاتی۔ اے مالا، اے کاجل، ارے او خادم، صندل بیٹی، سب کو بیک وقت آوازیں دینے پر سارے ہی گھبرا کے باہر نکل آئے۔ سب کے منہ پر یہی جملہ تھا۔" ماں کیا ہوا؟" ماں کی کھلی ہوئی باچھیں دیکھ کر سب فوراً چپ ہو گئے۔ چودھرائن بولیں۔" ارے تم سب کو مبارک ہو اپنی کندن اور انیل کا رشتہ طے ہو گیا ہے کل منگنی ہے۔ اب جلدی انتظام کرو۔ مالا بیٹی اپنے باپو کو دکان سے بلا بھیج، بیٹی اپنی چچی سے بھی صلاح لے لے کیا کیا کرنا ہے۔ میرے تو خوشی سے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے ہیں۔" کاجل دوڑ کے ماں کے پاس آئی اور بولی۔" ماتا آپ آرام سے چچی کے پاس بیٹھ کر گپ شپ لڑاؤ یہ سب کام ہمارے سپرد کر دو۔" چودھرائن نے خوش ہو کر اسے گلے سے لگا لیا۔" بیٹی جیتی رہو، اب میں بے فکر ہو گئی۔" یہ کہہ کر چودھرائن پھر صحن میں کھٹیا پر جا بیٹھیں اور دونوں سمدھنیں خوش گپیوں میں مصروف ہو گئیں۔ صندل کا خوشی کے مارے برا حال تھا وہ بھاگی بھاگی کندن کے پاس آئی۔" کندن جیجا جی کو دیکھا ہے تم نے؟ کتنے سندر ہیں نا؟ خوب مزا آئے گا، سنا ہے چچی تمہارا جوڑا لائی ہیں۔ تم تو وہ پہنو گی اور میں کیا پہنوں گی؟ اب ایک دن میں، میں نئے کپڑے بھی نہیں بنوا سکتی مگر یاد رکھنا سگائی کے لئے ابھی سے جوڑے بنوانے دے دوں گی۔" وہ ایک سانس میں بولے جا رہی تھی۔ کندن ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔" تمہارے پاس دو جوڑے تو بالکل نئے رکھے ہیں۔ جو تم نے ابھی پہنے بھی نہیں اس میں سے ایک پہن لو۔" صندل

www.ksars.org

نے الماری کھولی دونوں جوڑے نکالے ایک جوڑا تو معمولی تھا مگر دوسرا تقریب میں پہننے کے لائق تھا۔ اس نے کندن کو دکھایا۔ یہ فیروزی رنگ کی شلوار کا سوٹ تھا جس پر سیاہ موتیوں کا کام تھا۔ کندن نے کہا۔ "صندل یہ تم پر بہت اچھا لگے گا۔ غرضیکہ سارا گھر دوسرے دن کی تیاری میں لگ گیا۔

محلے کے چالیس پچاس لوگوں کو گھر پر ہی بلالیا گیا تھا۔ لہٰذا سادہ طریقے سے منگنی کی رسم ادا ہو گئی۔ ٹھاکر صاحب نے خادم کے ذریعے مندر راج بابو کو اور ان کے گھر والوں کو بھی نیوتہ بھیجا۔ مگر ان کے یہاں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ عاجل کو تو پڑوس کے لڑکے کے ذریعے بلوالیا تھا۔ وہ منگنی سے گھنٹہ بھر پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ غرضیکہ خیر و خوبی کے ساتھ سارا کام ہو گیا۔ دو دن بعد مہمان چلے گئے تو ٹھاکر صاحب کو بھائی کا خیال آیا کہ وہ یا ان کے گھر سے کوئی کیوں نہیں آیا۔ انہوں نے چودھرائن سے کہا۔ "صندل کی ماں، آج منگنی کی مٹھائی بھیاجی کو دے کر آتے ہیں۔" شام کو دونوں جانے لگے تو صندل بھی چلنے کے لئے تیار ہو گئی۔ مندر راج بابو کے یہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارے کا سارا گھر بیمار پڑا ہے۔ اتنے لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی گھر میں عجیب وحشت برس رہی تھی۔ ٹھاکر صاحب بھائی کو اس طرح دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے۔ بولے۔ "ارے آپ سب لوگ بیمار پڑ گئے۔ کسی کے ذریعے کہلوا ہی دیا ہوتا۔" مندر راج بابو کمبل کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹتے ہوئے بولے۔ "کچھ نہیں بس یونہی فلو ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا۔" اتنے میں تارا کی ماں بولی۔ "یہ تو یونہی کہتے ہیں۔ یہ فلو نہیں ہے۔ یہ تو اوپری اثر ہے۔" ایک کونے میں دری پر تارا بھی اسی کمرے میں بیٹھی تھی۔ ماتا پتا کی بات سن کر چڑ کر بولی۔ "پتا جی کب تک بات چھپاؤ گے چاچا کو تو بتا دو۔" ٹھاکر صاحب یہ سن کر بولے۔ "تو ہی بتا دے بیٹی، کیا بات ہے؟" بولی چاچا بات وہی ہے جو صندل بھی کچھ نہ کچھ جانتی ہے۔ باپو کو ہمزاد تابع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اس نے اب تک تو باپو کی بہت بات مانی، جو کچھ کہا وہ لا کر دیا مگر کچھ عرصے سے ہمارے گھر پر بڑی آفت آئی ہوئی ہے اور باپو ہیں کہ کسی سے کچھ کہنے بھی دیتے۔ اب کچھ دنوں سے وہ ہمزاد بھی غائب ہے اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں غائب ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے تو اچانک ایک دن ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے سارا گھر الٹ پلٹ ہو گیا۔ الماریوں سے چیزیں باہر آ گئیں۔ سارا سامان تتر بتر ہو گیا۔ جیسے کوئی تلاشی لے رہا ہو اور تلاشی کے بعد یونہی جدھر ہاتھ چلا پھینکتا چلا گیا حتیٰ کہ بڑا فرنیچر بھی اِدھر اُدھر اوندھا سیدھا کر تا گیا۔ باپو نے ہمزاد کو بہت بلایا مگر وہ نہ آیا کسی کو پتہ چلا

www.ksars.org

کہ یہ تباہی کون کر رہا ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ بس آناً فاناً میں کوئی چیز کہیں چلی جاتی کوئی کہیں ہم سب کا خوف کے مارے برا حال ہے۔ باپو ہمیں حوصلہ دیتے رہے اور کسی کو بتانے سے بالکل منع کر دیا۔ کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ بس کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر دروازے سے ہی لوٹا دیتے۔ گھر کے نوکر کو بھی چھٹی دے دی کہ ابھی ضرورت نہیں ہے۔ سارا دن یہی حال رہا رات گئے یہ سلسلہ رکا تو دوسرے دن ہم سب نے مل کر سامان اکٹھا کیا اور گھر کی ترتیب درست کی اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ ہمزاد جو جو چیزیں لایا تھا وہ تقریباً تمام کی تمام غائب ہیں اور چیزیں غائب ہونے کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اب تو ہمارا پہلے کا سامان بھی ایک ایک کر کے غائب ہوتا جا رہا ہے۔ گھر کا تمام زیور غائب ہو چکا ہے۔ صندل بولی۔ ”جب کوئی آتا ہے تو اس کی موجودگی کا تمہیں پتہ لگتا ہے؟“ تارا کہنے لگی۔ ”ہاں، ہم سب جان لیتے ہیں۔ کبھی دروازے کھلنے کی آواز آتی ہے اور دروازے کھل جاتے ہیں۔ کبھی چیزیں ادھر اُدھر خود بخود گرنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی سامان کی تلاشی لے رہا ہے۔ مگر کوئی سنتا نہیں۔ اپنا کام کر کے لوٹ جاتا ہے۔ اسی پریشانی نے ہم سب کو بیمار کر دیا ہے۔ کندن کی منگنی میں بھی نہ آسکے۔ صندل میں جانتی ہوں کہ بھگوان نے تم کو ہنومان جی کی شکتی دی ہے، تم اگر کچھ کر سکو تو ہم پر سے یہ آفت ٹل سکتی ہے۔“

صندل بولی۔ ”شکتی بھگوان ہی کی ہے اسی سے اس کے بھگتوں کو دان ملتا ہے۔ تم سب بھگوان پر بھروسہ رکھو۔ اشنان کر کے اپنے آپ کو پوتر کرو اور پرماتما کے سامنے جھک جاؤ وہ سب کی پرارتھنا سننے والا ہے۔“ چودھرائن بولیں۔ ”بہن جی، آپ دکھی نہ ہوں مایا تو آنی جانی ہے۔ جان سلامت رہے پھر مل جائے گی۔ میں خادم کو جا کر بھیجتی ہوں وہ گھر کا فرد ہے کوئی بات اِدھر اُدھر نہیں کرے گا۔ آپ سب کی خدمت کرے گا۔ ٹھیک ہو جاؤ گے تو پھر اپنا نوکر بلا لینا۔“ تارا کی ماں سخت حیرانی سے چودھرائن کی طرف دیکھتی رہی، اسے یقین نہ آتا تھا کہ یہ اتنے خلوص سے پیش کش کرینگے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ سسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگی۔ ”سب کچھ ہمارے ہی کرموں کی سزا ہے۔“ ٹھاکر صاحب نے بھائی کو تسلی دی، آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو، حاضر ہو جائے گی۔ آپ نہ گھبرائیں اور اب آپ نے انجام دیکھ لیا۔ ہمزاد وغیرہ کے چکر میں نہ پڑیں۔“ مندر راج بابو سر جھکائے کہنے لگے۔ ”میں نے تو سب کچھ اپنے بال بچوں کی خاطر کیا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ دن دیکھنے پڑیں گے۔“

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب بیگم وصندل کے ساتھ گھر واپس آئے اور آتے ہی خادم کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے تاکید کی کہ ان کا اچھی طرح خیال رکھنا اور کسی سے ان کے گھریلو معاملات کا ذکر نہ کرنا۔ خادم چلا گیا تو ٹھاکر صاحب صندل کو الگ کمرے میں لے گئے تاکہ وہ سلطان بابا کی مدد سے اس کا کوئی حل ڈھونڈے اور ہمزاد سے ان کا بھیا کا پیچھا چھڑا دے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ہمزاد انہیں طرح طرح سے تنگ کر رہا ہے۔ ٹھاکر صاحب نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”بیٹی، خون کے رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ذرا سی بھی تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ مجھے یقین ہے کہ تم ضرور اس معاملے میں ہم سب زیادہ جانتی ہو تم جو کچھ جانتی ہو کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو؟“ صندل بولی۔ ”باپو یہ سب کچھ ہمزاد کی وجہ سے ہی ہوا ہے میں سلطان بابا سے اس کے متعلق اچھی طرح پتہ کروں گی اور ان سے درخواست کروں گی کہ وہ اس مشکل میں ہماری پوری پوری مدد کریں۔“

صندل نے قصداً ہمزاد کی گرفتاری کے متعلق انہیں کچھ نہیں بتایا وہ سلطان بابا کی اجازت کے بغیر اس معاملے میں کچھ کہنے سے گھبراتی تھی۔ رات گئے تک اس کا ذہن اسی سوچ میں تھا کہ ہمزاد تو قید میں ہے۔ پھر کون تارا کے گھر سے مال غائب کر رہا ہے؟ یہ وہی جنات ہو سکتے ہیں جن کو ہمزاد کی جانب سے تکلیف پہنچی ہے وہ سوچتی رہی کہ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ رات کو جب سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کی نیند سو گئے صندل دبے پاؤں صندل دیوی والے کمرے میں داخل ہوئی اور اوم ہری اوم کہہ کر سجدے میں گر گئی۔ بہت دیر بعد اس نے سجدے سے سر اٹھایا اور سلطان بابا کے تصور میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔ کیونکہ سلطان بابا نے کہا تھا کہ جب بھی کوئی بات کہنی ہو، تصور کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کر لیا کرو۔ سلطان بابا کہتے تھے کہ دھیان سے ہی گیان ملتا ہے۔ سلطان بابا سے دھیان لگائے ہوئے ابھی دو تین منٹ ہی ہوئے تھے کہ بند آنکھوں سے صندل نے دیکھا کہ سلطان بابا کی قبر درمیان سے دروازے کی طرح کھلی اور سلطان بابا اس میں سے نکلے اور اگلے ہی لمحے وہ صندل کے پاس کمرے میں تھے۔ صندل نے عقیدت کے ساتھ انہیں پرنام کیا اور قدم بوسی کی اور تارا کے گھر کی اس نئی صورتحال سے انہیں آگاہ کیا۔ سلطان بابا بولے۔ ”صندل قدرت تمہیں غیب کے تجربات سے گزارنا چاہتی ہے۔ تم صندل دیوی کی حیثیت سے عالم جنات میں داخل ہو کر وہاں کے معاملات میں دخل دینے کا اختیار رکھتی ہو اگر تم اس معاملے میں وکالت کرنا چاہتی ہو تو عالم جنات میں جا کر اس

www.ksars.org

کورٹ میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتی ہو۔"صندل نہایت ادب کے ساتھ بولی۔"سلطان بابا، میری رضا تو آپ کے حکم میں ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم وہاں جا کر دوبارہ اس مقدمے کو کھولیں اور موجودہ حالات کے مطابق چھان بین کریں تو اس کے لئے میں تیار ہوں۔ سلطان بابا بولے۔"اللہ تمہیں سدا خوش رکھے بیٹی۔ کل رات اسی وقت تم یہیں اس کمرے میں رہنا۔ بھگوان تمہیں شکتی دے۔" یہ کہہ کر سلطان بابا دوبارہ اپنی قبر میں داخل ہو گئے۔ صندل اپنے کمرے میں آکر سو گئی۔ دوسرے دن سے کندن کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ پنڈت نے چھ ہفتے بعد کا مہورت نکالا تھا ان چھو ہفتوں میں کپڑے لتے سب ہی کچھ تیاریاں کرنی تھیں۔ کاجل اور مالا سلائی میں اچھی ماہر تھیں۔ وہ سارا دن کندن اور صندل کے ساتھ سینے کیلئے کپڑے چھانٹتی رہیں۔ ساتھ میں شادی کے گابے بھی گاہے گاہے گاتی جاتیں۔ صندل کے جوان ارمان بھی لال جوڑا پہنے اس کے تصور میں لہراتے وہ اندر ہی اندر ان سے خائف ہو جاتی اور دل میں اپنے آپ سے کہتی۔"صندل تیرا راستہ سب سے جدا ہے۔"

www.ksars.org

رات کو جب سب سو گئے تو پھر صندل اسی کمرے میں آ گئی۔ مراقبے میں بیٹھے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ اسے یوں لگا جیسے اس کے اندر سے ایک اور صندل نکل کر سلطان بابا کی قبر کی جانب روانہ ہو گئی اور قبر میں داخل ہو گئی۔ قبر میں داخل ہوتے ہی اسے سلطان بابا دکھائی دیئے انہوں نے اسے خوشی سے گلے لگا لیا۔ ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی وہ انہوں نے صندل کو دی اور کہا۔ "صندل بیٹی، یہ ہمزاد کے مقدمے کی فائل ہے۔ آج تم اس مقدمے کی وکیل ہو۔ مندراج بابو کے گھر پر جنات کے حملوں کی روک تھام کے سلسلے میں تم جو اقدام اٹھانا چاہو گی اس پر حکومت جنات تم سے تعاون کرنے کو تیار ہے۔" صندل اور سلطان بابا چند ہی لمحوں میں کورٹ پہنچ گئے۔ صندل اور سلطان بابا پہلے ایک کمرے میں گئے وہاں اور بھی جنات وکیل موجود تھے۔ سب سے تعارف ہوا۔ ایک وکیل نے صندل کو وکیل کا کوٹ پہننے کو دیا پھر سب لوگ کورٹ ہال میں آ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے سلطان بابا نے صندل کو بتایا کہ وہ جن ہیں جنہوں نے مندراج بابو کے گھر چوری کی ہے۔ یہ پکڑے جا چکے ہیں۔ وہ سامنے مجرموں کے کٹہرے میں دونوں کھڑے ہیں۔ صندل نے پوچھا۔ "یہ کیسے پکڑے گئے؟" سلطان بابا بولے۔ "یہ جنوں کو ہمزاد کے خلاف بھڑکا کر جنوں کے دلوں میں انسانوں کے خلاف نفرت پیدا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا۔" کارروائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے صندل نے سر جھکا کر سلطان بابا سے اجازت طلب کی۔ سلطان بابا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ڈھیر ساری دعاؤں میں اجازت دے دی۔

صندل مجرموں سے مخاطب ہوئی۔ "کیا تمہیں مندراج بابو کے گھر کا سامان لوٹنے کا اعتراف ہے۔؟" ایک جن نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔" صندل نے دوسرے جن سے بھی یہی سوال کیا۔ دوسرے نے بھی اثبات میں جواب دیا۔ صندل نے پوچھا۔ "کیا مندراج بابو یا ان کے گھر والوں میں سے کسی سے تمہاری کوئی دشمنی ہے؟" ایک جن بولا۔ "ہاں ہے، انہوں نے ہمزاد کے ذریعے ہمارے بستی والوں کو نقصان پہنچایا ہے؟" "کیا ہمزاد سے تم میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو کوئی نقصان پہنچا؟" دونوں نے جی نہیں میں جواب دیا۔ اب صندل نے پھر سوال کیا۔ "تم کیا جانتے ہو کہ ہمزاد، جن پولیس کی حراست میں ہے اور کورٹ آف جنات کی جانب سے اس پر جرم ثابت ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنی سزا عالم جنات میں کاٹ رہا ہے۔" دونوں نے اقرار کیا کہ وہ اس خبر سے واقف ہیں۔ صندل پھر بولی۔ "کیا تم اس بات کو

www.ksars.org

جانتے ہو کہ شہنشاہ جنات اور صندل دیوی کی جانب سے ان تمام جنات کو معقول معاوضہ مل چکا ہے جن کو ہمزاد کے ذریعے تکلیف پہنچی تھی۔" دونوں نے کہا کہ وہ اس بات سے واقف ہیں۔ صندل نے پوچھا۔ "تمہیں اس بات کی خبر مندراج بابو کا گھر لوٹنے سے پہلے تھی یا بعد کو معلوم ہوا؟" دونوں نے کہا ہم پہلے ہی اس بات کو جانتے تھے۔ صندل بولی۔ "کیا تم اس وقت کورٹ میں موجود تھے جب ہمزاد کا مقدمہ کورٹ میں پیش تھا؟" دونوں نے "جی ہاں" کہا۔ اب صندل دیوی نے پوچھا۔ "تم دونوں کس کی اجازت سے مندراج بابو کے گھر گئے تھے؟" دونوں نے کہا۔ "کسی کی بھی اجازت سے نہیں گئے تھے۔ یہ ہمارا اپنا ارادہ اور فیصلہ تھا۔" صندل نے پوچھا۔ "جو سامان تم نے مندراج بابو کے گھر سے لوٹا، وہ کہاں ہے؟" دونوں نے کہا وہ ہم نے ایک جگہ چھپا کر رکھا ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اسے تقسیم کر دینگے۔ اور جس کی جو چیز ہے اس کو واپس کر دینگے۔ "صندل بولی۔ "ٹھیک ہے، اب مجھے تم سے کوئی سوال نہیں کرنا۔" پھر وہ جج سے اور کورٹ سے مخاطب ہوئی۔ مائی لارڈ کورٹ مجرموں کے جوابات سن چکی ہے۔ انہیں اپنے جرم سے انکار نہیں ہے۔ اب میں اپنی رائے پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔ جج نے اجازت دی۔ صندل بولی۔ "مائی لارڈ ان دونوں پر یہ جرم عائد ہوتے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ ان دونوں نے کورٹ کے فیصلے کے خلاف ایکشن لیا ہے جبکہ کورٹ ایک مقدمے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ نمبر دو یہ کہ اگر انہیں کورٹ کے فیصلے سے اتفاق نہ تھا تو ان پر لازم تھا کہ وہ کورٹ کو اس بات سے آگاہ کرتے۔ نمبر تین یہ کہ ہمزاد کے مقدمہ کا عالیجاہ شہنشاہ جنات کی عدالت میں فیصلہ ہو چکا ہے اور اس فیصلے کے وقت یہ دونوں مجرم موجود تھے۔ مقدمہ خارج ہونے کے بعد مقدمے کے کسی بھی فرد کو نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں مجرموں کو شہنشاہ جنات کے فیصلے سے اتفاق نہیں ہے جبکہ قدرت کا قانون یہ کہتا ہے کہ حکومت وقت سے اتفاق کرو۔ مگر رعایا کے حقوق میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ حکومت کے فیصلے کے خلاف آواز اٹھانے کا حق رکھتی ہے اور اس کے بعد بھی حکومت اگر اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہ کرے تب حکومت کی بات کو تسلیم نہ کرنے کا حق رعایا کو حاصل ہے۔ مگر اس مقدمے میں مجرموں نے حکومت وقت کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی اطلاع حکومت کو نہیں دی۔ نمبر چار یہ کہ جن لوگوں کے حق میں مجرموں نے یہ قدم اٹھایا ان لوگوں کو بھی اس بات کا علم نہیں اس کے علاوہ جو مال ان لوگوں کے لئے لوٹا گیا وہ بھی ان تک نہیں پہنچایا گیا بلکہ اس مال کو ذاتی حفاظت میں رکھا گیا۔ جس کا علم سوائے ان دونوں کے اور کسی

www.ksars.org

کو نہیں۔ ایسی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مجرموں نے ایک موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی خواہش نفس کی تکمیل کی ہے، نمبر پانچ یہ کہ مندراج بابو کے سارے گھر کو خوف وہراس میں مبتلا کیا گیا اور اس طرح انہیں جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔"

صندل اس بیان کے بعد اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی اس کے بعد وکیل صفائی نے اپنا بیان شروع کیا۔ اس نے کہا کہ مجرموں نے یہ جرم اپنی قوم کی محبت کی وجہ سے کیا۔ اسی وقت صندل اٹھ کھڑی ہوئی اور اجازت لے کر کہنے لگی۔ "مائی لارڈ، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قوم کی محبت میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق ہر کسی کو حاصل ہے۔ پھر اگر کوئی قتل کے مجرم کو مقتول کی محبت میں آ کر قتل کر دیتا ہے تو وہ مجرم کیوں کہلاتا ہے۔ اسے عدالت قاتل کیوں قرار دیتی ہے؟ اسے ہیرو جان کر اسے انعام واکرام کیوں نہیں دیتی؟ مائی لارڈ، وکیل صفائی کا یہ کہنا خود ان کے حق میں یہ بات ثابت کرتا ہے کہ وہ عدالت کے نافذ کردہ قانون کو تسلیم نہیں کرتے۔" وکیل صفائی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ اس نے سر خم کرتے ہوئے کورٹ سے معافی مانگی اور اپنا بیان واپس لے لیا اس کے بعد وکیل صفائی کے پاس کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ بس اس نے اتنا کہا۔ "چونکہ مجرموں کا یہ پہلا جرم ہے، اس لئے ان کا فیصلہ کرنے میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے۔" اس کے بعد عدالت نے مجرموں کو حکم دیا کہ وہ تمام لوٹا ہوا مال پولیس کے قبضے میں دے دیں اور پولیس اسے واپس مندراج بابو کے گھر لوٹا دے۔ مجرموں کو چھ ماہ کی سزا دی گئی۔ عدالت برخاست ہوئی اور صندل سلطان بابا کے ساتھ واپس لوٹ آئی۔ سلطان بابا اس سے بہت خوش تھے۔

صبح اٹھ کر اس نے اپنے باپو سے کہا۔ "باپو میں نے رات سلطان بابا سے پرارتھنا کرنے کا کہا تھا، وہ کہتے تھے کہ اللہ سے دعا کرینگے کہ مندراج بابو کا کھویا ہوا مال انہیں واپس مل جائے اور آئندہ کے لئے وہ جنات کی شرارت سے محفوظ رہیں۔" شام کو خادم واپس آ گیا۔ کہنے لگا آج دوپہر میں سب لوگ موجود تھے کہ دروازے کھلنے کی آواز آئی اور الماریوں کے پٹ اور خانے کھل گئے۔ سب خوفزدہ ہو گئے ہم سب مل کر زور زور سے اوم شنکر اوم کا جاپ کرنے لگے مگر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے الماریاں بھر گئیں۔ پھر ایک آواز آئی۔ "سلطان بابا کے حکم سے اس گھر کو جنات کے شر سے محفوظ کیا جاتا ہے۔" ہم سب کی جان میں جان آئی خوشی کی لہر گھر بھر میں دوڑ گئی۔ سب اپنا کھویا ہوا سامان پا

www.ksars.org

کر خوش ہو گئے۔ مندر راج بابو اور بڑی ماں دونوں نے وہیں پر بیٹھے ہوئے بھگوان کے سامنے اپنے ماتھے ٹیک دیئے اور بھگوان کا شکر ادا کرنے لگے۔ سب کے اندر سے خوف نکلا تو ان کے چہروں پر رونق آ گئی اور جسم میں قوت آ گئی۔ شام کو جب میں نے سارا کام ختم کر لیا تو مندر راج بابو اور بڑی ماں کہنے لگے۔ "اب تم گھر واپس چلے جاؤ اور ٹھاکر صاحب سے ہمارا دھنے واد کہہ دینا، ہم پھر حاضر ہونگے۔"

ٹھاکر صاحب اور ان کا سارا گھر اس بات پر بہت خوش ہوا۔ کندن کہنے لگی۔ "باپو آپ تاؤ جی کو سمجھانا کہ وہ کسی ہمزاد کو قابو کرنے کی کوشش اب آئندہ نہ کریں۔" باپو بولے۔ "بیٹی، اب تو انہیں خود عقل آ جانی چاہئے۔ ان کا سارا گھر اس کا خمیازہ بھگت چکا ہے۔" صندل نے اپنے دل میں بھگوان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ انسان کے پاس جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کے اپنے ہی کرموں کی وجہ سے آتی ہے۔ ورنہ بھگوان تو ہر دم اپنی مخلوق کے فائدے کے ہی کام کرتا ہے۔

کندن کی شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ کہیں کپڑے سل رہے تھے، کہیں زیور بن رہے تھے اور دلہن کے ساتھ ساتھ گھر کی تمام عورتوں کے بھی جوڑے سلنے لگے۔ صبح سے پڑوس کی چند عورتیں آ جاتیں کوئی تُرپائی کرتی، کوئی بٹن ٹانکتی، کسی کے ذمے چاول چننے کی ڈیوٹی لگتی۔ ساتھ ساتھ ہنسنے ہنسانے کا شغل بھی جاری رہتا۔ کبھی کوئی منچلی پاس رکھے ڈھول پر تھاپ لگا دیتی اور پھر شادی کے گانے شروع ہو جاتے۔

عورتیں کندن کے ساتھ ساتھ صندل کو بھی اس کے ان دیکھے دولہا کے نام پر چھیڑتیں۔ کبھی تو وہ کہہ اٹھتی۔ "ماسی مجھے شادی نہیں کرنی۔" اور کبھی خیالوں میں منڈپ والا جوان آ جاتا، اس کی آنکھوں پر پلکوں کی چلمن آ جاتی، گورے مکھڑے پر شفق کی لالی کھل جاتی، ٹھوڑی کا سیاہ تل اور گہرا ہو جاتا۔ ایسے میں سانسوں کا زیر و بم اس کے دل میں چھپے ہوئے جذبات کو ابھار دیتا وہ گھبرا کے کبھی کاجل اور کبھی مالا کے پہلو میں چھپنے کی کوشش کرتی۔ دیکھو نا بھابھی، یہ لوگ کیسی کیسی باتیں کرتی ہیں اور وہ اس کے پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتیں۔ "تو کیا ہوا تیرا راجکمار بھی تو تجھے لینے آئے گا۔" "میرا راجکمار؟" وہ اندر ہی اندر ٹھنڈی سانس لے کر اپنے دل سے مخاطب ہوتی۔ "میرا راجکمار تو

www.ksars.org

سات آسمانوں کے پار ہے۔" اس کا دل آسمانوں میں قدم رکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا۔ ایسے میں عورتوں کے ہنسی ٹھٹھے اسے آسمان سے زمین پر اتار لیتے، زندگی اپنی ڈگر پر رواں دواں تھی۔

ایک مہینہ انہی ہنگاموں میں گزر گیا۔ اس پورے مہینے میں صندل سلطان بابا کی قبر پر نہ جا سکی تھی۔ دن میں بھی عورتوں کا آنا جانا لگا رہتا۔ بھلا وہ بھی کیا کرتی۔ ایک دن وہ کندن سے بولی۔ "دیدی چلو سلطان بابا کے مزار پر حاضری دے آئیں پھر تم اپنے گھر چلی جاؤ گی، پتہ نہیں پھر ان کے پاس جا سکو یا نہ جا سکو۔" کندن بولی۔ "مگر ماں اب مجھے باہر نکلنے نہیں دے گی۔" صندل بولی۔ میں ماں سے آگیا لے کر آتی ہوں، تم تیار ہو جاؤ۔" صندل ماں کے پاس پہنچی ہی تھی کہ تارا آگئی وہ اکیلی ہی آئی تھی۔ صندل نے ماں سے مزار پر جانے کی اجازت لے لی۔ تارا کو ماں کے پاس چھوڑا اور دونوں مزار پر چل دیں۔ صندل نے پھولوں کی پتیاں راستے سے خریدیں مزار پر پہنچ کر دونوں نے قبر پر پتیاں پھیلا دیں اور خاموشی سے قبر کے پائنتی کی جانب دو زانو ادب سے بیٹھ گئیں۔ صندل اور کندن نے سلام کیا۔ صندل بولی۔ "سلطان بابا، آج میں کندن کو یہاں لائی ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ کندن اب پرائے گھر جانے والی ہے۔ مجھے کندن بہت اچھی لگتی ہے۔ وہ میری دیدی سے زیادہ میری سہیلی ہے۔ سلطان بابا اس کا خیال رکھنا۔ جیجا جی کے دل میں کندن کی بہت محبت پیدا ہو جائے۔ اس بات کی دعا کرنا۔" وہ دل ہی دل میں سلطان بابا سے کندن کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی درخواست کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی بند آنکھوں سے دیکھا کہ سلطان بابا ایک بہت دور مقام پر ہیں۔ اس مقام پر وہ اپنے ہاتھوں سے زمین کی مٹی نکال رہے ہیں جو چمکیلی ہے۔ اور اس مٹی کے اندر سے قیمتی جواہرات نکال کر ایک طرف رکھتے جاتے ہیں۔ انہوں نے دور دراز مقام پر جیسے صندل کی آواز سن لی۔ پھر وہاں سے ہی مخاطب ہوئے۔ "یہ کندن کے لئے ہے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گئے۔ صندل کی آنکھیں ابھی بند ہی تھیں کہ اس کے پاؤں پر کچھ گرا۔ بے اختیاری میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسی وقت اس کے پاس ایک سفید کبوتر اڑا۔ اب اس نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھا۔ وہاں ایک کارڈ پڑا تھا۔ اس نے اس پر نظر دوڑائی تو اس پر کندن کا نام لکھا تھا۔ اس نے کندن کو ہلایا۔ وہ اسی طرح آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی حالت میں تھی۔ ہلانے پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ صندل نے خوشی خوشی کارڈ اس کے سامنے کر دیا۔ لو کندن یہ تمہارے نام ہے۔ کندن نے جلدی سے لے کر پڑھنا شروع کیا۔ یہ ایک

www.ksars.org

مبارکباد کا کارڈ تھا۔ جس میں کندن کی شادی کی مبارکباد دی گئی۔ نیچے سلطان بابا کا نام لکھا تھا۔ کندن نہایت ہی خوشی کے ساتھ بولی۔ ”صندل یہ تو سلطان بابا کی طرف سے ہے۔“ صندل مسکرائی۔ ”کندن سلطان بابا نے تمہیں شادی کی بدھائی دی ہے۔ ان کی دعا سے تم سدا خوش رہو گی۔“ کندن کا حسین چہرہ خوشی سے چمک کر کندن ہو گیا۔ مگر پھر اچانک اسے خیال آیا۔ وہ تعجب سے بولی۔ ”مگر صندل ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ سلطان بابا کو پرلوک سدھارے جانے کتنی صدیاں گزر چکی ہیں اور پھر اس جہان سے اس جہان میں کوئی سپنے میں تو آ سکتا ہے مگر اس طرح کیسے کوئی چیز دے سکتا ہے؟“ صندل بولی۔ "کندن دیدی، سب لوگ تو ایسا نہیں کر سکتے مگر پرماتما کے کچھ بھگت ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو آکاش سے شکتی ملتی ہے۔ وہ اس شکتی کے ساتھ مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔"

www.ksars.org

سچے بھگت

کندن کے چہرے پر سکون کے آثار نمودار ہوئے وہ کارڈ کو ہونٹوں اور آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولی۔"صندل کچھ بھی ہو میں تو یہ جانتی ہوں کہ سلطان بابا سچ مچ بھگوان کے سچے بھگت ہیں ورنہ یہ کارڈ نہ ملتا۔ اس کارڈ کی صورت اور تحریر ہی بتارہی ہے کہ یہ اس دنیا کا نہیں ہے۔" دھاتوں کی وجہ سے اس میں مضبوطی اور ربڑ کی وجہ سے اس میں لچک تھی۔ اس کارڈ پر سنہری عبارت تھی، بہت خوبصورت تھا۔ کندن بولی۔"اب واپس چلنا چاہئے، ماں پریشان ہو گی۔" دونوں نے نہایت عقیدت کے ساتھ سلطان بابا کی قبر کی مٹی کو ہاتھ لگایا اور اپنے ماتھے پر اس کا تلک لگالیا اور پھر گھر پہنچیں تو تارا بھی گھر میں ہی تھی۔ وہ چاول چننے میں مصروف تھی اور بھی چند عورتیں بیٹھیں کچھ نہ کچھ کر رہی تھیں۔ کندن نے کارڈ اپنی اوڑھنی میں چھپالیا اور کمرے میں حفاظت سے رکھ دیا کیونکہ صندل نے اسے منع کیا تھا کہ سب چلے جائیں تب ماتا پتا کو بتانا۔ رات کو جب سب لوگ واپس چلے گئے اور صرف گھر والے تھے، کندن وہ کارڈ لائی اور سب سے پہلے اپنے پتا کے سامنے رکھا۔ بولی۔"باپو یہ کارڈ تو دیکھئے۔" ٹھاکر صاحب نے جیسے ہی نظر ڈالی۔ وہ عجیب سالگا۔ انہوں نے اسے اٹھالیا اس کو چھو کر دیکھنے لگے پھر اس کی تحریر پڑھی پھر فوراً کندن سے مخاطب ہوئے۔"تم لوگوں کو یہ کارڈ کہاں سے ملا؟" کندن بولی۔"باپو، آج میں صندل کے ساتھ سلطان بابا کی سمادھی پر گئی تھی۔ ہم دونوں آنکھیں بند کر کے ان سے اپنے لئے پرارتھنا کر رہے تھے کہ صندل کی گود میں ایک سفید کبوتر نے یہ کارڈ ڈال دیا اور صندل نے اس وقت مجھے دیا۔" چودھرائن یہ قصہ سن کر چونکی۔"ذرا ادھر تو آنا۔" پھر تو سارے ہی ادھر دکھانا، ادھر دکھانا کہنے لگے۔ سب ہی چھو چھو کر اسے دیکھتے رہے مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کس کا بنا ہوا ہے۔ ٹھاکر صاحب بولے۔"میں نے تو آج تک ایسا کاغذ نہیں دیکھا۔ یہ اس دنیا کا نہیں لگتا۔" کاجل بولی۔"یہی تو ان کا کمال ہے وہ اس جنم میں بھی آسانی سے آجا سکتے ہیں۔" صندل بولی۔"سلطان بابا بھگوان کے بہت اونچے بھگت ہیں اس نے انہیں اپنی شکتی دی ہے تاکہ وہ اپنے رب کے

www.ksars.org

حکم پر دنیاوالوں کے کام آسکیں۔ باپو سلطان بابا کی دعا سے کندن ضرور اپنے گھر خوش رہے گی۔" ماں بھیگی آنکھوں کے ساتھ بولی۔ "ضرور خوش رہے گی میری بیٹی۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

شادی میں اب تھوڑے ہی دن رہ گئے تھے۔ جب سے کندن کا رشتہ ہوا تھا مندراج بابو اور ان کی بیگم بس ایک مرتبہ ہی آئے تھے۔ تارا البتہ دو تین دفعہ آچکی تھی۔ مگر وہ بھی بجھی بجھی سی رہتی تھی۔ شادی کی تیاریوں میں سب لوگ ایسے مصروف تھے کہ کسی کو اس طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ تھی۔ سب سے زیادہ مصروف تو مالا اور کاجل تھیں۔ انہیں جہیز کا ایک ایک سامان درست کرنا تھا، کہیں رضائیاں گدے بھرے جا رہے تھے، کہیں شادی کے جوڑوں پر ٹکائی ہو رہی تھی، چودھرائن کو تو اب ہر تھوڑی دیر میں کچھ نہ کچھ یاد آجاتا اور وہ مالا اور کاجل کو کہہ دیتیں کہ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے اور پھر خود ہی بولائی بولائی پھرتیں کام اتنا زیادہ ہے۔ بہوئیں بیچاریاں کیا کریں۔ ہاں بیٹی لاؤ کچھ ہاتھ لگادوں، پڑوسن انہیں پکڑ کر آرام سے بٹھا دیتی، اے ماسی تم کیوں فکر کرتی ہو سب کچھ ہو جائے گا۔

پھر وہ دن بھی آگیا برات چونکہ دوسرے گاؤں سے آنی تھی۔ اس لئے ایک رات پہلے آگئی ایک دن پہلے ہی شامیانے لگا دیئے گئے تھے اور اس میں چارپائیاں بچھا دی گئی تھیں تاکہ برات آرام سے رات کو سو سکے۔ دولہا اور اس کے گھر والوں کو پڑوس کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے سگائی تھی۔ تاکہ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر شام کی ٹرین سے واپسی ہو جائے۔ صبح تڑکے سب جاگ گئے، حلوہ پوری کا ناشتہ کرکے سب اپنی تیاری میں لگ گئے۔ آج کے دن مالا اور کاجل کی مصروفیت بھی کم تھی۔ جہیز تو پہلے ہی انہوں نے ایک کمرے میں پھیلا کے سب کو دکھا دیا تھا۔ پھر جس رات برات آئی اسی رات براتیوں کو بھی دکھا دیا تھا اور اب صبح ان کے آدمی لے جانے کے لئے سامان باندھ رہے تھے۔ اب ان کی ذمہ داری ختم ہو گئی تھی۔ ناشتے اور کھانے کا انتظام بھی مردوں کے سپرد تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر مالا اور کاجل نے کندن کی سہیلیوں کو بلایا تاکہ وہ کندن کو تیار کر دیں پھر صندل کو آواز دی کہ وہ بھی تیار ہو جائے۔ مالا اور چودھرائن کو بھی بلایا۔ ماں جی جلدی سے کپڑے پہن لو، اب وقت ہوا جا رہا ہے۔ کاجل نے صندل کے لمبے بالوں میں پراندہ ڈالا تو اس کی چوٹی گھٹنوں سے لمبی ہو گئی، گہرے گلابی رنگ کے بنارسی لہنگے میں صندل ایک کھلا ہوا پھول لگنے لگی، کاجل اس کا بناؤ سنگھار کر رہی تھی۔ اس نے اس کی سرمگیں آنکھوں میں کاجل لگایا، بندیا لگائی، پھر اپنے

www.ksars.org

گہنوں میں سے ایک سیٹ اسے بھی پہنا دیا، مالا نے اسے دیکھا تو خوش ہو کے بولی۔ "بھگوان قسم، صندل تو تو پوری دلہن لگ رہی ہے۔" صندل نے آئینے میں اپنا سراپا دیکھا زندگی میں پہلی بار اس نے اس طرح سنگھار کیا تھا اسے یقین نہ آیا کہ یہ میں ہوں۔ اس نے شرما کے منہ چھپالیا۔ بولی بھابھی، میں کیسے سب کے سامنے جاؤں گی مجھے تو شرم آرہی ہے۔ ماں نے کہا۔ اپنی بھابھیوں کے ساتھ چلی جانا تیری سہیلیاں بھی تو باہر ہیں۔ پھر اس نے نظر بھر کے بیٹی کو دیکھا اور بول اٹھی۔ "صندل تو سچ مچ دلہن لگ رہی ہے بھگوان نظر بد سے بچائے۔"

اس لمحے صندل کے دل میں تقاضہ اٹھا "کاش وہ منڈپ والا جوان مجھے دیکھ لے" اور اس کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی نشیلی آنکھیں اسے گھور رہی ہیں۔ تھوری دیر میں وہ مالا اور کاجل کے ساتھ باہر آئی۔ اس کی سہیلیاں اسے ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ سہیلیوں کے ساتھ باہر آئی۔ وہ سہیلیوں کے ساتھ شوخیاں کرتی ہوئی منڈپ کی جانب بڑھی۔ ابھی وہ چند گز دور ہی تھی کہ سامنے سے وہی نوجوان آتا دکھائی دیا۔ اس کی بیتاب نظریں صندل پر تھیں۔ ہر قدم پر فاصلے گھٹ رہے تھے اور دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔ اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ سہیلیاں اسے کیا کہہ رہی ہیں اس کے کانوں میں تو دل کی دھک دھک کا شور مچا ہوا تھا۔ اس نے سہیلی کو زور سے پکڑ لیا اتنے میں منڈپ کا دروازہ آگیا اور وہ اندر داخل ہو گئی وہ جوان اس کے دل کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ اندر جا کے جب اس کے اوسان بحال ہوئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کی سہیلیاں اسے عجیب سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔ ایک بولی۔ "ارے کیا ہو گیا تھا تجھے؟ یوں لگ رہا تھا تو ابھی بے ہوش ہونے والی ہے۔" دوسری بولی۔ "ہو نہ ہو یہ ضرور اس جوان کی شرارت ہے جس نے ہماری صندل کا دل دھڑکا دیا۔" تیسری نے فوراً بات پکڑ لی۔ "میں بھی دیکھ رہی تھی جیسے جیسے اس کے قدم بڑھتے جارہے تھے، ویسے ویسے صندل کے چہرے پر سرخی کی ایک ایک تہہ اور چڑھتی جاتی تھی۔" صندل ابھی تک نشے میں تھی۔ بولی، "اب تم سے کون جیت سکتا ہے، چھوڑو مجھے کندن کے بچھڑنے کے خیال نے میرا یہ حال کیا تھا۔" یہ سن کر سب اس کی ہمدردی میں لگ گئیں اور صندل کی جان چھوٹی۔ وہ کندن کے پاس جا بیٹھی جلد ہی سگائی کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ کندن اور اس کے دولہا نے پوترا گنی کے گرد پھیرے لئے، اپنوں نے گلے مل مل کے ایک دوسرے کو بدھائی دی۔ صندل نے کندن کو گلے لگایا کچھ بچھڑنے کے غم اور کچھ سگائی کی خوشی کے ملے جلے جذبات میں وہ سسک پڑی، کھانے سے فارغ ہو

www.ksars.org

تے ہی رخصتی کی تیاریاں ہو گئیں اور کندن سب کی محبتوں کے سائے میں پیا کے گاؤں سدھار گئی۔ گھر کی گہما گہمی دلہن کے جاتے ہی ایک دم سناٹے میں بدل گئی۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جلد ہی سو گئے۔

چند دن تک تو کندن کی غیر موجودگی کی وجہ سے گھر سونا سونا سا لگا۔ پھر سب اپنے اپنے معمول میں مشغول ہو گئے۔ شادی پر عاجل بھی آ گیا تھا۔ چوتھے دن وہ بھی اپنے کام پر واپس چلا گیا۔ شاید وہ کچھ دن اور رک جاتا مگر ہوا یہ کہ شادی کی وجہ سے تارا اور اس کے ماں باپ کا آنا جانا گھر میں زیادہ ہوا تو عاجل کو دیکھ کر پھر انہیں تارا کے رشتے کا خیال آ گیا۔ بولے تو وہ کچھ بھی نہیں مگر کندن کی رخصتی کے بعد بھی تارا سارا دن صندل کے یہاں رہنے لگی۔ وہ آنے جانے کے مواقع ڈھونڈتی۔ جس کی وجہ سے عاجل گھر میں رہنے کی بجائے باہر چلا جاتا۔ گھر کی عورتیں بھی اس صورتحال کو بھانپ گئیں پھر جب چوتھے دن عاجل نے دھامن گاؤں واپس جانے کی اجازت مانگی تو ماں نے اسے منع نہیں کیا۔ اس کے جانے کے بعد پھر تارا نہیں آئی۔ عاجل کے جانے کے تین دن بعد صبح کے وقت تارا کی ماں آئی، اس وقت مالا اور کاجل ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھیں۔ صندل بھی دستر خوان سمیٹنے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ چودھرائن صحن میں چارپائی پر بیٹھی تھی۔ صحن میں سامنے ہی رسوئی گھر ہونے کی وجہ سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے چودھرائن بہوؤں سے ہنس ہنس کے باتیں بھی کرتی جاتی۔

تارا کی ماں آئی تو وہیں اس کے پاس چارپائی پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ناشتے دان کا ایک ڈبہ تھا جسے وہ چودھرائن کو دیتی ہوئی بڑی رازداری کے ساتھ آہستہ آہستہ بولی، ”بہن کیا کروں طبیعت ہی ایسی ہے مجھ سے تو رہا نہیں جاتا۔“ چودھرائن یہ سن کر چونکی ہو گئی، فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ پوچھا، ”بہن کیا بات ہے؟ یہ کیا ہے؟“ وہ بولی، ”اے شادی پر سارا گاؤں یہی بات کرتا تھا کہ ٹھاکر صاحب کی دونوں بہوئیں بانجھ ہیں۔“ صندل وہیں صحن میں لگے دستر خوان کو اٹھا رہی تھی، اس کے کانوں میں بھی یہ الفاظ پڑ گئے، وہ سخت حیران ہو کر بڑی ماں کا چہرہ تکنے لگی۔ چودھرائن یہ بات سنتے ہی بولی، ”بہن مجھ سے تو کسی نے ذکر نہیں کیا۔“ وہ بولی، ”کندن کی شادی کی وجہ سے تم کو فرصت ہی کہاں تھی۔ سب نے تو مجھے ہی کہنا تھا۔“ چودھرائن مسکرا کر بولی، ”لوگ مجھ سے پوچھتے تو میں جواب دے دیتی کہ ابھی تو میری بہوئیں خود بچیاں ہیں۔ ذرا کھیل کھال لیں تو بچہ بھی ہو جائے گا۔“ مالا اور کاجل کا نام سن کر صندل وہیں

www.ksars.org

دستر خوان سمیٹنے کے بہانے کھڑی اس ان کی باتیں سننے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ماں کو باتوں میں اتار کر کسی نہ کسی پنڈت یا جادو ٹونہ کرنے والے کے پاس لے جائے گی۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بڑی ماں کی آواز آئی، جو چپکے چپکے چودھرائن کو کہہ رہی تھی، "میں خود ایک ویدجی کے پاس گئی تھی۔ اس نے کچھ دوائیاں بنانے کو دی تھیں۔ وہ میں نے بنا دی ہیں، دونوں کو کھلا دینا۔ اے بانجھ ناری کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔" یہ کہہ کر اس نے وہ ڈبہ چودھرائن کے ہاتھ میں دے دیا۔

صندل اسی وقت وہاں پہنچ گئی۔ ڈبے کو ہاتھ میں لے کر کھولتے ہوئے بولی، "بڑی ماں اس کے اندر کیا ہے؟" وہ جلدی سے اس کے ہاتھ سے ڈبہ لینے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی بولی، "بیٹی اسے دے دے یہ تیرے لئے نہیں ہے۔" وہ زور سے بولی، "بڑی ماں، پھر یہ کس کے لئے ہے؟" رسوئی گھر میں مالا اور کاجل کے پاس بھی یہ آوازیں پہنچ گئیں۔ وہ بھی غور سے دیکھنے اور سننے لگیں۔ وہ سمجھیں شاید بڑی ماں کچھ حلوہ وغیرہ پکانے کے لئے لائی ہیں۔ اتنے میں اس نے ڈھکنا کھول لیا۔ اس کے اندر سوجی کے لڈو بنے ہوئے تھے۔ چودھرائن بولی، "صندل انہیں نہ کھانا یہ دوا ہے۔" چودھرائن پھر زور سے بولی، "تجھے کیا ہے۔ اسے رہنے دے۔ لا مجھے دے۔" صندل شوخی سے بولی، "میں تو نہیں دونگی جب تک بتاؤ گی نہیں۔" وہ عاجز آ کے آہستہ سے بولی، "یہ تیری بھابھیوں کے لئے ہے۔ یہ سنتے ہی صندل نے زور سے بھابھیوں کو آواز دی۔ "بھابھی بھابھی بڑی ماں تمہارے لئے دوائی لائی ہیں۔" دونوں آوازیں سن کر چلی آئیں۔ اب صندل نے پھر کہا، "بڑی ماں آپ دونوں کے لئے دوائی لائی ہیں۔" وہ حیران ہو کر بولیں، "بڑی ماں ہمیں کیا ہو گیا؟" وہ چڑ کر بولیں، "اے ہونا کیا ہے بچہ جو نہیں ہے تم دونوں کے یہاں سب سے بڑی بیماری تو یہی ہے۔" مالا بولی، "مگر بڑی ماں آپ یہ دوائی کہاں سے لائی ہیں؟" وہ بولی، "بس لائی ہوں ایک ویدجی سے۔" کاجل نے کہا، "مگر ہم نے تو آپ سے نہیں منگوائی تھی۔" وہ بولی، "بیٹی مجھے تو تمہارا خیال ہے۔" مالا اور کاجل نے چودھرائن کی طرف دیکھا۔ چودھرائن بولی، "مجھے تو کبھی خیال ہی نہیں آیا بڑی ماں کو تم لوگوں کی بہت فکر ہے، جانے کس ویدجی سے دوائی لائی ہیں۔" صندل بولی، "بڑی ماں، یہ تو کسی مٹھائی والے کے لڈو ہیں، ویدجی کی دوا تو ایسی نہیں ہوتی۔" بڑی ماں بولی، "ویدجی کی دوا میں نے لڈو میں ملا دی ہے ویدجی نے ایسا ہی کہا تھا۔"

www.ksars.org

چودھرائن بات کو ختم کرنے کے انداز میں بولی، "خیر ہے بہن یہ ڈبہ مجھے دے دو میں دیکھوں گی۔" پھر وہ تینوں لڑکیوں سے بولی، "جاؤ لڑکیوں جاؤ اب اپنا کام کرو۔"

تینوں لڑکیاں کمرے میں چلی گئیں۔ جاتے ہی صندل بولی، "بھابھی آپ دونوں یہ لڈو ہرگز بھی نہ کھانا، مجھے یقین ہے کہ اس میں کوئی دوا وغیرہ نہیں ہے۔ بڑی ماں وید جی سے نہیں کسی انتر گیانی سے یہ لڈو پڑھوا کر لائی ہیں۔ ایسے گیانیوں سے ان کی بہت دوستی ہے۔" مالا اور کاجل بولیں، "تجھے کیسے پتہ لگا؟" صندل بولی، "بڑی ماں کو دیکھ کر میرے اندر بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ ان سے بچ کر رہو۔" کاجل بولی، "ویسے بھی اگر انہیں ہمارا خیال ہے تو کوئی دوا لانے سے پہلے ماں جی سے تو اس کا ذکر کر لیتیں۔" تھوڑی دیر میں بڑی ماں چلی گئیں تو چودھرائن نے وہ ڈبہ سارے کا سارا کوڑے میں ڈال دیا اور مالا اور کاجل سے بولیں، "بھگوان تمہاری گود بہت جلد بھر دے گا۔ یہ میرا وشواش ہے۔ تم لوگ کبھی کسی سے کچھ نہ لینا۔ پرماتما کی مرضی سے جو کام ہوتا ہے وہی سب سے بہتر ہوتا ہے۔" صندل بولی، "ماں، بھابھی اگر سلطان بابا کی درگاہ پر جا کے دعا کریں تو ضرور پوری ہو گی۔" ماں بولی، "ہاں تم دونوں صندل کے ساتھ ہو آؤ۔" صندل بولی، "چلو بھابھی ابھی ہو آتے ہیں۔" تینوں نے اوڑھنیاں سروں پر ڈالیں اور سلطان بابا کے مزار پر چل دیں۔ مالا اور کاجل پہلی دفعہ یہاں آئی تھیں۔ تینوں پرنام کر کے قبر کی پائنتی بیٹھ گئیں۔ صندل بولی، "بھابھی آپ دونوں آنکھیں بند کر کے پرارتھنا کرو۔ سلطان بابا آپ کو خود ہی دیکھ لیں گے۔"

صندل نے بھی آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں سلطان بابا کی جانب دھیان لگا دیا۔ چند ہی لمحوں بعد اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا دریا ہے۔ جس کا پانی نہایت ہی شفاف ہے۔ اس قدر شفاف ہے کہ دریا کی تہہ میں جو کچھ بھی ہے وہ بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے۔ سلطان بابا اس دریا کے پانی پر زمین کی طرح قدم بڑھاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ صندل دوڑتی ہوئی ساحل کے قریب تر پہنچ جاتی ہے اور وہیں سے آواز دیتی ہے۔ "سلطان بابا، سلطان بابا" وہ آواز سن کر پیچھے دیکھتے ہیں اور صندل کو دیکھ کر وہیں سے ہاتھ ہلا کر اسے اپنے پاس آنے کو کہتے ہیں۔ ان کے اشارہ کرتے ہیں صندل ایک دم سے پانی میں پاؤں رکھ دیتی ہے۔ اور قدم بہ قدم چل کر ان تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر اس نے سلطان بابا کو بتایا کہ مالا اور کاجل دونوں ساتھ ہیں اور بچے کی درخواست ہے۔ پھر صندل نے انہیں بتایا کہ سلطان بابا، بڑی ماں کے

www.ksars.org

لائے ہوئے لڈو ماں نے پھنکوا دیئے اس کے لئے آپ کیا کہتے ہیں؟ سلطان بابا بولے، ”اچھا کیا، بہت اچھا کیا۔ اللہ انہیں نیک اولاد دے گا۔ پھر انہوں نے دریا میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نکال کر صندل کو دیا، کہنے لگے، ”دونوں کو کھلا دو۔“ اسی وقت صندل کو ہاتھوں میں کوئی چیز محسوس ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے ہاتھوں میں وہ بالکل سفید رنگ کے انڈوں کی طرح کے گول گول پھل تھے۔ اس نے مالا اور کاجل کو دیئے دونوں کی آنکھیں خوشی سے چھلک آئیں اور انہوں نے عقیدت سے قبر کی مٹی کو اپنے ماتھے پر لگالیا۔ اور واپس گھر لوٹ گئیں۔

گھر پہنچ کر ماں کو بتایا اور پھل دکھایا تو ماں بہت ہی خوش ہوئی اور دونوں بہوؤں سے کہا کہ یہ پھل اس دنیا کا نہیں لگتا۔ یہ کھالو اور دونوں نے پھل کھایا، دونوں کہنے لگیں کہ اس کا مزہ بھی مختلف ہے۔ ہم نے آج تک ایسا مزہ نہیں چکھا۔ کچھ دنوں بعد ہی دونوں امید سے ہو گئیں۔ اس واقعہ سے سارا گھر سلطان بابا کا معتقد ہو گیا۔ ہر روز رات کو جب سارا گھر سو جاتا تو صندل اٹھ کر صندل دیوی والے کمرے میں چلی جاتی اور لوبان جلا کر سلطان بابا کے بتائے ہوئے ورد و وظائف کرتی اور پھر مراقبہ میں بھگوان کا دھیان کر کے بیٹھ جاتی۔ یوں لگتا جیسے منڈپ والے نوجوان کا چہرہ اس کے تصور کا نقش بن گیا ہے۔ وہ گھبرا کے مراقبہ میں سلطان بابا کو پکارتی۔ ایک دن سلطان بابا نے مراقبہ میں اس سے کہا، بیٹی اللہ کی کوئی صورت و شکل نہیں ہے مگر آنکھ بغیر صورت کے نہیں دیکھ سکتی۔ تمہیں بھگوان کی صورت میں وہ نوجوان دکھائی دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دیکھنے کے لئے تم اپنے ارادے سے کام لے رہی ہو۔ تمہیں دنیا میں جو سب سے اچھا لگا تمہارے تمام حواس کی مرکزیت اس ہستی پر ہو گئی۔ تمہارے دل کی آنکھ نے اس کے عکس کو اپنی نظر کا چشمہ بنالیا۔ اب نظر جہاں بھی دیکھے گی اسی چشمے سے دیکھے گی۔ اللہ کو دیکھنا چاہتی ہو تو دنیا کے سارے چشمے اتار دو۔ صندل سجدے میں گر پڑی بھگوان میری رکھشا کرنا۔

کندن کی شادی کو ڈیڑھ ماہ ہو چکے تھے۔ اس عرصے میں وہ تو نہ آسکی مگر کندن کے بھائی سنیل اور راہول مٹھائی اور جوڑا لے کر بہن کے گھر گئے تھے۔ وہ اپنے گھر خوش تھی۔ ایک دن کسی کے ہاتھ انہوں نے خبر بھیجی کہ وہ کل یہاں آرہے ہیں۔ سارے گھر میں ہلچل مچ گئی۔ چودھرائن نے خادم کو محلے کے تین چار گھروں میں بھیجا کہ خبر دے آئے کہ بیٹی اور داماد پہلی دفعہ آرہے ہیں۔ باقی وہ خود سب کو بتا دیں گی۔ مالا، کاجل اور چودھرائن تینوں رسوئی گھر

www.ksars.org

کی خبر لینے کو لپکیں۔ صندل، کندن کا کمرہ ٹھیک کرنے لگی۔ دوسرے دن شام کو کندن اپنے میاں کے ساتھ میکے پہنچی۔ بڑی بہو مالا نے دروازے پر اس کا سواگت کیا۔ ناریل پھوڑا، دونوں کے ماتھے پر سیندور کا تلک لگایا۔ کندن کے چہرے پر سہاگن کی دمک تھی۔ انیل بھی بہت خوش تھا۔ دونوں نے ماتا اور پتا کے چرن چھوئے اور دونوں نے انہیں آشیرباد دی۔ کندن تین دن تک میکے میں رہی۔ محلے کی ساری عورتیں اس سے ملنے آئیں۔ گاؤں کے رواج کے مطابق ہر گھر سے کوئی نہ کوئی پکوان بھیجا گیا۔ تینوں دن چودھرائن کے یہاں دعوت شیراز رہی۔ صندل بھی دن رات اپنی دیدی اور جیجا جی کے ساتھ مصروف رہی۔

جانے سے پہلے چودھرائن بولی، "کندن سلطان بابا کو پرنام کئے بنا نہ جانا۔ ان کے ہم پر بہت احسان ہیں۔ تم صندل کے ساتھ وہاں ہو آؤ۔"

انیل بولا۔ "سلطان بابا کون ہیں ماں؟ کہاں رہتے ہیں؟" چودھرائن بولی، "سلطان بابا کی درگاہ ہے۔ وہاں جو بھی دعا ہم نے آج تک مانگی ہے، بھگوان کی اِچھّا سے پوری ہوئی ہے۔ وہ بھگوان کے بھگت ہیں۔ تم جاتے جاتے انہیں پرنام کرتے جاؤ بیٹا۔" انیل بولا، "ماں ویسے تو میں آج تک کبھی کسی کی درگاہ پر نہیں گیا۔ مگر میں اس بات پر وشواش رکھتا ہوں کہ بھگتوں کی بھگوان جلدی سنتے ہیں۔" پھر وہ کندن سے مسکرا کر کہنے لگا۔ "چلو آج ہم بھی تمہاری خاطر درگاہ میں ہو آتے ہیں۔" کندن ہنس پڑی۔

صندل، کندن اور انیل کے ساتھ سلطان بابا کے مزار پر آئی۔ تینوں نے مزار پر پھول چڑھائے۔ چند منٹ ہاتھ باندھ کر کھڑے اپنی عرض گزاشت کرتے رہے۔ پھر پرنام کر کے انیل نے اپنا قدم اٹھایا ہی تھا کہ اس کی نظر اپنے پاؤں کے پاس پڑی۔ وہاں اسے کوئی چمکیلی سی چیز دکھائی دی۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا۔ دیکھا تو یہ ایک کئی سو سال پرانا سکہ تھا۔ جو چاندی کا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اسے کندن اور صندل کو دکھایا۔ کندن اور صندل خوش ہو کر بولیں۔ "سلطان بابا آپ کو بدھائی دی ہے۔ اس کو سنبھال کر رکھ لیں۔" گھر آ کر انیل نے وہ سکہ ماں کو اور ٹھاکر صاحب

www.ksars.org

کو دکھایا۔ دونوں نے اس کو وہی بات کہی کہ اس کو سنبھال کر رکھ لو۔ بزرگوں کی آشیر باد کے ساتھ تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔

کندن اور انیل خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئے۔ ادھر صندل پھر اسی طرح راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے لگی۔ سلطان بابا نے اسے کچھ وظائف کرنے کو دیئے تھے۔ وہ ان ہی کا جاپ کر کے اپنے رب کے دھیان میں مشغول ہو جاتی۔ اب اس کے ذہن سے آہستہ آہستہ اس نوجوان کی تصویر بھی ہٹتی جا رہی تھی کہ ایک دن سہیلی کے گھر سے واپسی پر صندل کا جی چاہا کہ سلطان بابا کو پرنام کرتی چلوں۔ وہ حسب معمول ان کی قبر کی پائنتی پر آنکھیں بند کر کے چپ چاپ بیٹھ گئی۔ ابھی اس نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ اسے اپنے قریب آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ وہی نوجوان وہاں کھڑا تھا۔ یوں اچانک اتنے قریب دیکھ کر صندل پہلے تو گھبرا گئی پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سلطان بابا کی قبر کو دیکھتے ہوئے پرنام کیا۔ اور وہاں سے چلنے کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ وہ نوجوان اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس نے کہا۔ ”ذرا رکیئے، میرا نام شہباز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ٹھاکر صاحب کی صاحبزادی صندل ہیں۔ میرا آپ سے یوں بات کرنا گاؤں والوں کی نظر میں اچھا نہیں ہے۔ مگر جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے اس وقت سے میں نہیں جانتا کہ آپ کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے مگر مجھے یقین ہے کہ کچھ ہے ضرور۔ ابھی بھی میں جب اپنے گھر بیٹھا کچھ کام کر رہا تھا، میری آنکھوں کے سامنے آپ آ گئیں۔ جیسے آپ اس مزار کی جانب جا رہی ہیں۔ اور پھر بے ساختہ میرے قدم بھی اسی طرف اٹھ گئے۔“ صندل چپ چاپ سن رہی تھی۔ وہ رکی نہیں نہ ہی کوئی جواب دیا۔ وہ پھر بولا۔ ”آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ کئی مرتبہ تو میں نے اپنے آپ کو روک دیا اور کئی مرتبہ خود میں اپنے ذہن کی اطلاع کو آزمانے کے لئے آپ کے تعاقب میں چلا آیا۔ اور جب اسے درست پایا تو بغیر آپ سے بات کئے چپ چاپ لوٹ گیا۔“ وہ پھر نہایت ہی نرم لہجے میں بولا، ”صندل جی، آپ بھگوان پر بھروسہ رکھتی ہیں؟ یقیناً آپ اللہ کو بھی مانتی ہیں۔ جب ہی تو سلطان بابا کے مزار پر حاضری دی ہے۔ شاید آپ سمجھیں کہ یہ کہانی میں نے آپ کو تنہا دیکھ کر گھڑی ہے۔ مگر اللہ جانتا ہے کہ میں خود حیران ہو کر آپ تک آیا ہوں کہ شاید آپ ہی اس گتھی کو سلجھا دیں۔“ صندل

www.ksars.org

بولی، ”مجھے آپ کی بات جھوٹی نہیں لگی مگر اب آئندہ آپ مجھ سے ملنے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔“ یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی گھر لوٹ گئی۔

چند ہی دن گزرے تھے کہ صندل کی شادی کا تذکرہ گھر میں چھڑ گیا۔ گاؤں کا کوئی لڑکا تھا۔ ٹھاکر صاحب کو پسند تھا۔ مالا اور کاجل نے صندل سے جب ذکر کیا تو صندل بڑی ہی پریشان ہوئی۔ اس نے کہا۔ ”بھابھی میں تو پہلے کہہ چکی ہوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔“ مالا بولی، ”تو پاگل ہو گئی ہے؟ کیا ساری عمر یونہی بیٹھی رہے گی؟“ صندل بولی، ”بھابھی ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟ ابھی تو میں پورے سولہ سال کی بھی نہیں ہوئی ہوں۔“ کاجل بولی، ”پگلی یہی تو عمر ہے شادی کی رشتہ بھی اچھا ہے۔ عیش کرے گی اپنے گھر میں۔“ صندل بولی، ”بھابھی باپو سے کہہ دو میں ابھی تیار نہیں ہوں۔“ ماں کو پتہ چلا کہ صندل شادی سے انکار کر رہی ہے تو اس نے بھی بڑا سمجھایا۔ مگر پھر صندل کی ضد پر سب نے یہی سوچا کہ کچھ دن اور خاموش ہو جاتے ہیں۔ شاید ایک آدھ سال میں عقل آ جائے۔

صندل کی طرف سے ناہوئی تو مالا نے رائے دی کہ کیوں نہ عاجل کی شادی کر دی جائے۔ وہ اکیلا دھامن گاؤں میں رہتا ہے۔ گھر گرہستی کا اس کو آرام ہو جائے گا۔ طے یہ پایا کہ اب کے جب وہ چھٹی پر گھر آئے تو اسے شادی کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اسی رات صندل عبادت والے کمرے میں آ گئی تو اس کا دل بڑا ہی بھرا ہوا تھا۔ وہ سجدے میں سر رکھ کر خوب روئی۔ پربھو، مجھے شادی نہیں کرنی۔ مجھے اپنے در کی جوگن بنالو۔ میرے دل سے اس کی محبت نکال دو۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کا دل کچھ ہلکا ہوا تو اس نے سجدے سے سر اٹھایا اسے یوں لگا جیسے اس کے سامنے سلطان بابا کھڑے ہیں۔ اس نے جونہی ان کی جانب دیکھا ان کی آنکھوں سے تیز روشنی کی شعاع نکل کر اس کی آنکھوں میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ سلطان بابا کے آگے ہاتھ باندھ کر ادب کے ساتھ کھڑی ہے۔ سلطان بابا نے فرمایا۔ ”صندل تم کیا چاہتی ہو؟“ صندل بولی، ”سرکار، میں اس حقیقت کو جاننا چاہتی ہوں جو میری عقل و شعور کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ اس رب کی کھوج لگانا چاہتی ہوں جو ازل میں مجھے جنم دے کر میری آنکھوں سے چھپ گیا ہے۔“ سلطان بابا بولے، ”صندل جانتی ہے تو کس بات کی خواہش کر رہی ہے؟“ صندل بولی، ”مہاراج میں خوب اچھی طرح سے اپنی آتما کے تقاضے کو جانتی ہوں۔“ سلطان بابا بولے، ”پھر آ ہمارے قریب آ جا۔“

www.ksars.org

صندل مٹی کا بت بنی ٹک ٹکی باندھے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ سلطان بابا کے بلانے پر ان کے قریب تر آ گئی۔ اس وقت اس نے دیکھا کہ سلطان بابا کے بائیں ہاتھ میں پوجا کی تھالی ہے جس کے اندر سیندور ہے۔ سلطان بابا نے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر تھالی سے سیندور لگایا اور صندل کے ماتھے پر تلک لگا دیا۔ صندل کے ماتھے پر سیندور سے جوگن لکھا گیا۔ صندل نے سلطان بابا کے قدم چوم لئے۔ سلطان بابا نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے، "صندل آج سے ہم تجھے ایک کام سونپتے ہیں۔" صندل کے ذہن میں سلطان بابا کی فرمانبرداری کے سوا اور کوئی خیال نہ تھا۔ سلطان بابا کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اس کے دل کی گہرائی میں داخل ہو رہا تھا۔

یہ کہہ کر کہ ہم تجھے ایک کام سونپتے ہیں۔ سلطان بابا نے صندل کا ہاتھ پکڑا اور سامنے دیوار کے اندر سے باہر نکل گئے۔ وہ دونوں بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آن کی آن میں عالم جنات میں پہنچ گئے۔ صندل یہاں سے واقف تھی۔ عالم جنات کے شہر پناہ کے دروازے پر ایک قوی ہیکل عفریت گارڈ تھا۔ سلطان بابا نے کارڈ دکھایا۔ اس نے سر قدرے خم کرتے ہوئے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ سلطان بابا اور صندل اب ایک عمارت کے دروازے پر پہنچے۔ یہ ایک مثلث شکل کی عمارت تھی جو دیکھنے میں بہت مضبوط نظر آتی تھی۔ سلطان بابا دروازے پر رکتے ہوئے بولے۔ "صندل یہ جنوں کے بچوں کا اسکول ہے۔ یہاں وہ بچے پڑھتے ہیں جو شرارت کی وجہ سے دوسرے اسکولوں سے نکالے ہوئے ہیں۔ تجھے ان بچوں کو ادب سکھانا ہو گا۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ ایک خوفناک صورت کے بہت بڑے جن نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں انگارے کی طرح کا سرخ دہکتا ہوا ایک موٹا سا ڈنڈا تھا۔ جسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے صندل کو دہشت سی محسوس ہوئی۔ مگر اگلے لمحے ہی سلطان بابا کی موجودگی کے خیال نے اسے پرسکون کر دیا۔ وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہوئے، یہ آفس تھا۔ یہاں میز کے ارد گرد چند کرسیاں پڑی تھیں۔ اور کرسی پر ایک لحیم شحیم جن بیٹھا تھا۔ سلطان بابا نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور صندل کا تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ ان بچوں پر اتالیق مقرر کی جاتی ہیں۔ پھر صندل سے کہا ان کا نام عزا ہے۔ یہ اس اسکول کے ہیڈ ہیں۔ تمہیں بچوں کی تعلیم میں جس چیز کی ضرورت ہو یہ تمہارے ساتھ پورا تعاون کرینگے۔ آج تم ان کے ساتھ اسکول کا جائزہ لے لو۔ کل سے تمہاری ڈیوٹی شروع ہو جائے گی۔ سلطان بابا وہیں آفس میں ہی بیٹھے کچھ فائلیں دیکھنے لگے اور صندل عزا کے ساتھ اسکول کا جائزہ لینے نکل گئی۔ اسے یہ دیکھ کر بڑا عجیب لگا

www.ksars.org

کہ اس مثلث شکل کی عمارت میں ہر کمرہ مثلث کی صورت ہے۔ ہر کلاس روم تکونہ تھا۔ ہر کلاس روم کے دروازے پر مضبوط لوہے کی جالی کا ڈبل دروازہ تھا اور اس پر ایک گارڈ متعین تھا۔ یہ اسکول نہیں بلکہ جیل خانہ لگتا تھا۔ ان جالیوں سے اس نے ہر کلاس روم کے اندر جھانکا ان بچوں کی آنکھوں سے ہیبت اور درندگی کے شرارے نکل رہے تھے۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور آفس میں واپس آئی۔ سلطان بابا نے پوچھا۔"تم اسکول دیکھ آئیں؟ بچوں کو دیکھا؟"صندل نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔"سرکار، میں نے دیکھ لیا۔"سلطان بابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور آشیر باد دی۔"اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں سرخرو کرے بیٹی۔"پھر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے ایک قدم اٹھایا اور دوسرے قدم پر وہ اسی کمرے میں موجود تھی۔ اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بھگوان اسے حق کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

www.ksars.org

شہباز سے شادی

دوسرے دن اس کا من گھر میں کچھ اُکھڑا اُکھڑا سا رہا۔ کبھی اسے خیال آتا باپو اگر شادی کے لئے ضد کریں تو پھر کیا ہو گا؟ کبھی سوچتی میرے دل پر تو شہباز کا نام نقش ہو چکا ہے۔ اب میں کسی اور سے شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور شہباز سے شادی تو مر کر بھی نہیں ہو سکتی، دو مذہب دو عقیدوں کی بات ہے۔ پھر خیال آتا میرا راستہ اوروں سے الگ ہے۔ سلطان بابا اس راہ پر خود ہی میری رکھشا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی کبھی ہی خیال آتا وہ جنات کے بچے ہیں میں کس طرح ان کی تربیت کروں گی پھر دل کہتا آتما میں بڑی طاقت ہوتی ہے آتما اپنا کام کرنا جانتی ہے۔

رات کو اس نے اشنان کیا، سفید صاف ستھرے کپڑے پہنے اور جب سب لوگ گہری نیند سو گئے تو صندل دیوی والے کمرے میں آ گئی۔ اس نے سلطان بابا کے دیئے ہوئے وظائف پڑھے اور سجدے میں گر گئی۔ سجدے کی حالت میں ہی اس کے اندر سے اس کا جسم مثالی نکلا اور سیدھا سلطان بابا کی درگاہ پر آیا۔ قبر مبارک کے اوپر والا حصہ دو پٹ والا دروازہ نظر آیا۔ جسم مثالی اس دروازے کو کھول کر سیدھا قبر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی چند سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک روشن فضا آ گئی۔ اس فضا میں ایک ہموار اور خوبصورت سڑک پر چل کر وہ ایک مکان کے دروازے پر پہنچی۔ دستک دی تو سلطان بابا نے دروازہ کھولا۔ بولے، ”صندل تو آ گئی۔“ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔ وہاں ایک میز کے اوپر ایک خوبصورت شیشے کی صراحی میں ارغوانی رنگ کا شربت رکھا تھا۔ یہ شربت بلوریں گلاس میں انڈیل کر صندل کو دیا۔ صندل نے نہایت ادب سے سر جھکاتے ہوئے اسے لیا اور آہستہ آہستہ پی گئی۔ ہر گھونٹ پر اسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ ایک ادھ کھلی کلی ہے۔ جو آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی ہے۔ اس کے اندر خوشی و انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اندر انتہائی جوش، ولولہ اور قوت محسوس کرنے لگی۔ شربت ختم کیا تو اس کے روئیں روئیں سے ایک لطیف روشنی سی نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم مثالی سے یہ کرنٹ انتہائی لطیف روشنی کی صورت میں نکل کر اس کے اطراف میں ایک دائرہ بنا رہا ہے۔ جیسے چاند کے ارد گرد

www.ksars.org

اس کی روشنیوں کا ہالہ ہوتا ہے۔ اسے خیال آیا اس ہالے کے اندر کوئی شیطانی صفت داخل نہیں ہو سکتی۔ تشکر کے جذبات سے لبریز ہو کر وہ بے ساختہ سلطان بابا سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اس کی صندل سی روشن پیشانی پر پیار سے بوسہ دیا اور فرمایا۔ "چلو تمہاری کلاس تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

دونوں نے ہاتھ پکڑا اور ایک ہی اڑان میں عالم جنات کے شہر پناہ پر تھے۔ شہر پناہ کے دروازے پر انہیں کارڈ دکھا کر داخلہ مل گیا۔ اس طرح وہ پہلے کی طرح اسکول میں پہنچ گئے۔ سلطان بابا صندل کو اسکول کے پرنسپل عزا کے حوالے کر کے رخصت ہو گئے۔ عزا صندل کو لے کر سب سے پہلے اسٹاف روم لائے۔ وہاں پر تمام اسٹاف سے اسے ملایا۔ اسٹاف صرف چند لحیم شحیم جنات پر مشتمل تھا۔ جن کے نام لات، منات اور ہبل تھے۔ پھر عزا اسے لے کر ایک کلاس میں آیا۔ یہاں تمام بچوں میں اس کا تعارف کرایا کہ آئندہ سے اب یہ آپ کی ٹیچر ہوں گی۔ یہ سن کر تمام بچے عجیب مضحکہ خیز انداز میں ہنس پڑے۔ جیسے کہہ رہے ہوں کہ لحیم شحیم جنات تو ہمارے اندر علم کی ایک کرن بھی نہ داخل کر سکے۔ یہ نرم و نازک سی عورت ہمیں کیا سکھائے گی۔ صندل نے ان سب کی جانب ایک نظر دیکھا۔ ان کے شرارتی اور طنزیہ قہقہے میں ان کے ذہن کی تحریر پڑھ لی۔ اور اندر ہی اندر بولی، "یا سلطان بابا مجھے آپ کی سوگند ہے۔ میں اپنی انتہائی سکت تک اس کام کو نہیں چھوڑوں گی۔" وہ اس عزم کے ساتھ ٹیچر کی کرسی کی جانب بڑھی۔ اور عزا سے آہستہ سے کہہ دیا کہ اب آپ جائیں۔ میں انہیں ہینڈل کر لوں گی۔ عزا یہ سن کر لوٹ گیا۔ اس کے لوٹتے ہی تمام بچوں نے ایک دم سے شور مچانا شروع کر دیا۔ اسی وقت صندل اپنی کرسی کے آگے اور میز کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس نے انتہائی پیار بھری آواز میں پکارا۔ "بچو۔"

یہ آواز کلاس روم کے ہر کونے سے ٹکرائی۔ اور تمام بچوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی۔ آواز کی لہریں اس مثلث کمرے کی ہر دیوار سے ٹکرا کے پھر الفاظ بن جاتیں۔ پھر دوبارہ وہ لہریں سامنے دیوار سے ٹکرا کر لوٹتیں اور آواز الفاظ بن کر کمرے میں گونجتی رہیں۔ اس طرح کمرے میں ہر طرف صندل کی آواز گونجنے لگی۔ جو "بچو" کہہ کر بچوں سے مخاطب تھی۔ اس مسلسل گونج کی لہریں بچوں کے دماغ کے اندر داخل ہو گئیں۔ اور وہ سارے متوجہ ہو کر صندل کی جانب دیکھنے لگے۔ وہ حیران تھے کہ کمرے میں گونجنے والی آواز ان کے دماغ کے اندر کس طرح

www.ksars.org

گونجنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد صندل نے سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اس اشارے کے ساتھ ہی آواز ختم ہوگئی۔ اس نے ایک بچے سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتادیا۔ دوسرے سے نام پوچھا تو اس کے برابر والے بچے نے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ صندل نے کچھ نہ کہا۔ اس نے دوسرا سوال کیا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اس سوال پر سارے بچے زور زور سے ہنسنے لگے اور ڈیسک بجانے لگے۔ اس نے مسکرا کر پھر پوچھا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟ ہم یہاں کیوں جمع ہیں؟" ایک لڑکا جو کلاس میں سب سے بڑا تھا، وہ کلاس میں پیچھے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے دونوں بازو آگے بڑھائے۔ اس کے بازو لمبے ہوتے چلے گئے۔ اور اس نے آگے کے ڈیسکوں پر بیٹھے دو لڑکوں کی گردنیں پیچھے موڑ دیں۔ دونوں نے چیخ ماری اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ اس لڑکے سے مقابلہ کریں۔ اب سارے بچے دلچسپی کے ساتھ انہیں دیکھنے لگے۔ سب کی نظروں سے اشتعال جھلک رہا تھا۔ وہ لڑکا شرارت میں ہنس ہنس کر اپنے لمبے لمبے بازوؤں کی قوت دوسرے بچوں پر آزما رہا تھا۔

صندل نے دیکھا کہ تمام بچوں کا دھیان اس بیہودگی میں لگا ہوا ہے۔ اس نے سوچا کہ میری آواز ان کی سماعت میں داخل نہیں ہوگی۔ انہوں نے اپنے کان دوسری طرف لگا دیئے ہیں۔ اس کا ذہن بہت تیزی کے ساتھ کام کرنے لگا۔ صندل نے اپنے دل میں اپنے رب کو آواز دی۔ اور سلطان بابا کو پکارا کہ وہ اسے شکتی دیں کہ اس شکتی کے ذریعے وہ شر کا مقابلہ کر سکے۔ اسی وقت اس کے اندر جیسے ایک انتہائی تیز کرنٹ دوڑ گیا۔ اس نے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بچوں کی جانب اٹھائیں اور زور سے چلائی، "رک جاؤ۔" اس کے اتنا کہتے ہی اس کی ہتھیلیوں سے تیز کرنٹ نکلا اور ہر بچے کے گرد اس تیز کرنٹ کا ایک دائرہ بن گیا۔ جسے سب نے محسوس کیا۔ سب کے بڑھتے ہوئے ہاتھ سمٹنے لگے۔ اس بڑے لڑکے نے کے بازو آگے بڑھانے کی کوشش کی تو زور سے چیخا۔ کرنٹ کی وجہ سے اس کے دانت بھنچ گئے۔ اب صندل نے نہایت رعب دار آواز میں کہا۔ "بچو، میں نے تم سے کچھ سوال کئے تھے۔ تم نے مجھے جواب نہیں دیئے۔ میں پھر تم سے وہی سوال کرتی ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ اور ہم یہاں کیوں جمع ہیں؟" بڑا لڑکا اب بھی اپنی شرارتوں سے دستبردار نہ تھا۔ اس نے بڑی اکڑ کے ساتھ جواب دیا۔ "تم بتاؤ، تم یہاں کس لئے آئی ہو؟" صندل بولی، "میں تو اپنے آنے کے مقصد کو خوب جانتی ہوں۔ مگر تم بتاؤ کہ تم اپنے آنے کے مقصد سے کتنے واقف ہو؟"

www.ksars.org

یہ تمام بچے عمر میں لڑکپن اور جوانی کے درمیان میں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی شرارتوں میں بچپن کی معصومیت کی جگہ نافرمانی وفساد زیادہ تھا۔ ایک دوسرا لڑکا سخت لہجے میں بولا، "تم ساحر ہو اور سحر سے ہمارے اوپر قابو پانا چاہتی ہو۔" وہ شیطان لڑکا بولا، "تم کیا سمجھتی ہو کہ ہم سحر سے واقف نہیں ہیں۔ ہم انسانوں سے زیادہ سحر کی قوت رکھتے ہیں۔" صندل بولی، "میں مانتی ہوں کہ جنوں کے پاس سحر کی قوتیں انسان سے زیادہ ہیں۔ مگر انسان کے پاس اس کے رب کی شکتی ہے اور رب کی شکتی ہر قسم کے سحر کی قوت سے بڑھ کر ہے۔" وہ شیطان پھر بولا، "میں ایک گرگٹ بن کر تمہارے اس حصار سے باہر آسکتا ہوں۔" اور اتنا کہتے ہی گرگٹ بن گیا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس گرگٹ نے اپنے قریب ڈیسک پر چڑھنے کے لئے چھلانگ لگائی۔ مگر اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے کرنٹ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کرنٹ تو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ صرف محسوس ہوتا تھا مگر سب سے دیکھا کہ گرگٹ اپنی دم کے ساتھ الٹا لٹکا ہوا پھڑ پھڑا رہا تھا۔

صندل پھر گرجدار آواز میں بولی، "کوئی اور ہے جو اپنی شیطنت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے؟" اسی وقت ایک اور شیطان صفت لڑکا سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے بولا۔ "تم ابھی جنات کی ساحرانہ قوتوں سے واقف نہیں ہو۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک سیاہ ناگ میں تبدیل ہو گیا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ ناگ اپنی پوری زہریت کے ساتھ پھنکارا مگر اس کی پھنکار جیسے کسی ان دیکھی دیوار سے ٹکرا کر خود اس کی جانب لوٹ گئی۔ پھنکار کے ساتھ جو زہر اس نے نگلا تھا وہ زہر بھی واپس اسی پر بارش کی طرح برس پڑا۔ اس زہر کے قطروں نے سانپ کے جسم کو جگہ جگہ سے جلا دیا۔ جیسے تیزاب کے قطرے جسم پر چھڑک دیئے جائیں۔ اس سانپ نے پھر اپنا رخ بدلا۔ اور دوسرے رخ میں اسی طرح پھنکار کر اپنے زہر کی پچکاری ماری۔ پھر اس کے اطراف میں موجود ان دیکھی قوت کے دائرے سے ٹکرا کر وہ پھر اس کے جسم پر برس پڑا۔ وہ تلملا کے رہ گیا۔ سانپ کا جسم خود اپنے ہی زہر کی آگ سے ایک ایک انچ پر جلنے کے زخم بن چکا تھا۔ اب اس میں ذرا بھی قوت نہ تھی۔ وہ ادھ مواہو کر اپنی جگہ پر پڑ گیا۔

اب پھر صندل نے زور دار آواز میں سب کو للکارا۔ "ہاں بچو، اب اور کوئی اپنا کمال دکھانا چاہتا ہے؟" سب خوفزدہ ہو کر اپنی جگہ پر ساکت ہو گئے۔ صندل نے پھر کہا، "میں آج تمہیں پورا پورا موقع دیتی ہوں۔ آؤ اور

www.ksars.org

اپنی شیطانی قوتوں کا بھرپور مظاہرہ کرو۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ سحر اور جادو میں تم سے کوئی جیت نہیں سکتا۔ مگر تم بھول گئے کہ سب سے بڑی ایک ہی ہستی ہے جو اپنی مخلوق میں بہت سارے ناموں کے ساتھ پہچانی جاتی ہے۔ کوئی اسے بھگوان کہتا ہے، کوئی اسے اللہ کہتا ہے، کوئی گاڈ کہتا ہے، وہ سب کا رب ہے۔ ہر قسم کے جادو کا اس کے پاس توڑ ہے۔" پھر وہ ذرا نرم لہجے میں بولی، "اے نسل جنات، تم پہلے خود اپنی فطرت کو سمجھو، تمہاری فطرت میں آگ کی صفات کام کر رہی ہیں۔ آگ اپنے قریب آنے والی ہر شے کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ مگر ذرا سوچو کہ اگر آگ کے اندر صرف تخریب کاری ہی ہوتی تو تم کس طرح اپنے وجود میں قائم رہتے۔ اے نسل جنات، تمہارا اپنا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہارے اندر ایک ایسا تفکر بھی کام کر رہا ہے جو تمہارے وجود کو آگ کی تخریب کاری کا مکمل ہدف بننے نہیں دیتا۔ تم نے صرف اپنا ناطہ اپنے اندر کام کرنے والی فطرت کے اس رخ میں جوڑ رکھا ہے جو رخ تخریبی ہے۔ جو رخ اس کے پس پردہ ہے تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ تم سا ظالم اور جاہل اور کون ہو سکتا ہے؟" وہ گرگٹ ابھی تک الٹا لٹکا پھڑ پھڑا رہا تھا۔ اور سانپ زخموں میں چور ادھ موا ہو رہا تھا۔ صندل نے ان دونوں کی جانب دیکھا۔ اور پھر تمام لڑکوں سے بولی، "دیکھ رہے ہو تم کیا حشر ہے ان کا؟ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں انہوں نے اپنا ہی نقصان کر لیا اب ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ دوبارہ جن کی صورت میں تبدیل ہو جائیں۔ مگر بھگوان میں اتنی شکتی ہے کہ وہ شیطان بن جانے والوں کو دوبارہ جن کی صورت میں لا سکتی ہے۔" یہ کہتے ہی صندل نے اپنی انگلی سے ان کی جانب اشارہ کیا۔ اور منہ ہی منہ میں کسی منتر کا جاپ کیا۔ اور ان کی جانب پھونک مار دی۔ اسی وقت گرگٹ اور سانپ کی جگہ وہ دونوں جن بیٹھے تھے۔ گرگٹ والا جن اپنے پیٹ کو پکڑے ہوئے کراہ رہا تھا اور سانپ والے جن کا سارا جسم زخموں کے جلتے داغوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے بیٹھ پا رہا تھا۔

صندل نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا، "تم کیسے ساحر ہو جو دوسروں کو تکلیف دیتے دیتے خود مبتلا ہو گئے؟ اور پھر اس تکلیف کا علاج بھی نہیں ہے تمہارے پاس" وہ دونوں تکلیف کی شدت میں کچھ بول نہ سکے۔ بس صرف صندل کی جانب بے چارگی کی نظروں سے دیکھا۔ صندل بولی، "اب ایسی حرکت نہ کرنا بھگوان ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے" پھر اس نے ایک نظر بھرپور ان دونوں پر ڈالی۔ اسی وقت وہ دونوں پہلے کی طرح تندرست ہو گئے اور ان کی ساری

www.ksars.org

تکلیف جاتی رہی۔ مگر اس کے باوجود بھی ان کے ہونٹوں پر شکریہ کا ایک حرف نہ آیا۔ ان کی نظروں میں تکبر اور حسد کی جھلک تھی۔ صندل نے انہیں گہری نظر سے دیکھا اور پھر ایک بار دل ہی دل میں تہیہ کیا، ”اے کاش وپر لوک کے مالک، تیری شکتی سب سے بڑھ کر ہے۔ جو کام تو نے مجھے سونپا ہے میں اس میں کوتاہی برتنا نہیں چاہتی۔ میرا ساتھ دینا۔“

اب وہ ہر روز اسی طرح آدھی رات کو جب سب لوگ گہری نیند میں ڈوبے ہوتے۔ صندل دیوی کے کمرے میں چلی جاتی اور اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جاتی۔ اسی دوران اس کا جسم مثالی اس سے جدا ہو کر عالم جنات میں داخل ہو کر جنات کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیتا۔ یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ جن لڑکوں کی ایک ٹولی ہر وقت اسی ٹوہ میں رہتی کہ کس طرح صندل کی تعلیمات کو جھوٹا ثابت کریں۔ اس گروہ کا لیڈر وہی شیطان تھا جو اپنی نت نئی شرارتوں سے سب کو پریشان کرتا رہتا تھا۔ صندل کا زیادہ وقت اسکول میں دفاعی کارروائی پر ہی خرچ ہوتا تھا اور کوئی تعلیم و تربیت کی بات کا موقع بہت ہی کم ملتا ہے۔ جو کوئی اچھی بات وہ لڑکوں کو بتاتی تھی وہ بھی اس شیطانی ٹولے کی وجہ سے ان کے اوپر سے گزر جاتی تھی۔ وہ چاہتی تو بھگوان کی عطا کردہ شکتی سے انہیں ایسی سزائیں دے سکتی تھی کہ وہ کبھی جانبر نہ ہوتے۔ مگر وہ آہستہ آہستہ اپنے خلوص کے ذریعے ان کے اندر کے شیطان کو حق کا فرمانبردار بنانا چاہتی تھی۔ اسی کوشش میں وہ دن میں بھگوت گیتا کا مطالعہ کرتی۔ اس کے سمجھنے کے لئے اپنے باپو سے سوال کرتی اور زیادہ سے زیادہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتی۔ مگر اس کے باوجود بھی کلاس میں ہر روز انہی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا۔ ایک دن وہ سلطان بابا کی قبر پر گئی۔ اور مراقبے میں آنکھیں بند کر کے سلطان بابا کے حضور ساری روئداد بیان کی۔

"سلطان بابا اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور میں اسی طرح ان کے شیطان ہتھکنڈوں کے جواب میں اپنا دفاع و تحفظ میں مصروف رہی تو اصل کام تو کبھی نہیں ہو سکے گا۔ اصل کام تو رب کے نام سے انہیں متعارف کرانا ہے۔" سلطان بابا کی نورانی شبیہ اس کی بند آنکھوں کے سامنے نہایت ہی واضح انداز میں آگئی۔ ان کے نورانی جسم کے روئیں روئیں سے چاندنی کی طرح روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سلطان بابا مسکرائے۔ اور شفقت کے ساتھ فرمایا۔ ”صندل لے قرآن پڑھ اور جوگن بن جا۔“ ان کے نورانی ہاتھ میں نور کی ایک کتاب تھی۔ جو انہوں نے صندل کو

www.ksars.org

پیش کی۔ صندل نے مراقبہ کے دوران یہ کتاب ان کے ہاتھ سے لے کر اپنے سینے سے لگالی۔ اور پھر سلطان بابا اس کے سامنے سے غائب ہو گئے۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ آنکھیں کھولتے ہی اس کی نظر شہباز پر پڑی۔ جو سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کو شہباز کے چہرے پر اسے سلطان بابا کی روشنی دکھائی دی۔ مگر پھر دوسرے ہی لمحے اس نے گھبرا کر نظریں نیچی کر لیں۔ شہباز کی گہری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔"صندل جی! اس ناچیز کا سلام قبول فرمایئے۔"صندل کے حسین چہرے پر شفق کی لالیاں چھانے لگیں۔ اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر آہستہ سے نمستے کہا اور جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کے قریب آگیا اور دونوں ہاتھ اس کی جانب بڑھائے۔ اس کے ہاتھ میں خوبصورت جزدان میں لپٹا ہوا قرآن تھا۔ وہ یہ قرآن صندل کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔"صندل جی! میں نے کہا تھا نا آپ سے کہ میرے اور آپ کے بیچ کوئی رشتہ ضرور ہے۔ اب اسی کو لے لیجئے نا۔ میں نے تو آپ کے منع کرنے پر تہیہ کر لیا تھا کہ اب کبھی آپ کے راستے میں نہیں آؤں گا مگر تھوڑی دیر پہلے میں کتاب پڑھ رہا تھا کہ مجھے ایک دم غنودگی سی محسوس ہوئی اور ایک بزرگ سامنے آ گئے۔ کہنے لگے۔"شہباز میں سلطان بابا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں صندل میری قبر پر آنے والی ہے۔ تم اپنا قرآن اسے دے دو۔ اور پھر میں پوری طرح جاگ گیا اور اپنا قرآن لے کر آپ کی طرف دوڑا۔ صندل جی! قرآن میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ یقین کریں میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

صندل نے بیتابی کے ساتھ قرآن اس کے ہاتھ سے اٹھالیا۔ اسے لے کر چوما، آنکھوں سے لگایا اور سینے سے لگاتے ہوئے بولی،"مجھے آپ کی بات پر پورا یقین ہے۔ شکریہ اب آپ جاسکتے ہیں۔"شہباز نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔"خدا حافظ۔"صندل نے شرما کے نگاہیں نیچی کر لیں وہ تیز قدموں سے واپس لوٹ گیا۔ اس کے پیچھے صندل بھی اپنے گھر کو روانہ ہو گئی۔

قرآن اس نے چپ چاپ لے جا کر صندل دیوی والے کمرے میں رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس کے گھر والوں نے دیکھ لیا تو اس سے اچھی خاصی باز پرس ہو جائے گی۔ مگر خود اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے کا

www.ksars.org

خیال تو ان کے دل میں کبھی نہیں آ سکتا۔ اصل مذہب صرف مخصوص عقیدے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ مخصوص عقیدے کے ساتھ ساتھ متعین معاشرتی طرزوں پر زندگی کو ڈھالنا بھی مذہب کے دائرے میں آتا ہے۔ صندل خوب اچھی طرح جانتی تھی کہ عقیدے کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔ یہ چھپایا جا سکتا ہے۔ مگر معاشرتی زندگی میں کوئی شخص بھی تنہا نہیں ہے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ زنجیر کی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی تبدیلی اس کے معاشرے سے آدمی کو جدا کر دیتی ہے۔ اس رات وہ بڑی بے چینی سے سب کا سونے کا انتظار کرنے لگی۔ بار بار اس کی آنکھوں میں سلطان بابا کا قرآن دینے کا منظر آ جاتا اور اس کے ساتھ ہی شہباز کا قرآن پیش کرنا۔ بستر پر لیٹے ہوئے اس کا ذہن مسلسل انہیں لمحات میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگی شہباز کون ہے؟ وہ سلطان بابا کو کیسے جانتا ہے اور اس سے آگے اس کا ذہن رک جاتا۔ شہباز کا تصور اس کا دل دھڑکا دیتا۔

آج اس کے اندر ایک نیا عزم تھا۔ جیسے ہی وہ کلاس میں داخل ہوئی وہ شیطانی ٹولہ حسب معمولی شیطانی حرکات کرنے لگا۔ کبھی کسی کا کان مروڑ دیا، کہیں کسی کے بال نوچ ڈالے، غرضیکہ ساری کلاس میں ہلچل مچی تھی۔ صندل اپنی کرسی کے پاس کھڑی ہوئی اور اس کے کچھ منتر پڑھ کر اس شیطانی ٹولہ کی جانب پھونک ماری۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تمام شیطان اس قدر سکڑ کر رہ گئے کہ ان کا قد کاٹھ دس فٹ سے چھوٹا ہو کر صرف ایک فٹ رہ گیا۔ ان کی آواز بھی بالکل مدہم ہو کر رہ گئی یہاں تک کہ پاس بیٹھا ہوا جن بھی انہیں مشکل سے ہی سن سکتا تھا۔ اب

ان سب کو صندل نے ایک کونے میں کھڑا کر دیا اور ان کے ارد گرد حصار باندھ دیا۔ جس کے باہر وہ نہیں نکل سکتے تھے۔ ان کی بینائی بھی بہت کم ہو گئی تھی۔ یعنی ان کے تمام حواس قد کے ساتھ ساتھ سکڑ گئے تھے۔ اس حصار کے اندر وہ ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ مگر اس کے سوا وہ اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ اب صندل دوسرے لڑکوں سے مخاطب ہوئی، ”ہاں تو مجھے یہ بتاؤ کہ اب ان کے ساتھ کون کون شامل ہونا چاہتا ہے؟“ سارے خوفزدہ ہو گئے۔ ان کے تجربے میں یہ بات تو تھی کہ جنات اپنے ہاتھ اور قد کو لمبا کر سکتے ہیں مگر کوئی اتنے بڑے بڑے جنات کو اتنا چھوٹا بھی کر سکتا ہے۔ یہ ان کے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔ صندل بولی، ”میں چاہوں تو انہیں ایک فٹ سے بھی کم کر سکتی ہوں۔ تم نے اگر میری بات نہیں مانی تو

www.ksars.org

تمہارا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اب یہ اسی وقت اپنی اصلی حالت پر لوٹیں گے جب ان کے اندر سے شیطانی قوت ختم ہو جائے گی۔ بھگوان کی شکتی کے آگے کوئی شیطان بڑا نہیں رہ سکتا۔"

اب سب صندل کی جانب متوجہ ہو گئے۔ بولے۔"بھگوان کی شکتی کیا ہے؟"صندل بولی، "بھگوان کی شکتی وہ قوت ہے جو امن و سکون بخشتی ہے اور شر کا مقابلہ کرنے کی سکت عطا کرتی ہے۔"آج پہلے دن تمام کلاس نے سکون سے صندل کی بات سنی۔ واپسی پر پرنسپل عزا اور دوسرے اساتذہ کو جب معلوم ہوا کہ جنوں کے ایک ٹولے کو صندل نے سزا کے طور پر چھوٹا بنا دیا ہے تو وہ سب دیکھنے کے لئے آئے۔ پہلے تو وہ سب حیران ہوئے کہ یہ کس طرح اتنے سکڑ گئے۔ پھر سارے ہی خوش ہوئے۔ سب نے صندل سے خوشی میں ہاتھ ملایا اور کہنے لگے۔"ان لوگوں کی شرارتوں سے تو ٹیچر بھی پناہ مانگتے ہیں۔ ان لوگوں نے سب کو عاجز کر دیا ہے۔ ہم نے انہیں ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ اسکول میں بھی رکھا۔ مگر وہاں بھی یہ اپنے ساتھ چند لڑکوں کو لے کر اسی طرح شیطانی حرکات کرتے تھے اور کسی کو اچھی بات نہیں سننے دیتے تھے۔ جاہلیت کی وجہ سے بچوں اور نوجوانوں کی شرارتوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ تب شاہ جنات نے سلطان بابا سے اسی شر کے انسداد کی درخواست کی۔ سلطان بابا کا اصل منصب تو ہمیں نہیں معلوم مگر ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ وہ رب کے حکم پر ضرورتمندوں کے کام آتے ہیں۔ ہمیں معلوم تھا کہ سلطان بابا کی مدد سے ہماری مشکل آسان ہو جائے گی"۔ پھر وہ کہنے لگے۔"اس کے علاوہ بھی ایسے شریر جنات ہیں جو تعلیم گاہوں کی فضا کو خراب کر رہے ہیں۔ ہم کچھ عرصے بعد آپ کو وہاں بھی رکھیں گے۔"صندل بولی،"میں تیار ہوں۔"اس پر پرنسپل عزا نے کہا، "صندل جی اگر آپ چاہیں تو ایسا کر لیتے ہیں کہ اس اسکول کی ریگولر کلاسیں اب دوسرے اساتذہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور آپ کو ہم دوسری درسگاہوں کا دورہ کرا دیتے ہیں۔ ہم چاہیں گے کہ آپ بیک وقت سب جگہ کچھ وقت دیں۔ آپ ہر روز ایک سے زیادہ اسکولوں میں اپنا وقت و توجہ دیں گی تو ہماری تعلیم کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پرنسپل عزا کی تجویز صندل کو پسند آئی۔ وہ کہنے لگی۔"یہ ٹھیک ہے، اگر میں آپ کی تمام درسگاہوں کا معائنہ کروں تو مجھے آپ کے تعلیمی سسٹم کا اندازہ ہو جائے گا اور پھر اسی کے مطابق میں اپنی رائے اور تجویز آپ کے سامنے پیش کر سکتی ہوں۔"پرنسپل عزا، صندل کے جواب پر انتہائی خوش ہوا اور مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا پھر

www.ksars.org

ان کے سامنے ایک گاڑی لائی گئی جو دروازے کے بالکل سامنے آکر رک گئی۔ اس میں ایک جن عورت اتری۔ یہ شوفر تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ یہ کار عجیب سی تھی۔ اس کی صورت خنزیر جیسی تھی۔ پہیوں کی جگہ چار پاؤں بنے ہوئے تھے۔ صندل اور عزا کے بیٹھتے ہی یہ گاڑی اوپر کو اٹھنے لگی اور نہایت ہی تیزی سے فضا میں چلنے لگی۔ صندل نے سوچا یہ کار فضا میں اڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے پہیوں کی جگہ پاؤں ہیں۔ پرنسپل عزا نے بتایا کہ، ”عالم جنات میں خنزیر اور سانپ کو بہت ہی زیادہ متبرک سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں زیادہ تر چیزیں آپ کو اسی صورت میں ملیں گی“۔ اس دن پرنسپل نے اس گاڑی میں صندل کو شہر کی کافی ساری درسگاہوں کی سیر کرائی۔ یہ دیکھ کر صندل سوچ میں پڑ گئی کہ جتنے بھی اسکول ہیں سب کی عمارتوں کی طرز تعمیر ایک ہی ہے۔ چنانچہ اس نے عزا سے پوچھا۔ ”ان سب کی طرز تعمیر ایک سی کیوں ہے؟“ وہ کہنے لگے، ”ایجوکیشن بورڈ کی طرف سے ہمیں اس کا آرڈر ملا تھا کہ تمام اسکولوں کی تمام عمارتیں ایک ہی طرز پر تعمیر کی جائیں گی۔“ صندل نے پوچھا، ”مگر اس نقشے میں مثلث کی صورت رکھنے کی کیا حکمت ہے۔ ساراا سکول بھی مثلث کی صورت میں ہے اور ہر کلاس روم بھی اس شکل پر ہے۔“ عزا نے کہا، ”دراصل ایجوکیشن بورڈ میں تمام اسکولوں کے پرنسپل اس میٹنگ میں شامل ہوئے تھے وہاں اور بھی نقشے تھے مگر سب کو یہی پسند آیا تھا۔ اس وجہ سے ساری عمارتیں ایک ہی طرز پر بن گئیں۔“

صندل بولی، ”عزا صاحب! قبل اس کے کہ میں دوسرے اسکولوں میں جاکر طالبعلموں سے ملوں اور انہیں تعلیم دوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ بورڈ کی ایک میٹنگ بلائیں اور اس کے اندر مجھے شمولیت کی اجازت دیں تا کہ میں آپ کے تعلیمی سسٹم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے متعلق اپنی تجاویز پیش کروں اور پھر اس کے مطابق کام ہو۔“ پرنسپل عزا کو صندل کی بات بہت پسند آئی۔ اس نے کہا، ”یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں جلد از جلد اس میٹنگ کا انتظام کرتا ہوں اس دوران آپ حسب معمول اپنے اسکول آتی رہیئے گا“۔ پھر وہ مسکرا کے سر قدرے ہلاتے ہوئے بولا، ”تا کہ صندل جی آپ کے درشن ہوتے رہیں۔“ صندل ہنس پڑی۔ دوسری رات جیسے ہی اس نے قرآن کھولا۔ اس کی نظر اس آیت پر پڑی۔ ”ہم نے آدم کو اسمائے الٰہیہ کے کل علوم عطا کئے“ اس کے ذہن میں خیال آیا۔ اسمائے الٰہیہ کے علوم کیا ہیں؟ اس کے اندر انہیں حاصل کرنے کا تقاضا پیدا ہوا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر بھگوان سے پرارتھنا کی کہ

www.ksars.org

سلطان باباکے وسیلے سے اسے یہ علوم عطا ہوں۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ دعا کے الفاظ بھی اس کے دماغ میں خود بخود اتر رہے ہیں۔ اس کے بعد سلطان بابا اس کے سامنے آ گئے۔ فرمایا،"صندل، قرآن پڑھو تمہارے لئے سب کچھ اسی میں ہے۔" صندل نے جھک کر ان کے قدم چومے اور قرآن پڑھنے لگی۔ چند منٹ کے اندر ہی اس کا انہماک اس قدر بڑھ گیا کہ اسے اپنے گردو پیش کی خبر نہ رہی۔

صندل کو محسوس ہوا کہ اس کا سر کھل گیا ہے اور اس کے اندر آسمان سے نور نکل کر داخل ہو رہا ہے۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد اس نے قرآن کو چوما اور جزدان میں بند کر کے کمرے کی دیوار میں لگی الماری کے اندر حفاظت سے رکھ دیا۔ اور پھر سجدے میں سر رکھ کر عالم جنات میں پہنچ گئی۔

اب وہ ان جنات لڑکوں سے کافی گھل مل گئی تھی۔ وہ بھی اس کی بات آرام سے سنتے صرف وہ شیطانی ٹولہ ابھی تک اسی حال میں تھا۔ جب صندل ان کے پاس جاتی تو وہ اسے دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے۔ صندل کو ان کی اتنی پروا بھی نہ تھی۔ وہ اپنا زیادہ وقت انہیں دینا چاہتی تھی جو اس کی بات سنتے تھے۔ تا کہ زیادہ لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں اور سلطان بابا نے اسے جس مقصد کے لئے یہاں بھیجا ہے وہ مقصد پورا ہو سکے۔

دن اسی طرح گزرتے رہے۔ صندل پابندی سے اپنی ڈیوٹی کرتی رہی۔ چند دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن پرنسپل عزا نے صندل کو بتایا میٹنگ کا انتظام ہو گیا ہے اور ایجوکیشن بورڈ کے تقریباً تمام ممبران نے اس میٹنگ میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ وہ سب آپ سے ملنے کے خواہشمند ہیں۔ صبح سویرے جب وہ بستر سے اٹھی تو اس کے دل میں بڑی شدت سے یہ خیال آنے لگا کہ وہ آج سلطان باباکے مزار پر حاضری دے۔ وہ جانتی تھی کہ جب اس کے دل میں بے ساختہ سلطان باباکے مزار پر حاضری دینے کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے اسے یوں لگا جیسے سلطان بابا اس کے منتظر تھے۔ وہ سوچنے لگی کہ ضرور ایسا ہے کہ جب سلطان بابا چاہتے ہیں کہ میں ان کی قبر پر حاضری دوں تو پھر میرے دل میں بھی ان کے مزار پر جانے کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے۔ اس خیال نے اسے خوش کر دیا کہ سلطان بابا مجھے یاد کرتے ہیں۔ ان کی یاد کی کشش مجھے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس کا منہ

www.ksars.org

چومنے لگی۔ماں جان گئی کہ آج یہ لاڈ ضرور کسی چیز کی فرمائش کے لئے ہو رہا ہے۔وہ اپنی بیٹی کے مزاج سے خوب واقف تھی، بولی ہاں میری لاڈو کیا چاہیئے ؟ صندل ماں کے گال چومتے ہوئے بولی ماں میں سلطان بابا کے مزار پر چلی جاؤں۔ماں ہنس دی۔بس اتنی سی بات، جا چلی جا، تجھے میں روکتی ہوں کیا۔

صندل خوشی میں لہراتی ہوئی اپنے کمرے میں تیار ہونے کے لئے دوڑی۔ماں ممتا کے سرور میں سرشار اپنے آپ ہی کہنے لگی۔"بچی ہے بالکل بچی۔" آج صندل کے اندر سے جیسے خوشی کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ دل کی خوشی ہونٹوں کا نغمہ بن گئی۔اپنی خوشی کا سبب وہ خود نہیں جانتی تھی۔اس نے گہرے سرخ رنگ کا لہنگا کرتہ پہنا اور ماتھے پر بندیا لگائی۔پھر اوڑھنی سے سر ڈھانک کر باہر نکل گئی۔وہ حسب معمول قبر کی پائنتی پر بیٹھ گئی۔اور دونوں ہاتھ جوڑ کر سلطان بابا کو پرنام کیا۔پھر چپ چاپ آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔مراقبہ میں بیٹھتے ہی اس کے سامنے سلطان بابا کی شبیہ آگئی۔سلطان بابا، سلطان بابا۔آج آپ مجھے یاد کر رہے تھے نا۔سلطان بابا نے مسکرا کے صندل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔"تمہیں کیسے معلوم ؟" وہ بولی، "اس لئے کہ مجھے بھی آپ کی یاد آ رہی تھی۔" سلطان بابا بولے۔" اسی لیے میں تمہیں یہاں بلانا چاہتا تھا۔"

یہ کہہ کر سلطان بابا نے ہاتھ آگے بڑھائے۔ان کے ہاتھ میں ایک سفید اسکارف تھا جس پر سفید رنگ کے دھاگوں سے بڑی خوبصورت کڑھائی تھی۔کہنے لگے۔"صندل کل جب تم میٹنگ میں جاؤ تو یہ اسکارف پہن لینا۔" صندل نے شکریہ کے ساتھ وہ اسکارف لے لیا۔پھر سلطان بابا نے فرمایا صندل اب تم گھر جاؤ۔صندل نے مراقبہ میں ہی ان کے قدم چومے۔پھر آنکھیں کھولیں اور ان کی قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیر کر عقیدت سے اپنے ماتھے پر لگائی۔اس کے بعد وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی اور قبر کو پرنام کر کے جانے کے لئے جو پیچھے مڑی تو دو قدم کے فاصلے پر شہباز کو کھڑے پایا۔یوں اچانک اتنے قریب اسے دیکھ کر صندل اتنی زور سے چونک اٹھی کہ اس کا سارا بدن جھولتی ڈالی کی طرح لہرا کے رہ گیا۔اس کے سر سے چیز یا سرک گئی۔شہباز مسکرا کے بولا۔"نمستے صندل جی، معاف کرنا میں نے آپ کو چونکا دیا۔" صندل اپنی تیز چلتی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔"نمستے" اور جانے کے لئے قدم بڑھائے۔اس کا خیال تھا شہباز خود سامنے سے ہٹ جائے گا مگر وہ اسی طرح کھڑا رہا۔بلکہ اب تو وہ اور بھی قریب آگیا۔صندل ابھی

www.ksars.org

کچھ کہنے بھی نہ پائی تھی کہ شہباز نے اس کے آگے ہاتھ بڑھائے۔ اس کے ہاتھ میں اسکارف تھا جس پر سفید ریشمی دھاگے سے کڑھائی تھی۔ صندل کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ وہ ایک دم بول پڑی۔ ''یہ کیا ہے؟''شہباز بڑے اطمینان سے بولا۔ ''یہ اسکارف ہے، میں نے سوچا آپ قرآن پڑھتی ہیں نا تو یہ اسکارف پہن کر پڑھا کریں۔''صندل کی نظریں اسکارف پر لگی تھیں۔ اس کا ذہن بالکل خالی تھا اور ذہن کے پردے پر چند لمحوں پہلے کی فلم چل رہی تھی جب سلطان بابا نے اسے اسکارف دیا۔ صندل نے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ شہباز نے اس کے ہاتھوں میں اسکارف تھما دیا۔ بے اختیاری سے اس نے وہ اسکارف اپنی آنکھوں سے لگا کر چوما اور اسی کیفیت میں تیز تیز قدم بڑھاتی گھر کی جانب چلنے لگی۔

اس کا ذہن مسلسل یہی سین دہرا رہا تھا کہ سلطان بابا سے یہ اسکارف لے رہی ہے۔ اس کی تمام تر توجہ اسی جانب تھی۔ اسے گرد و پیش کا ہوش نہ تھا، قدم خود بخود ہی گھر کی جانب بڑھے جا رہے تھے۔ جب وہ دروازہ کھولنے لگی تب اچانک اس کے اوپر لاشعوری غلبہ ختم ہو گیا اور وہ بالکل نارمل ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں میں شہباز کا دیا ہوا اسکارف ہے۔ وہ اسے اچھی طرح پہچان گئی۔ بالکل ہو بہو یہی اسکارف سلطان بابا نے اسے دیا تھا۔ اس کے سارے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ یہ اسکارف شہباز کے پاس کیسے آ گیا۔ ابھی اس کا ذہن کوئی جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ ماں اس کے پاس آ پہنچی۔ ''آ گئی میری بیٹی۔ ارے تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟''صندل بولی،''ماں یہ اسکارف سلطان بابا نے مجھے دیا ہے۔ بولے پوجا کرتے وقت یہ پہن لیا کرو۔''ماں نے اس کے ہاتھ سے لے کر اسے کھول کر دیکھا اور پھر صندل کو پکڑا دیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔''صندل تو اکیلی سلطان بابا کے مزار پر نہ جایا کر بیٹی۔''صندل گھبرا کے بولی،''کیوں ماں، کیوں نہ جایا کروں۔ دیکھو تو سلطان بابا مجھ پر کتنی عنایتیں کرتے ہیں۔''ماں کے چہرے پر فکر کے آثار جھلکنے لگے۔ وہ گہری آواز میں بولی،''بیٹی سلطان بابا پہنچے ہوئے فقیر ہیں۔ فقیروں کی شکتی سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر تو ابھی جوان ہے۔ کمسن اور نادان ہے۔ میں ڈرتی ہوں ان کی عنایتیں تجھ پر بڑھتی جا رہی ہیں۔''صندل نے اس سے آگے ماں کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔ معصوم مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔''ماں تم کیوں فکر کرتی ہو، فقیر تو لوگوں کے کام آتے ہیں۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں لوگوں کے کام آؤں۔''یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

www.ksars.org

اسی رات جب سب سو گئے۔ صندل چپ چاپ اپنے عبادت والے کمرے میں آئی۔ اس نے وہ اسکارف آنکھوں سے لگا کر چوما اور سر باندھ لیا۔ پھر سجدے میں سر رکھ کر بھگوان کا شکریہ ادا کیا اور پھر قرآن پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا:

"اللہ ہر شے پر محیط ہے۔"

اس کا ذہن بار بار اسی آیت کے مفہوم کو دہرانے لگا۔ قرآن اس کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس کی نظریں قرآن پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن "اللہ ہر شے پر محیط ہے۔" کی مسلسل تکرار کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے تمام حواس اس آیت کے نور میں ڈوب گئے اور اسی وقت اس کا لطیف جسم مٹی کے بھاری جسم میں سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا وہ سفید لباس پہنے اور سلطان بابا کا عطا کردہ سفید اسکارف اوڑھے عالم جنات کی جانب عازم سفر ہے۔ اس کے سارے حواس اس لطیف جسم کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ وہ درسگاہ میں پہنچی۔ پرنسپل عزا اس کے انتظار میں تھے۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر میٹنگ روم میں پہنچے۔ یہ ایک عظیم الشان عمارت تھی جس کا بہت بڑا آبنوسی دروازہ اس کی شان میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ پرنسپل عزا نے بتایا۔ "یہ ایجوکیشن بورڈ کا دفتر ہے۔" اس کا میٹنگ ہال بہت خوبصورت تھا۔ درمیان میں لمبی میز کے اطراف میں کرسیاں تھیں۔ دیواروں پر خوبصورت نقاشی تھی۔ جیسے ہی صندل اور عزا نے اندر قدم رکھا تمام لوگ کھڑے ہو گئے اور سب نے خوش ہو کر انہیں خوش آمدید کہا۔ صندل کو درمیان میں خصوصی جگہ پر بٹھایا گیا۔ سب سے تعارف ہوا اور پھر باقاعدہ میٹنگ کا آغاز ہوا۔

بورڈ کے چیئرمین نے کہا۔ "صندل جی، آپ ہمارے یہاں کے تعلیمی نظام کو دیکھ چکی ہیں۔ آپ اس کی درستگی کے لئے جو مشورے بھی دیں گی وہ ہمارے لئے بہت قیمتی ہوں گے۔ ہم آپ کے قیمتی مشوروں کے منتظر ہیں۔" صندل نے صدر صاحب کا اور سب کا شکریہ ادا کیا اور بولی۔ "جناب والا، نوجوان نسل کی بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور نافرمانی کو دیکھتے ہوئے تعلیمی سلسلے میں آپ کی کوشش قابل تعریف ہے۔ اس سلسلے میں، میں چند چیزوں کی جانب آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے تو میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اسکول کی تمام عمارتوں کی تعمیر مثلث پر کیوں

www.ksars.org

بنائی گئی؟ چیئر مین نے آرکیٹیکٹ کی جانب اشارہ کیا کہ وہ اس سوال کا جواب دیں۔ اس نے کہا۔ "میڈم میرا کام نقشے بنانا ہے۔ میرے ذہن میں جو جو نقشے آئے میں نے وہ بنا کر بورڈ کے سامنے پیش کر دیئے۔ ان میں سے مثلث والا طرز تعمیر کا نقشہ سب کو بہت پسند آیا۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے اسے پسند نہیں کیا تھا۔ مگر اتفاق رائے کی وجہ سے پاس ہو گیا اور تمام درسگاہیں اس نقشے کے مطابق تعمیر ہو گئیں۔" اب چیئر مین نے لوگوں سے پوچھا۔ "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نقشے میں کیا خوبی دیکھ کر آپ نے پسند کیا۔" تقریباً سب نے یہی کہا۔ "ہمیں مثلث کے تکون زاویوں میں کشش محسوس ہوئی۔"

www.ksars.org

عالم جنات میں مثلث شکل کی عمارت

صندل بولی۔"جناب صدر سب سے پہلے میں آپ کو یہی مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ آپ تمام درسگاہوں کا نقشہ بدل دیں بلکہ پورے عالم جنات میں مثلث کی طرز پر عمارت بنانے کی ممانعت کر دی جائے۔"صندل کی بات سن کر سارے کے سارے جنات سوالیہ نظروں سے صندل کو دیکھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ سوال کرتے، صندل فوراً بول پڑی۔"مثلث محدودیت کی علامت ہے۔ تکون کمروں میں رہنے والوں پر مسلسل محدودیت کا عکس ان کے ذہنوں پر پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی عقلیں چھوٹی رہ جاتی ہیں اور وہ کچھ سیکھ نہیں سکتے۔ معزز حضرات، آپ جانتے ہیں کہ علم رب کی روشنی ہے۔ رب نے اس روشنی کو آدم کی روح کے اندر ذخیرہ کر دیا ہے۔ آدم وجنات کا شعور و عقل ان روشنیوں سے خالی ہے۔ روح کے ذریعے یہ روشنیاں عقل میں سماتی جاتی ہیں ویسے ویسے عقل بڑھتی جاتی ہے۔ عقل اپنے اندر سمائی ہوئی روشنیوں کو پہچاننے کا کام کرتی ہے۔ رب کا علم رب کے تفکر کے خاکے اور تصاویر ہیں جو روشنیوں کی صورت میں ہیں۔ عقل اپنے اندر ان تصاویر کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اور یہی معنی پہنانا اور علم سیکھنے کا عمل ہے۔ روح کے اندر علم کی روشنیوں کا ذخیرہ لا محدود ہے۔ روح کے ساتھ شعور منسلک ہے۔ روح کی جانب سے شعور کو روشنیوں کی سپلائی کا مستقل انتظام ہے مگر شعور اپنی محدودیت کی وجہ سے آنے والی روشنیوں کی حرکات میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی طرز فکر تعمیر کی بجائے تخریب بن جاتی ہے۔"

بورڈ کے ایک ممبر نے سوال کیا۔"صندل جی! مثلث یا محدودیت میں شعور کی حرکات کا اصول کیا ہے؟"صندل بولی،"مسافر ایک لمبے رستے پر قدم رکھتا ہے۔ وہ ہر قدم پر کچھ دیر رک جاتا ہے اور کبھی آگے چار قدم بڑھاتا ہے تو پھر پیچھے دو قدم واپس لوٹ آتا ہے۔ کیا ایسا مسافر اس لمبے راستے کو طے کر سکتا ہے؟ طرز فکر دو طرح کی ہیں۔ ایک لا محدود اور دوسری محدود۔ یہ دونوں ذہن کی حرکات ہیں۔ لا محدود طرز فکر میں ذہن کی حرکت مسلسل ہے، یعنی شعور کے پردے پر روشنیاں دائرے کے اندر گھومتی رہتی ہیں، محدود طرز فکر میں روشنی مثلث کے اندر سفر کرتی

www.ksars.org

ہے اور مثلث کے ہر کونے پر حرکت کا سلسلہ رک جاتا ہے اور روشنیوں کا رخ بدل جاتا ہے۔ شعوری حواس ظاہری کام کرنے کی وجہ سے خارجی کیفیات کو فوراً جذب کر لیتے ہیں۔ تکون عمارتوں کی بجائے چوکور اور گول عمارت زیادہ قابل قبول ہے۔" صندل کے اس تفصیلی جواب پر سارا بورڈ مطمئن ہو گیا۔ اسی وقت بورڈ کے چیئر مین نے کہا۔ "صندل جی کے اس قیمتی اور مفید مشورے کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں۔"

تمام لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ صندل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "اس اقدام سے آپ لوگوں کا مسئلہ ایک حد تک حل ہو جائے گا۔"

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنات، آدم زاد کی نسبت جسمانی قوت و ساخت میں زیادہ ہیں۔ مگر یہ سب کچھ قدرت کے تخلیقی قانون کے مطابق عمل میں آ رہا ہے۔ اس میں جنات یا آدم کا کمال نہیں ہے۔ جب انس و جنات اپنی قوتوں کو ایک دوسرے کے خلاف چیلنج کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس سے بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جنات کے اندر یہ فکر بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے اندر کام کرنے والی ہر قوت و صلاحیت کا مالک رب ہے۔ اور وہی ان کے استعمال کے صحیح طریقے جانتا ہے۔ پس جنات کی قوتوں کے صحیح اصول درسگاہوں میں سکھائے جائیں۔ تاکہ ہر شے کی نشوونما اس کی فطرت کے مطابق ہوتی رہے۔"

صندل کی دوسری تجویز بھی سب کو پسند آئی اور بورڈ نے ان دونوں تجاویز پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ و اعلان کر دیا۔ صندل کو ایجوکیشن بورڈ کی جانب سے اعزازی خلعت عطا کی گئی۔ اور تالیوں کی گونج میں میٹنگ برخاست ہوئی۔ صندل اپنے طور پر دہری زندگی گزار رہی تھی۔ ایک زندگی وہ تھی جس میں اس کی آتما کے ساتھ اس کا جسم شامل تھا۔ دوسری زندگی وہ تھی جس میں اس کی آتما ہی اس کی اصل ذات تھی۔ اسے اس مٹی کے جسم کی ضرورت نہ تھی۔ اس دوہری زندگی کے باوجود بھی اسے کبھی محسوس نہیں ہوا کہ اس کی شخصیت دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ بلکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی شخصیت کے دونوں پہلو بیک وقت روشن ہو گئے ہیں۔ اسے یوں لگتا جیسے اس کے دونوں تاریک

www.ksars.org

گوشوں پر سلطان باباسورج بن کر چمک رہے ہیں۔ وہ من ہی من میں پرارتھنا کرتی۔ "اے بھگوان، مجھے اندھیروں سے ڈر لگتا ہے۔ میری جوت جگائے رکھنا۔"

ان دنوں عاجل گھر آیا تھا۔ گھر میں اس کی شادی کا ذکر ہونے لگا۔ وہ بھی بار بار یہی کہتا کہ پہلے صندل کی ہونی چاہئے۔ مگر صندل کسی طرح بھی شادی کے لئے تیار نہ تھی۔ گھر والے پھر اس پر آ گئے کہ ابھی سال دو سال صندل کو نہ چھیڑیں۔ عاجل کے لئے جلد ہی رشتہ مل گیا۔ گاؤں کی لڑکیاں سب دیکھی بھالی ہوتی ہیں۔ بس رشتہ ڈالنے کی دیر ہوتی ہے۔ شادی ایک مہینے بعد طے پائی۔ منگنی کی مٹھائی خادم کے ہاتھ کندن کو بھی بھجوادی گئی تاکہ اسے بھی بھائی کی شادی کی اطلاع مل جائے۔ اس نے خادم کے ہاتھوں سندیسہ بھجوایا کہ وہ شادی سے ایک ہفتے پہلے میکے آجائے گی۔ عاجل چونکہ صرف چند دنوں کی چھٹی پر آیا تھا۔ اس وجہ سے منگنی میں دھوم دھام کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔ بس گھر والے پان مٹھائی اور لڑکی کا جوڑاوغیرہ لے گئے۔ انگوٹھی پہنا آئے۔ محلے میں مٹھائی تقسیم کر کے منگنی کا اعلان کر دیا گیا۔ ٹھاکر صاحب چودھرائن سے بولے، "بیگم مٹھائی کا ڈبہ خادم کے ہاتھ بھائی صاحب کے یہاں بھی بھجوا دو۔" مگر چودھرائن ایسے معاملوں میں بڑی سیانی تھیں۔ بولیں، "ایسے نہیں ٹھاکر صاحب، ایسے تو پرانی رنجش پھر ابھر آئے گی۔ ہم خود انہیں مٹھائی دے کر آئیں گے۔"

شام کو دونوں میاں بیوی مٹھائی کے ساتھ عاجل کی منگنی کی خوشخبری لے کر پہنچے۔ مندراج بابو نے خبر سن کر بڑے ہی روکھے انداز سے کہا۔ "مبارک ہو" مگر ان کی بیگم سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا۔ وہ سخت چڑ کر بولیں۔ "میری تارامیں کیاخرابی تھی؟" ٹھاکر صاحب فوراًبولے۔ "دیکھو بھابھی جی، میں یہاں پرانی باتیں دہرانے نہیں آیا۔ آپ کی بیٹی میری بیٹی ہے۔ بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ تارابہت پیاری بیٹی ہے۔ میری صندل اور کندن جیسی۔ مگر کیا کروں عاجل کی ضد کے آگے ہم سب ہار گئے ہیں۔ ورنہ گھر کی بیٹی کس کو بری لگتی ہے۔" چودھرائن بولیں۔ "عاجل تارا کو صندل اور کندن کی طرح بہن سمجھتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کبھی اس کے ساتھ شادی پر آمادہ نہیں ہوا۔ یہ تو بچوں کے فیصلے ہیں۔ انہوں نے زندگی گزارنی ہے۔ بھگوان کرے تارا کو عاجل سے اچھا بر نصیب ہو۔ ایسی

www.ksars.org

باتوں پر دل برا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ شادی کوئی زبردستی کا سودا تھوڑا ہی ہے۔ عمر بھر کندھے پر بل جوت کر کوئی بھی نہیں چل سکتا۔ بھگوان تارا کو سدا خوش رکھے۔" تھوڑی دیر بیٹھ کر ٹھاکر صاحب بیگم کو لے کر چلے آئے۔

گھر میں عاجل کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ گہنے بننے کے لئے دے دیئے۔ کپڑے گھر میں مالا، کاجل اور محلے کی چند عورتیں بیٹھ کر سلائی کرنے لگیں۔ ابھی شادی میں تقریباً پندرہ دن تھے کہ ایک دن صبح صبح جب لڑکے اور ٹھاکر صاحب کام پر جانے کے لئے دروازے پر آئے تو دروازہ کھولتے ہی ٹھٹک کر رہ گئے، دہلیز پر مٹی کی ہنڈیا ٹوٹی پڑی تھی۔ جس میں سے تیل، کالی ماش کی دال اور گوشت وغیرہ نکل کر سارے دروازے کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔ سنیل اور راہول بولے۔ "ارے یہ ٹونہ یہاں کون کر گیا؟" ٹھاکر صاحب نے چودھرائن کو آواز دی۔ "بیگم یہاں آیئے۔" وہ آئیں اور دیکھ کر پریشانی کے انداز میں پوچھنے لگیں۔ "تم لوگوں نے دہلیز تو پار نہیں کی۔ ابھی پار نہ کرنا، ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں پنڈت کو بلاتی ہوں۔" ان آوازوں کو سن کر صندل بھی آ گئی۔ دیکھ کر کہنے لگی۔ "ماں یہ کچھ نہیں ہے۔ خادم سے کہو وہ صاف کر دے گا۔" ماں بولی، "نہیں بیٹی، پنڈت کو بلاتے ہیں وہی آ کر اس کا اتار بتائیں گے۔" صندل مسکرا کر بولی، "ماں کسی اتار کی ضرورت نہیں ہے بس یہ ٹونہ کچرے میں پھینکو اور کچھ فقیروں کو دان دے دو۔" ٹھاکر صاحب بھی کہنے لگے "بیگم خواہ مخواہ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟" سنیل اور راہول بولے۔ "ماں باپو ٹھیک کہتے ہیں، پنڈت بلا وجہ کسی کے خلاف ذہن میں شک بٹھا دینگے، کون جانے ایسے ہی کسی نے شرارت میں جاتے ہوئے پھینک دیا ہو۔" خادم کو بلا کر جگہ صاف کروائی گئی۔ چودھرائن نے اپنے ہاتھ سے آٹے اور چاول کی ایک بوری فقیروں کو دان کی۔ دوپہر کو پڑوس کی عورتیں سلائی کے لئے گھر آئیں۔ چودھرائن نے ان سے پوچھا کہ کسی نے گھر کی دہلیز پر کسی کو دیکھا تو نہیں؟ مگر کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔ چودھرائن مالا سے بولی۔ "مجھے تو یہ سب کچھ تارا کی ماں کی شرارت لگتی ہے۔" مالا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "کسی کو کیا کہا جا سکتا ہے بس آئندہ کے لئے ذرا احتیاط کر لیں گے۔ ماں میں آج ہی سنیل سے کہتی ہوں کہ وہ چوکیدار کا انتظام کر دیں۔"

عورتیں کام کاج میں مصروف تھیں۔ صندل نے ماں کے کان میں ہولے سے کہا۔ "ماں میں سلطان بابا کے پاس ہو آؤں؟ وہاں جا کر اپنے بھائی کے لئے خوب دعائیں کروں گی۔" ماں بولی، "چلی جا مگر اکیلی نہ جانا۔

www.ksars.org

مجھے ہول اٹھتا ہے۔ خادم کو ساتھ لے جا۔" پھر زور سے خادم کو آواز دی۔ کاجل بولی۔ "ماں خادم کو میں نے کسی کام سے بھیجا ہے وہ دو گھنٹے تک آئے گا۔" صندل بولی۔ "ماں فکر نہ کرو، میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔" ماں اس کے ہنستے چہرے کو دیکھ کر اپنے سارے اندیشے بھول گئی۔ کہنے لگی۔ "اچھا جا، جلدی آنا۔" صندل نے گلابی چنریا سر پر رکھی اور تیر کی طرح دروازے سے باہر نکل آئی۔ آج سارا راستہ اسے شہباز کا خیال آتا رہا۔ اسے دیکھے ہوئے کئی ہفتے گزر چکے تھے۔ اسکارف دینے کے بعد پھر اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس کی بے چین نگاہیں شہباز کو دیکھنے کے لئے مچل رہی تھیں، وہ ان ہی خیالوں میں غرق مزار پر پہنچ گئی۔

جاتے ہی سلطان بابا کی قبر کی پائنتی پر ہاتھ جوڑ کر ہمیشہ کی طرح پرنام کیا اور آنکھیں بند کر کے سلطان بابا کے تصور میں بیٹھ گئی اور من ہی من میں ان سے باتیں کرنے لگی۔ "سلطان بابا، آج مجھے کوئی خاص بات آپ سے نہیں کہنی تھی۔ بس آج تو آپ صبح سے ہی بہت یاد آ رہے ہیں۔ آج تو بس آپ کے درشن کرنے آئی ہوں۔ میرے بے کل من کو قرار چاہیئے۔" صندل کا دل اندر ہی اندر فریادی تھا۔ اس کی بند آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ان اندھیروں کا ایک ایک پل پتھر کی بھاری سل بن کر اس کے دل کو جیسے چکی کے دو پاٹوں میں رکھ کر دبا رہا تھا۔ کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر اسے یوں لگا جیسے اس کی آتما کسی نامعلوم راستوں پر سلطان بابا کی کھوج میں در در پھر رہی ہے۔ یہ راستے بڑے دشوار گزار تھے۔ کہیں ان کے اندر اونچے اونچے پہاڑ تھے، کہیں گہری گہری گھاٹیاں تھیں، کہیں گھنے جنگل کی تنائیوں میں سائیں سائیں کرتی آوازیں۔ اس نے دیکھا اس کی آتما ان سب دشواریوں سے بے نیاز اپنی دھن میں اپنی کھوج میں سرگرداں ہے۔ گھنے جنگل میں چلتے چلتے اچانک اس کا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑا۔ اس سے قبل کہ وہ زمین پر گرتی، دو مضبوط بازوؤں نے اسے سنبھال لیا۔ اس نے سنبھلتے ہوئے اپنے چہرے پر بکھری زلفوں کے درمیان سے جھانکا تو سلطان بابا نظر آئے۔ سلطان بابا اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے گہری آواز میں بولے۔ "صندل یہ آج کن راہوں پر نکل آئی ہے۔" صندل بولی۔ "سلطان بابا، آتما تو آتما کی خوشبو کو پہچانتی ہے۔ آپ جہاں بھی ہوں گے میری آتما آپ کی لہروں کی مہک میں آپ کو کھوج ہی لے گی۔" سلطان بابا یہ سن کر بہت خوش ہو گئے۔ صندل کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ

www.ksars.org

کستوری کی لہروں میں ڈوبتی چلی جارہی ہے۔ کستوری کی خوشبو سے اس کا بدن مہک اٹھا۔ اس خوشبو نے اسے دنیاومافیہا سے بے خبر کر دیا۔

کون جانتا ہے وہ کب تک اس عالم میں کھوئی رہتی وہ تو بھلا ہو اس چیونٹی کا جس نے اس کے پاؤں پر کاٹ لیا اور وہ چونک کر اس بے خبری سے نکل آئی۔ اسے ماں کا خیال آیا۔ پتہ نہیں کتنی دیر ہو گئی ہے مجھے یہاں آئے ہوئے۔ ماں راستہ دیکھ رہی ہو گی۔ اس نے قبر کی خاک انگلی سے ماتھے پر لگائی اور پرنام کرتی ہوئی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سلطان بابا کا خیال ابھی تک اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ اس کا پاؤں کسی نشیب میں جا پڑا۔ وہ بری طرح لڑکھڑا گئی مگر اس سے قبل کہ وہ زمین پر گر پڑی، دو مضبوط بازوؤں نے اسے سنبھال لیا کستوری کی تیز مہک نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ چہرے پر بکھری زلفوں کی چلمن سے حیران نگاہوں نے جھانکا اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "آپ، آپ" اور وہ دوبارہ لڑکھڑا گئی۔

صندل کو سنبھالنے والا دراصل شہباز تھی۔ اسی نے صندل کو دوبارہ سنبھالا۔ اب وہ پوری طرح سنبھل گئی اس کے حواس بحال ہو گئے۔ شہباز کہنے لگا۔ "صندل جی، یہ محض اتفاق ہے۔ میں صرف یہاں سے گزر رہا تھا۔ آپ کے پاؤں میں موچ تو نہیں آئی؟" صندل نے "نہیں" کہہ کر فوراً ہی خدا حافظ کہا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ کستوری کی مہک نے صندل کے ذہن کو جیسے سن سا کر دیا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ان سب واقعات کی کڑیوں کو کس طرح جوڑے۔ اسی تذبذب میں وہ گھر پہنچ گئی۔ تمام عورتیں پہلے کی طرح گپ شپ کرتی ہوئی شادی کی تیاری میں مگن تھیں جیسے ہی وہ اندر آئی سب اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ مالا ایک دم بولی، "ارے یہ کستوری کی مہک کہاں سے آئی؟" ایک عورت نے پلٹ کر صندل کی طرف دیکھا اور بولی، "صندل نے لگائی ہے۔" پھر سب ہی عورتیں کہہ اٹھیں۔ "بڑی پیاری مہک ہے، کہاں سے لی؟"۔ صندل بولی، "بس مل گئی۔" ماں جو اتنی دیر سے سب کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ صندل تو سلطان بابا کے یہاں گئی تھی، یہ خوشبو کہاں سے آئی؟ اس نے پوچھا۔ "صندل کہاں سے ملی بیٹی یہ خوشبو؟" صندل بولی۔ "ماں آتے ہوئے ایک نشیب میں میرا پاؤں جا پڑا، میں لڑکھڑا گئی، سنبھلی تو یہ خوشبو میرے ہاتھوں میں لگ گئی۔ شاید کسی کی گر گئی ہو گی" اور بات آئی گئی ہو گئی۔

www.ksars.org

سارا دن صندل اس واقعہ کے متعلق سوچتی رہی۔ رات کو بستر پر لیٹی تو پھر کستوری کی مہک نے اس کے آگے ان ہی لمحات کی فلم دہرا دی وہ بے چینی کے ساتھ سب کے سونے کا انتظار کرنے لگی۔ آج میں ضرور سلطان بابا سے پتہ کروں گی کہ یہ کیا راز ہے؟ رات کو صندل دیوی والے کمرے میں جاتے ہی اس نے پہلے اپنے رب کو سجدے کئے۔ پھر قرآن کے ایک دو صفحے پڑھے اور وظائف کے بعد سلطان بابا کے تصور میں آنکھیں بند کر لیں۔ مراقبہ میں آنکھیں بند کرتے ہی سلطان بابا سامنے آگئے۔ ابھی صندل نے اپنا مدعا بیان بھی نہیں کیا تھا کہ ایک دم سلطان بابا نے فرمایا۔ "صندل وقت تجھ پر سارے اسرار کھول دے گا۔ وقت کا انتظار کر، جا اب اپنا کام کر۔" صندل نے سلطان بابا کو پرنام کیا اور اس کے بعد عالم جنات میں پہنچ گئی۔

اسکول پہنچتے ہی پرنسپل عزا نے اسے خوشخبری سنائی۔ "شہر میں گیارہ اسکول نئی طرز پر بن چکے ہیں۔ جن کے تمام کمرے چوکور اور بڑے بڑے ہیں۔ بہت جلد ہمارا اسکول نئے مقام پر شفٹ ہو جائے گا۔" صندل یہ سن کر بہت خوش ہوئی "مجھے یقین ہے یہ تبدیلی سب کے لئے نفع بخش ہو گی۔" صندل نے یہ خبر تمام طلباء کو سنائی وہ بھی خوش ہوئے کہ اب وہ نئی جگہ جانے والے ہیں۔ صندل سے اب جنات کی دوستی ہوتی جا رہی تھی۔ پرنسپل عزا نے بتایا کہ نئی درسگاہ موجودہ اسکول سے دو گنا بڑی ہے۔ یہ تو صرف لڑکوں کا اسکول ہے مگر اب وہاں پر جنات لڑکیاں بھی درسگاہ میں داخل کی جائیں گی۔ اور نئے اساتذہ بھی شامل کئے جائیں گے۔ صندل اب طلباء کو پڑھانے کا کام نہیں کریں گے بلکہ تمام اساتذہ کے تعلیمی مسائل کا حل تلاش کرنا ان کا کام ہو گا۔ صندل نے اس سلسلے میں بھرپور تعاون کرنے کا اقرار کیا۔ کہنے لگی "سلطان بابا کہتے ہیں کہ ہر نیک کام کرنے کی اِچھّا بھگوان ہی کی جانب سے ملتی ہے۔ نیک عمل کرنے سے صلاحیتیں بیدار اور متحرک ہو جاتی ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال بندے کو پرماتما کا شکر گزار بنا دیتا ہے۔"

عاجل کی شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ گھر میں ہر وقت محلے کی لڑکیاں اور عورتیں بھری رہتیں۔ لڑکیاں اپنا شوق پورا کرنے کے لئے ڈھولک پر گانے گاتیں۔ صندل کو بھی شامل کر لیتیں۔ صندل بھائی کی شادی پر بہت خوش تھے۔ ویسے بھی عاجل کی منگیتر نرملا سے اس کی بچپن کی دوستی تھی۔ نرملا اس سے ایک سال بڑی تھی۔ کندن کی عمر کی تھی۔ تینوں بچپن میں ساتھ کھیلی ہوئی تھیں۔ کندن بھی آج کل میں ہی آنے والی تھی۔ نرملا اسے

www.ksars.org

بھی بہت پسند تھی دو دن بعد کندن بھی آ گئی۔ شادی میں ابھی پانچ دن باقی تھے۔ انیل اسے چھوڑنے آیا اور پھر شام کی گاڑی سے واپس چلا گیا۔ اس کا پروگرام شادی سے ایک دن پہلے ماں کے ساتھ آنے کا تھا۔ کندن کے آنے سے گھر میں رونق آ گئی۔ چودھرائن نے بیٹی کے لئے شادی میں پہننے کو دو عدد قیمتی جوڑے سلوار کھے تھے۔ داماد کے لئے بھی کپڑے بنوا کر رکھے تھے۔ کندن دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہی دوسرے دن صبح سے ہی محلے کی تمام لڑکیاں جمع ہو گئیں۔ دن بھر ڈھول بجتا رہا۔ شادی کے گانے ہوتے رہے۔ سکھیوں نے صندل کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ڈانس کے لئے زبردستی کھڑا کر لیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی صندل کی حالت بدل گئی اسے یوں محسوس ہوا جیسے یہ دنیا نہیں کوئی اور دنیا ہے، نہ یہ سہیلیاں ہیں نہ یہ گھر ہے، نور کا عالم ہے جس میں زمین آسمان سب نور ہی نور ہے۔ اس کے اندر ہر طرف محرابیں ہیں جو نہایت ہی خوبصورت منقش ہیں ان محرابوں کے اندر سے ہلکے ہلکے رنگ نکل کر ساری فضا کو رنگین بنا رہے ہیں۔ صندل نے دیکھا کہ ہر محراب میں سلطان بابا کا ایک عکس ہے۔ صندل درمیان میں کھڑی ہے۔ اس کا روپ سنگھار جوگن کا ہے۔ محرابوں سے جھلکتے رنگ اس کے روئیں روئیں میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔ وہ سر تا پیر عشق کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ عشق اس کے اندر لہریں بن کر دوڑ رہا ہے اور ان لہروں میں اس کا انگ انگ ڈول رہا ہے۔ وہ بے خودی کے عالم میں جانے کتنی دیر ناچتی رہی۔ تالیوں کا شور اسے دوبارہ زمین پر لے آیا۔

سب سکھیوں نے اسے گھیر لیا۔ ”صندل تو نے کمال کر دیا۔“ چند سکھیاں جو اس کے قریب تھیں، اکٹھی بول پڑیں۔ ”ارے تیرے اندر سے تو کستوری کی مہک آ رہی ہے۔“

شادی سے دو دن پہلے عاجل بھی آ گیا۔ برات والے دن سب لڑکیوں نے اپنے بالوں میں گجرے سجائے۔ صندل اور کندن بھی خوب بنی سنوریں۔ آنکھوں میں کاجل لگایا، ماتھے پر صندل کی بنکیاں لگائیں، جھلمل کرتی بندیا سجائی۔ عاجل کے بعد ان کا اور کوئی بھائی شادی کے لئے باقی نہ تھا۔ اس لئے دونوں نے اپنے سارے ارمان نکال لئے۔ عاجل شہر سے دونوں بہنوں کے لئے خوبصورت چاندی کی پازیب لایا تھا۔ مہندی لگے پاؤں میں پازیب نظر کو لبھا رہی تھی۔ ایسے میں جانے کہاں سے شہباز صندل کے تخیل میں آ پہنچا۔ اس کے سارے ارمان پکار اٹھے۔ ”کاش شہباز ایک نظر اسے دیکھے“ اپنے خیال سے وہ خود ہی شرما گئی۔ گلابی لہنگے میں وہ گلاب کی ادھ کھلی کلی دکھائی دی، بھائی کی برات

www.ksars.org

میں سکھیوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی جب وہ باہر نکلی تو گاؤں کے لڑکوں کا ہجوم سامنے تھا۔ جونہی اس نے نظریں اٹھائیں اس ہجوم میں اس کی نگاہ دفعتاً کسی سے ٹکرا گئی۔ نظرٓ نے اسے پہچان لیا۔ کلی کے رنگ گہرے ہو گئے۔ جوڑے کا گجرا کھل کر شہباز کے قدموں میں جا پڑا وہ انجان بنی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ مگر کن انکھیوں سے اس نے شہباز کو زمین پر جھکتا ہوا دیکھ لیا۔ اس کا وجود دل بن کر دھڑکنے لگا۔ اس نے سکھی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ کہیں چلتے چلتے گر پڑی تو اور آفت آئے گی۔ سکھیاں اس کے دل کی حالت سے بے نیاز ہنستی بل کھاتی نکلتی چلی گئیں۔

تھوڑی دور آگے جا کر جب اس کے اوسان کچھ بحال ہوئے تو اس نے من ہی من میں سلطان بابا کو پکارا۔ ”سلطان بابا، شہباز کو دیکھتے ہی مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میرا سارا بدن جیسے بے قابو ہو جاتا ہے۔ سلطان بابا، میری نظر اسے کیوں ڈھونڈتی ہے۔ اسے میرے سامنے نہ آنے دیا کریں۔ میں نے بھگوان کا راستہ چن لیا ہے۔ میں دنیا کا راستہ اختیار کرنا نہیں چاہتی پھر میرے دل میں کیوں اس کی امنگ اٹھی ہے۔ سلطان بابا، سلطان بابا“ اس کا من اندر ہی اندر سلطان بابا کو پکارتا رہا۔ جیسے کوئی دریا میں ڈوبتا ہوا مدد کے لئے پکارتا ہے۔ پھر اگلے ہی لمحے سکھیوں کی چہلوں نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔

نرملا دلہن بن کر گھر آ گئی۔ گھر کی دہلیز پر بڑی بھاوج مالا نے اس کی آرتی اتاری۔ سیندور کا ٹیکہ ماتھے پر لگایا۔ خادم نے ناریل زمین پر پھوڑا۔ چھوٹی بہو کاجل نے سوکھے چاول اس کے اوپر لگائے۔ چودھرائن نے آگے بڑھ کر بڑے چاؤ سے اس کی بلائیں لیں۔ نرملا گھونگھٹ کی اوٹ میں سب کے پاؤں چھو کر سواگت کرتی رہی۔ کندن اور صندل نے پھولوں کی پتیاں اس کے قدموں میں بچھا دیں۔ ٹھاکر صاحب نے بہو کے سر پر ہاتھ رکھ کر ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ عاجل کی صورت دیکھنے والی تھی۔ اس کا چوڑا وجیہہ چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ عاجل ایک ہفتے تک گھر پر رہا۔ کندن بھی تھی۔ اس مرتبہ انیل بھی کندن کے ساتھ ہفتے بھر کے لئے سسرال میں ٹھہر گیا۔ بھرا پرا گھر ہر وقت قہقہوں سے گونجتا رہا۔ یوں تو صندل اس پر رونق ماحول میں اپنوں کے ساتھ بے حد خوش تھی مگر جب رات ہوتی تو اس کا جی چاہتا کہ وہ صندل دیوی والے کمرے میں جا کر عبادت کرے، قرآن پڑھے مگر ڈر کے مارے اس نے کبھی اس طرف رخ نہ

www.ksars.org

کیا۔ اگر جیجاجی دیکھ لیں یا اور کسی کو پتہ چل جائے تو جانے کیا ہو جائے۔ وہ رات کو اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیتی اور وہیں اپنے رب کی عبادت اور مراقبہ کر لیتی۔

عاجل اور نرملا دھامن گاؤں سدھارے۔ اسی دن کندن اور انیل نے بھی ٹرین پکڑی شادی ہنگامہ ختم ہوا۔ صندل کو یوں لگا جیسے تیزی سے بہتی ندیا میں ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ شام کو اس نے اشنان کیا۔ سفید کپڑے پہنے، بال سنوارے اور رات کے انتظار کی گھڑیاں گننے لگی۔ رات کو جب سب سو گئے وہ صندل دیوی والے کمرے میں آئی۔ سب سے پہلے اپنے رب کو سجدہ کیا اور قرآن اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو قرآن وہاں نہیں تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ خوف اور اندیشے نے اسے گھیر لیا۔ یہاں کوئی آیا ہے۔ اگلے ہی لمحے سلطان بابا سامنے دکھائی دیئے اس نے ادب سے انہیں پرنام کیا۔ سلطان بابا فوراً بولے "صندل تو فکر نہ کر، تیرا قرآن ہمارے پاس ہے۔" صندل کی بکھرتی سانسوں میں اعتدال آیا۔ سلطان بابا پھر بولے۔ "صندل تجھے فکر تھی کہ کوئی تیرا قرآن نہ دیکھ لے۔ کسی کو پتہ نہ لگ جائے کہ تو قرآن پڑھتی ہے۔ تو ہم نے ایک جن کو اس پر مقرر کر دیا ہے۔ یہ جن ہم تیری تحویل میں دیتے ہیں۔ اس کا نام حزقیل ہے۔ یہ جن تیرے قرآن کی حفاظت کرے گا۔ گھر میں تیرے سوا اس قرآن کو اور کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔" پھر سلطان بابا نے داہنے ہاتھ سے ایک چٹکی بجائی۔ اسی وقت ایک قوی ہیکل جن نمودار ہوا۔ وہ پہلے سلطان بابا کے آگے جھکا پھر صندل کے آگے سر خم کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ سلطان بابا نے فرمایا۔ "حزقیل یہ صندل دیوی ہیں۔ وہ قرآن جس کی حفاظت کا کام ہم نے تمہیں سونپا ہے وہ ان کا ہے۔ قرآن ان کے سوا اور کسی کو نظر نہیں آنا چاہئے۔ جاؤ قرآن حاضر کرو۔" حزقیل جن نے کورنش بجالاتے ہوئے ادب سے کہا۔ "سرکار یہ حاضر ہے۔" اور اس نے ہاتھ آگے کر کے الماری کے خانے میں ڈالا۔ صندل دیکھ رہی تھی جن کا ہاتھ الماری کی پچھلی دیوار کے آرپار ہو گیا اور پھر اس نے جب ہاتھ نکالا تو اس کے ہاتھ میں قرآن تھا۔ جو اس نے صندل کو نہایت ہی ادب کے ساتھ جھکتے ہوئے پیش کیا۔ صندل نے قرآن لے کر اسے آنکھوں سے اور سینے سے لگایا۔ پھر سلطان بابا کے قدموں میں جھک گئی۔ سلطان بابا نے اسے تسلی دی "آئندہ کسی قسم کی فکر نہ کرنا۔ اگر کوئی کام ہو تو حزقیل جن تمہاری مدد کرے گا۔" صندل نے کہا "سلطان بابا میرا جی چاہتا ہے میں ہمیشہ کے لئے آپ کی دنیا میں آ جاؤں، یہ دنیا چھوڑ دوں۔" سلطان بابا نے اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ

www.ksars.org

پھیرتے ہوئے کہا”ایسا ہی ہو گا۔ ایسا ہی ہو گا مگر پر ماتمانے تجھے جوگن کا روپ دیا ہے۔ تجھے جوگن بننا ہی ہو گا۔“ یہ کہہ کر سلطان بابا غائب ہو گئے۔

صندل بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگی۔ جیسے ہی وہ قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھی اس نے دیکھا کہ دروازے کے باہر حزقیل جن پہرہ دے رہا ہے۔ اس کا سر شکر کے ساتھ سرنگوں ہو گیا اور اس نے قرآن پر ہی عقیدت کے ساتھ ماتھا ٹیک دیا اور دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر کرنے لگی۔ اس نے قرآن میں پڑھا کہ جو سرکش شیطان آسمان میں غیب کے اسرار جاننے کی کوشش میں پرواز کرتے ہیں تو آسمان کی سرحدوں پر شہاب ثاقب کے ذریعے انہیں مار گرایا جاتا ہے۔ ان کا داخلہ آسمانوں میں بند ہے۔ یہ پڑھ کر اس کے ارادے میں کوئی بات آئی اور اس ارادے کے ساتھ وہ عالم جنات میں پہنچی۔ نئی درسگاہ میں صندل کے لئے ایک بڑا سا آفس تھا۔ جس میں ہر قسم کی سہولتیں تھیں۔ اس نے میز پر لگے ہوئے بہت سارے بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا۔ پرنسپل عزا کی آواز کمرے میں سنائی دی۔ صندل بولی۔”عزا صاحب، ذرا کمرے میں تشریف لائیں، آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔“

تھوڑی دیر میں عزا صاحب آ گئے۔

صندل بولی۔”عزا صاحب، کیا کبھی آپ آسمان کی سرحدوں تک گئے ہیں؟“ پرنسپل عزا بولے۔”صندل جی، میں بذات خود کبھی وہاں نہیں گیا۔ سنا ہے کہ وہاں زبردست پہرہ ہے۔“ صندل بولی،”عزا صاحب میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ جو شیطان چوری چھپے سرحد پار کر کے آسمان میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں انہیں شہاب ثاقب کے ذریعے مار گرایا جاتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ درسگاہ کے طلباء کو قرآن کی یہ آیتیں پڑھائی جائیں۔

انہیں بتایا جائے کہ تخریب کاری کا ذہن رب کے نزدیک کسی طور بھی قابل قبول نہیں ہے۔ وہ جن جو تخریب کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں، ان کا داخلہ آسمانوں میں ممنوع ہے۔ وہ اسی عالم میں قید کر دیئے جاتے ہیں اور اگر وہ اس قید سے رہائی پانے کے لئے چوری چھپے بھاگ نکلنے کی کوشش بھی کریں تو سرحد پر ہی مارے جاتے ہیں۔ عزا صاحب کیوں نہ ہم طلباء کو قرآن کی اس تعلیم کے بعد سرحد پر لے جا کر قرآن کی آیات کا مشاہدہ بھی کرائیں تا کہ وہ قرآن کے

www.ksars.org

حقائق کو پہچانیں اور فطرت کے قوانین کو توڑنے کی کبھی ہمت نہ کریں۔ عزا صاحب، قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ "اے جن و انس، تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے سلطان کی مدد کے بغیر ہر گز نہیں نکل سکتے۔" عزا صاحب نے سوال کیا۔ "صندل جی، سلطان کی مدد سے کیا مراد ہے؟" صندل بولی۔ "عزا صاحب تخریبی فکر انفرادی ذہن کا خیال ہے اور تعمیری فکر اس دماغ کا خیال ہے جو انفرادی ذہن کو اپنے دماغ کا ایک جزو سمجھتا ہے۔ کل ہمیشہ جزو پر غالب رہتا ہے۔ تعمیری فکر رب کا ارادہ ہے جو آتما کے ذریعے سے فرد تک پہنچتا ہے۔ سلطان آتما ہے جو رب کے ارادے کو خیال کا جامہ پہنا کر فرد کے شعور و ذہن کے سامنے لے آتی ہے۔ آتما سے رشتہ جوڑے بغیر انفرادی نفس زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتا اسے آتما کی شکتی کی ضرورت ہے بغیر شکتی کے وہ کائنات میں سفر نہیں کر سکتا، جو رب نے اپنی مخلوق کے لئے مقدر کر دیا ہے۔

اپنے مقدر کو پانے کے لئے اسباب و وسائل کا استعمال ضروری ہے۔"

پرنسپل عزا نے کہا۔ "میں جلد ہی آپ کے مشورے کے مطابق سارا پروگرام ترتیب دے کر آپ کو اطلاع دے دوں گا۔ مگر طلباء کو تعلیم دینے سے پہلے اساتذہ کو اس کی تعلیم دینی ہو گی کیونکہ ہمارے یہاں قرآن کا علم جاننے والے جن بہت ہی کم ہیں۔" صندل بولی۔ "اساتذہ کی تعلیم کا ذمہ میں لیتی ہوں آپ کل کسی وقت ان سب کو میرے پاس بھیج دیں۔"

دوسرے دن صندل نے تمام اساتذہ کو قرآن کی وہ آیات پڑھ کر سنائیں اور انہیں اس پروجیکٹ کے متعلق بتایا۔ سب بہت خوش ہوئے۔ صندل نے کہا۔ "پرماتما کا علم صرف اس کی کتابوں میں نہیں ہے بلکہ ساری کائنات اسے علم کا مظاہرہ ہے۔ کسی شے کا علم حاصل ہونے کے بعد ظاہر میں شے کو دیکھنے سے اس شے پر یقین کامل ہو جاتا ہے۔ ہمارا پلان بھی یہی ہے کہ پہلے طلباء کو قرآن کی آیات کے مطابق شیطانی طرز فکر اور اس کے انجام سے آگاہ کیا جائے اور پھر انہیں ایسے عبرتناک مقامات کی سیر کرائی جائے۔ تاکہ ان کے نفسوں کی سرکشی دور ہو جائے اور جب وہ مطیع ہو کر ہمارے پاس آئیں تو پھر ہم انہیں وہ راستہ بتائیں جو رب نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔" کچھ دنوں تک اسی نہج پر

www.ksars.org

تعلیم وتربیت کا پروگرام چلتا رہا۔ صندل کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور جنات میں بڑھتی ہوئی شیطنیت کا زور ٹوٹ جائے گا۔ وہ درسگاہ میں اپنے آفس میں بیٹھی ہوتی مگر اس کے خیالات کی لہریں ساری درسگاہ میں پھیل جاتیں۔ ان لہروں میں سب کے لئے یہ پیغام ہوتا کہ اے جن و انس، پرماتما نے تمہیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اس کی عبادت تمہارے دلوں کا مطیع و فرمانبردار ہونا ہے۔ سرکش اور نافرمان کے لئے اس کی سلطنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ نیست و نابود کر دیئے جاتے ہیں۔ اٹھو اور بارگاہ ایزدی میں اطاعت کے گھٹنے ٹیک دو تاکہ تمہیں بندگی کی راہ مل جائے۔ کچھ دنوں کے بعد اساتذہ نے آکر صندل کو رپورٹ دی کہ بچوں اور نوجوانوں میں شیطانی وارداتیں کافی کم ہو گئی ہیں۔ اب جلد ہی وہ آسمان کی سرحد پر جانے کا پروگرام بنانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں پرنسپل عزا کے ساتھ تمام اساتذہ کی میٹنگ ہوئی۔ صندل بھی موجود تھی طے یہ پایا کہ منگل وار کے دن صبح تڑکے درسگاہ کے تمام طلباء اور اساتذہ کا قافلہ راکٹ میں سرحد کے لئے روانہ ہو گا۔ تمام طلباء اور اساتذہ کے لئے سلور یونیفارم تیار کی گئیں تاکہ پہچانے جائیں۔ اس کے علاوہ آسمان کی سرحد پر تعینات فرشتوں کی فوج کو اطلاع کر دی گئی کہ فلاں دن فلاں وقت درسگاہ کے طلباء مشاہدہ شہاب ثاقب کے لئے تشریف لارہے ہیں۔

www.ksars.org

قافلہ آسمان کی سرحد کے سفر پر روانہ

منگل وار کی صبح تڑکے کے اکیس راکٹ پر مشتمل یہ قافلہ آسمان کی سرحد کے سفر پر روانہ ہوا۔

سب کے لئے یہ ایک نیا تجربہ تھا اس لئے سارے ہی جاننے کے لئے مشتاق تھے۔ بہت جلد سرحد کے نشانات ملنے شروع ہو گئے۔ آسمان کی سرحد سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک راکٹ اسٹیشن تھا۔ یہاں پر راکٹ اتر گئے۔ اس اسٹیشن پر زبردست حفاظتی انتظامات تھے۔ اس پورے ایریا میں اس طرح لائٹ کا انتظام تھا کہ ہر ہر اینگل سے روشنی اسٹیشن کے ہر کونے میں پڑ رہی تھی۔ جس سے تمام ایریا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ جگہ جگہ سنسر لائٹ کی بیم فرش تک پڑ رہی تھی۔ اس لائٹ کے اندر سے ایک ایک کر کے لوگوں کو گزرنے کی ہدایت تھی۔ دوسری جانب کمپیوٹر اسکرین تھے۔ جیسے ہی کوئی آدمی اس کے اندر سے گزرتا یہ لائٹ اس کے خیالات کی اسکریننگ کر لیتی۔ تمام خیالات کمپیوٹر پر رجسٹر ہو جاتے اور فوراً ہی اسکرین پر آ جاتے۔ ان کمپیوٹرز پر خاص فرشتوں کی ڈیوٹی تھی جو کمپیوٹر ریڈنگ میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ ایک نظر میں اسکرین پر نمودار خیالات کی ریڈنگ کر لیتے۔ اس طرح کام میں ذرا بھی تاخیر نہ ہوتی۔ جن کے خیالات درست نہ ہوتے ایسے لوگوں کو اس اسٹیشن سے باہر جانے نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں وہاں کے سپاہیوں کے حوالے کر دیا جاتا۔

صندل اور پرنسپل عزا اس گروپ کی کمانڈ کر رہے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی گیٹ پر نام بتایا تو

چونکہ پہلے سے اطلاع تھی لہٰذا دو فرشتے گارڈ کے طور پر ان کے ساتھ مقرر ہوئے۔ انہوں نے طلباء کو یہاں کے تمام سسٹم کے متعلق بتایا اور ایک ایک چیز کا مشاہدہ کرایا۔ گارڈ نے اس مقام پر شیاطین کی جیلیں بھی دکھائیں۔ اس نے بتایا۔ "دنیا سے جو بھی آسمان کی جانب پرواز کرتا ہے وہ سب سے پہلے اسی اسٹیشن پر لایا جاتا ہے۔ اگر کسی کی اسکریننگ یہاں کے مقرر کردہ قانون کے مطابق نہیں ہوتی تو اسے دوبارہ ایک ایسی بیم سے گزارا جاتا ہے جس کے دو اسکرین یا دو کمپیوٹر ہوتے ہیں۔ ایک کمپیوٹر پر فرشتے کی نظر ہوتی ہے، ایک پر اس شخص کی۔ تاکہ اسے بھی خود اپنے خیالات کا علم ہو جائے۔ اس کے بعد اسے حراست میں لے لیا جاتا ہے۔ اس کے تخریبی پلان و نیت کے مطابق جیل کے مخصوص درجے

www.ksars.org

میں اسے رکھا جاتا ہے۔ جیل سے آسمان کی سرحد صرف تقریباً ساڑھے تین میل دور ہے۔ اکثر شیاطین ان جیلوں سے کسی نہ کسی طرح فرار ہو جاتے ہیں۔ مگر سرحد پر فرشتوں کی فوجیں اس طرح تعینات ہیں کہ کوئی شیطان سرحد کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ فرشتے ایسے اسلحہ سے لیس ہیں جو آٹو میٹک کام کرتے ہیں۔ ان تمام اسلحہ کی انرجی کاسمک ریز ہے۔ آسمان کی پوری سرحد پر کاسمک ریز کی ایک لائن ہے۔ یہ ایسی بیم ہے جو فرشتے تو دیکھ سکتے ہیں مگر شیاطین کو دکھائی نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دھوکے میں آجاتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی شیطان اس بیم کی زد میں آتا ہے، فرشتے کے اسلحہ میں بیپ ہو جاتی ہے اور اس بیپ کے ساتھ ہی اسلحہ سے آٹو میٹک سسٹم کے تحت ایک شعاع نکل کر اس شیطان کو فوراً جلا دیتی ہے۔ وہ کسی بھی صورت سرحد پار نہیں کر سکتا۔ شہاب ثاقب فرشتوں کے اسلحہ کا نام ہے جو ایک قسم کی شعلہ بار بندوق ہے۔ بندوق سے شعلہ انتہائی تیز ریز کی صورت میں نکلتا ہے اور شیطان کی جانب لپکتا ہے۔ اس ریز نما شعلے میں یہ خاصیت ہے کہ وہ شیاطین کے لئے مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔ اس کشش کی قوت شیاطین کو شعلے کی زد میں لے آتی ہے اور وہ کسی طور بھی بچ کر نہیں نکل سکتے۔"

طلباء کو گائیڈ فرشتوں نے آسمان کی سرحد پر موجود تمام حفاظتی سسٹم کا مشاہدہ کرایا اور دکھایا کہ آسمان کے اندر کوئی بھی تخریبی نیت سے نہیں داخل ہو سکتا۔ جتنے بھی تخریبی ذہن ہیں وہ تمام آسمان اور زمین کے درمیان بستے ہیں۔ آسمانوں کے اندر جو عالمین بسے ہوئے ہیں ان کا انتظام تعمیری طرز فکر کے تحت ہے۔ تخریبی ذہن کی ان کے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی وجہ سے قدرت کی جانب سے جن و انس کے اندر تعمیری طرز فکر کی نشوونما کرنے کے لئے مستقل انتظامات جاری و ساری ہیں۔ اس علمی سیر سے سب بہت خوش ہوئے۔ پرنسپل عزا نے اعلان کیا کہ اس خوشی میں ایک جلسہ کیا جائے گا جس میں سب کی حاضری ضروری ہے۔ تیسرے دن جلسے میں تمام طلباء و اساتذہ موجود تھے۔ پرنسپل عزا نے صندل کو اعزازی خلعت پہنائی اور ایک میڈل عطا کیا۔ جس پر سنہری تحریر میں صندل دیوی لکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اعلان کیا کہ بورڈ آف ایجوکیشن اور درسگاہ کی کمیٹی کی جانب سے آپ کو صندل دیوی کا خطاب دیا جاتا ہے اور آئندہ اسی نام سے پکارا جائے گا۔

www.ksars.org

دن گزرتے رہے۔ اس سیر کے بعد شیطانی ٹولوں کی حرکات بھی قدرے کم ہو گئیں اور وہ بھی نئے انداز پر سوچنے لگے۔ انہیں معلوم تھا کہ صندل دیوی جب تک ان کے درمیان موجود ہے۔ ان کی دال نہیں گل سکتی۔ مگر وہ بھی آخر شیطان تھے۔ جن کی فطرت میں شیطنیت خون کی طرح رچی ہوئی تھی۔ وہ شرارتوں سے باز نہیں رہ سکتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ کڑی نگرانی میں تھے۔ نوجوان جن طالبعلموں میں بے راہ روی بھی بہت زیادہ تھی۔ دوسری احتیاطی تدابیر کے ساتھ ساتھ صندل نے اس کا ایک حل یہ بھی تجویز کیا کہ چونکہ جنات کی خوراک میں فاسفورس کی مقداریں اعتدال سے زیادہ شامل ہو گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے اندر جنسی تقاضے بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ معاشرتی نظام پر اس کا برا اثر پڑرہا ہے۔ نوجوانوں کو غذا میں فاسفورس کی مقداریں کم کرنے کی ترغیب دی جائے۔ ان سب تدابیر کے ساتھ ساتھ صندل کی خاص توجہ اس بات پر بھی ہوتی کہ ان تدابیر پر مستقل طور پر عمل بھی ہوتا رہے۔ وہ پرنسپل عزا کے ساتھ تمام درسگاہوں میں دورہ کرتی۔ جلد ہی وہ عالم جنات میں صندل دیوی کے نام سے مشہور ہو گئی۔

دن مہینوں میں تبدیل ہونے لگے۔ مالا اور کاجل کے ماں بننے کے دن قریب آ گئے۔ ادھر کندن بھی امید سے تھی۔ نرملا اور عاجل ہر دوسرے مہینے ایک ہفتے کے لئے آجاتے۔ سلطان بابا کے ساتھ صندل کی روحانی ملاقات اکثر رہتی تھی۔ عالم جنات کی کارکردگی سے وہ انہیں آگاہ کرتی رہتی۔ مگر عاجل کی شادی کے بعد سے شہباز کو پھر اس نے نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ سلطان بابا کی قبر پر جاتی۔ آتے جاتے اس کی آنکھیں اسے ڈھونڈتی رہتیں، کبھی وہ سوچتی شاید وہ گاؤں چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ یہ سوچتے سوچتے اس کے اوپر ایک مایوسی سی طاری ہو جاتی۔ ایسی حالت میں اس کی آتما کی آواز اس کے کانوں میں ابھرتی۔ "صندل تو جوگن ہے۔" اور زرد کپڑوں میں لپٹی مالا گلے میں ڈالے جوگن کا روپ اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا۔ وہ من ہی من میں اپنے رب سے اس کرم کے لئے دعا کرتی۔ کچھ ہی دنوں بعد مالا اور کاجل کے یہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ ٹھاکر صاحب اور چودھرائن کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ دونوں بچوں میں صرف چند گھنٹے کا فرق تھا۔ ٹھاکر صاحب نے خادم کو بلایا اور چھٹی پر غریبوں کے لئے کھانے کے لئے ہدایت کی۔ وہ کہنے لگے۔ "حویلی کے صحن میں چٹائیاں بچھا کر دستر خوان لگا دینا اور سارے دن کے لئے لنگر جاری رکھنا۔" چھٹی کے دن دونوں بہوؤں اور ان

www.ksars.org

کے بچوں نے نہا دھو کر نئے کپڑے پہنے۔ سارا گھر خوشبو دار دھونی سے مہک اٹھا۔ محلے والیاں آ کر اپنی خوشی کا اظہار کرتیں اور شکرانہ کے طور پر بجھن بھی لگائے گئے۔ سارا دن لنگر جاری رہا۔

مغرب کا اندھیرا پھیلنے لگا تو خادم نے دو گی کی بتیاں صحن میں روشن کر دیں۔ صحن کے ایک کونے میں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ ٹھاکر صاحب وہاں آ کر بیٹھ گئے۔ دستر خوان پر بہت سے غریب غرباء کھانے میں مصروف تھے۔ اتنے میں ایک ملنگ بابا گیروے رنگ کا تہہ بند باندھے زرد موٹے دانوں کی مالا سینے پر لٹکائے داخل ہوئے۔ انہوں نے دستر خوان کی جانب نظر بھی نہیں کی وہ نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے ٹھاکر صاحب کی جانب بڑھے چلے جارہے تھے۔ خادم تیزی سے دوڑ کر ان کے پاس پہنچا اور ان کا بازو پکڑ کر انہیں دستر خوان پر بیٹھنے کے لئے کہا مگر انہوں نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا اور خادم کی طرف سرخ سرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ خادم نے فوراً ان کا بازو چھوڑ دیا۔ اب ٹھاکر صاحب بھی اسے پہچان گئے تھے۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ وہی ملنگ بابا تھے۔ جو سترہ سال پہلے کندن کی چھٹی پر تشریف لائے تھے۔ ٹھاکر صاحب نے دونوں ہاتھ جوڑ کر انہیں ادب سے پرنام کیا۔ ملنگ بابا کی سرخ سرخ آنکھوں میں جوت چمکنے لگی۔ وہ پراسرار آواز میں بولے۔ ”ٹھاکر! فیصلہ ہو چکا ہے۔“ ٹھاکر صاحب نے ہاتھ جوڑ کر نہایت ہی انکساری کے ساتھ پوچھا۔ ”مہاراج کس کا فیصلہ ہو چکا ہے؟“ ملنگ بابا کہنے لگے۔ ”جوگن کا۔“ اور یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے اسی طرح واپس لوٹ گئے۔

ٹھاکر صاحب سکتے کے عالم میں اسی طرح ہاتھ جوڑے کھڑے ملنگ بابا کو جاتے دیکھتے رہے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تب ٹھاکر صاحب چارپائی پر بیٹھ گئے۔ مگر ان کا سارا ذہن ملنگ بابا کی جانب تھا۔ کیا صندل جوگن بنے گی۔ اور ان کے اندر ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور بادلوں کے پار جھانکتے ہوئے اپنے آپ سے بولے۔ ”ھے بھگوان! بھور میں بھنور میں سب کچھ تیری ہی لیلا ہے مجھ پر میرے پریوار پر اپنا خاص کرم رکھنا۔“ ملنگ بابا کا ذکر انہوں نے چودھرائن سے نہیں کیا۔ انہوں نے سوچا۔ وقت اپنی جھولی میں جو کچھ لے کر آتا ہے۔ وہ کسی سے چھپا نہیں رہ سکتا۔ پھر خواہ مخواہ پہلے سے کیا تذکرہ کرنا۔

www.ksars.org

مالا اور کاجل کے بچے سارے گھر والوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ خصوصاً چودھرائن تو ہر وقت انہیں گھیرے رہتی۔ پہلے صندل گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ تو سب اس کو بچوں کی طرح لاڈ کرتے تھے۔ اب بچوں کی آمد سے صندل کا شمار بڑوں میں ہونے لگا۔ وہ روزانہ رسوئی گھر میں مالا اور کاجل کا ہاتھ بٹاتی۔ گھر کے دوسرے کاموں میں بھی حصہ لیتی مگر اس کے باوجود اس کا سارا انہماک اپنی داخلی زندگی میں تھا۔

اسے یوں لگتا جیسے اس کی آتما اور اس کا بدن دو الگ الگ جسم ہیں اور یہ دونوں جسم بیک وقت اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس کی نظر اپنے دونوں رخوں پر رہتی۔ ان دنوں وہ عجیب کشمکش سے گزر رہی تھی۔ ایک طرف اس کا جسمانی تقاضہ اسے مجبور کرتا تھا کہ وہ اپنے شریر کو کسی کے حوالے کر دے اور دوسری طرف اسکی آتما (روح) پرماتما سے ملنے کی آس میں ہر دم سلطان بابا کی چوکھٹ پر سرنگوں رہتی۔ اس کی آتما اور اس کا بدن دونوں ہی اپنی اپنی معراج کو چھونے کے لئے کٹھن سے کٹھن مرحلے کے لئے بھی تیار تھے۔ جسم و جاں کے تقاضے رفتہ رفتہ اسے حقیقت کی گہرائیوں میں کھینچتے رہے۔ نادان نا سمجھ اس بات سے بے خبر تھی کہ حق کی کھوج میں بڑھنے والا ہر قدم اس کے تقاضوں کو بھڑکانے والا ہے۔ اب وہ ہر دوسرے دن کسی نہ کسی بہانے سلطان بابا کی قبر پر پہنچ جاتی۔

آتے جاتے ہر آہٹ پر اسے شہباز کی موجودگی کا احساس ہوتا۔ وہ سلطان بابا سے شہباز سے ملنے کی درخواست کرتی۔ مگر سلطان بابا کا ایک ہی جواب ہوتا۔ "صندل، تجھے پرماتما کے ہاتھوں امرت کا پیالہ پینا ہے۔ وقت کا انتظار کر۔ اپنے من کی تپش کو قرآن کے نور سے بجھا۔ رات کو جب وہ قرآن لے کر بیٹھتی تو اس کے اندر سے ایک فکر پیدا ہوتی۔ اس غور و فکر کے نتیجے میں اس کا یقین اس بات پر ہوتا چلا گیا کہ دھرم کوئی بھی ہو خواہ ہندو ہو یا مسلم ہو، ہر جگہ اچھائی کو اچھائی اور برائی کو برائی ہی کہا گیا ہے اور کسی بھی دھرم میں رہتے ہوئے حقیقت کی تلاش کی جا سکتی ہے۔ حق کی تلاش کا راستہ باہر نہیں خود اپنے اندر سے ہی نکلتا ہے۔ اپنی آتما سے گزرنے والے راستے پر عقل جب جوگن بن کر حیوانی شہوتوں کے جنگل اور نفسانی شیطنیت کے زہریلے ناگوں کے بلوں سے بچ کر گزر جاتی ہے تو منزل مراد اس کے سامنے آ جاتی ہے۔

www.ksars.org

منزل مراد کی فکر

منزل مراد کی فکر تخیل کا روپ دھار کر اس کے دل میں اتر آئی۔ فکر کے ایک سرے پر شہباز اس کی نظروں میں سمایا رہتا۔ تنہائی میں اس کی آنکھیں چھلک جاتیں۔ ایک دن وہ سلطان بابا کی قبر پر گئی۔ دل بے اختیار ہو گیا۔ آنسو قبر کی مٹی کو بھگونے لگے۔ شدت غم میں وقت کا احساس مٹ گیا۔ کسی نے بازوؤں سے پکڑ کر اس کے مٹی میں جھکے ہوئے چہرے کو اٹھایا۔ بھیگی آنکھوں کے سامنے شہباز کا چہرہ آ گیا۔ وہ گھٹنوں کے بل جھکا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ ابھی تک صندل کے شانوں پر تھے۔ آنسو پلکوں پر رک گئے۔ اس کا ذہن ہر خیال سے خالی ہو گیا۔ بھیگی آنکھیں شہباز پر چہرے پر ٹک کر رہ گئیں۔ دوسری جانب بھی یہی حال تھا۔ وقت جیسے تھم کر رہ گیا۔ دید کے خالی خالی پیمانے دیدار کے امرت سے لبریز ہو گئے۔ صندل گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی، شہباز بھی سنبھل گیا۔ کہنے لگا۔ ”میرا آپ کا بندھن روح کی ڈور سے بندھا ہے۔ اسے دنیا کا کوئی جھٹکا نہیں توڑ سکتا ہے۔ پھر یہ آنسو کیسے؟“ صندل نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا اور خاموشی سے چل پڑی۔

اس دن کے بعد اس کی حالت ہی بدل گئی۔ اس کے اندر ایک قرار آ گیا تھا۔ وہ جب بھی آنکھیں بند کرتی۔ بند آنکھوں کے سامنے اس کی آتما جوگن کے روپ میں آ جاتی۔ جو ہاتھوں میں عشق کی شمع لئے آڑھے ترچھے راستوں پر شمع کی لو کو ہواؤں کے جھونکوں سے بچاتی ہوئی سنبھل سنبھل کر چلتی دکھائی دیتی۔ ایک سال اسی حالت میں گزر گیا۔ اس دوران صرف ایک بار شہباز کو اس نے دور سے دیکھا تھا۔ کندن ایک بیٹی کی ماں بن چکی تھی اور اب پھر دوبارہ صندل کی شادی کے تذکرے گھر میں چل پڑے۔

چودھرائن نے مالا اور کاجل پر زور ڈالا کہ صندل کا بر تلاش کریں۔ مالا اور کاجل نے گاؤں کا کوئی رشتہ بتایا۔ چودھرائن نے مالا اور کاجل کو اپنے طور پر وہاں بھیجا۔ کہ ذرا دیکھ آؤ اور باتوں باتوں میں پوچھ لینا کہ لڑکے کا

www.ksars.org

رشتہ کہیں اور تو طے نہیں ہوا ہے۔ شام کو مالا اور کاجل نے وہاں سے آکر چودھرائن کے بتایا کہ لڑکا بہت اچھا ہے۔ اور بھی اس کی سگائی نہیں ہوئی ہے۔ چودھرائن بولی، "آج رات کو صندل کے باپو سے اس کا تذکرہ کروں گی۔ بس اگلے ہفتے منگنی کر دیں گے۔ "رات کو جب چودھرائن نے ٹھاکر صاحب سے اس کا ذکر کیا تو ٹھاکر صاحب پریشان ہو کر بولے۔ "تم نے صندل سے پوچھا؟" چودھرائن بولی، "اے ہے۔ اب اس سے پوچھنے کا کیا وقت ہے۔ خیر سے سترہ سال کی ہو چکی ہے۔ رشتہ اچھا ہے۔ اب سگائی ہونی ہی چاہئے۔"

ٹھاکر صاحب کے ذہن میں ملنگ بابا کے الفاظ گونجنے لگے۔ "جوگن کا فیصلہ ہو چکا ہے۔" وہ اندر ہی اندر کسی انجانے خوف سے لرز گئے۔ پھر ذرا اونچی آواز میں بولے۔ "نہیں نہیں، صندل کا بیاہ اس سے پوچھے بغیر نہ کرنا۔" چودھرائن ذرا خفا ہو کر بولی، "تو پھر بلاؤ اسے۔ پوچھ لو۔ اسے کیا انکار ہو سکتا ہے۔"۔ "تو پھر بلاؤ اسے۔ پوچھ لو۔ اسے کیا انکار ہو سکتا ہے۔" ٹھاکر صاحب نے خادم کو آواز دی کہ صندل کو کمرے میں بھجوا دے۔ صندل آئی اور اپنے باپو کے پہلو سے لگ کر بیٹھ گئی بولی، "باپو کوئی کام ہے۔" باپو نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی تیری ماں کو تیرے بیاہ کی فکر ہے۔" یہ سنتے ہی صندل کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ وہ فوراً بولی، "ماں میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بیاہ نہیں کروں گی۔" چودھرائن تیز ہو کر بولی۔ "آخر بیاہ کیوں نہیں کرے گی؟ کیا وجہ ہے؟" صندل بولی، "ماں میں بھگوان کے چرنوں میں اپنی ساری عمر بتانا چاہتی ہوں۔" ماں نے طنزیہ لہجے میں کہا، "لو اور سنو پجارن بننا چاہتی ہے۔" پھر وہ ٹھاکر صاحب پر برس پڑیں۔ "تم نے اسے لاڈ میں نڈر بنا دیا ہے۔ بھلا ایسے بھی زندگی گزرتی ہے؟" ٹھاکر صاحب نے صندل کو اپنے سینے سے لگا لیا اور بولے۔ "بیٹی، ابھی تم بہت کمسن ہو۔ جوانی اور خوبصورتی کبھی کبھی راستے کا کانٹا بن جاتی ہے۔" صندل بولی، "باپو مجھے بیاہ نہیں کرنا۔"

اب چودھرائن واقعی پریشان ہو گئی۔ فکر مند لہجے میں بولی، "بیٹی اس کی کوئی وجہ بھی تو بتاؤ۔" صندل بولی، "میں اپنی آتما کو پہچاننا چاہتی ہوں۔" ماں بولی، "بیٹی یہ تو شادی کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔" صندل بولی، "ماں سلطان بابا مجھے سکھا رہے ہیں۔" چودھرائن سخت پریشان ہو کر کہنے لگی۔ "بیٹی میں پہلے بھی تیرے قبر پر جانے سے ذرا فکر مند تھی۔ سلطان بابا بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر ان کی دنیا اور تیری دنیا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" صندل

www.ksars.org

بولی، "ماں مجھے مجبور نہ کرو۔" ٹھاکر صاحب نے بیگم کو اشارہ کیا، وہ خاموش ہو گئی۔ ٹھاکر صاحب نے صندل سے کہا، "جاؤ بیٹی! اپنے کمرے میں جاؤ۔"

کچھ دن خاموشی میں گزر گئے مگر ہر آنے جانے والا صندل کو دیکھ کر اس کے بیاہ کا ذکر ضرور کرتا۔ صندل معاشرے میں اپنے ماں باپ کی حیثیت جانتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ سلطان بابا اس کے بارے میں جو حکم بھی دیں گے وہ اس پر کاربند ہو جائے گی۔ اس رات عبادت والے کمرے میں اس نے دھیان سلطان بابا پر لگایا۔ اور ان سے اپنی آئندہ زندگی کے متعلق دریافت کیا۔ سلطان بابا فرمانے لگے، "صندل تیرا راستہ اور لوگوں سے ہٹ کر ہے۔"

صندل بولی، "سلطان بابا، مجھے اس راستے پر لگا دیجئے۔" سلطان بابا نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بھگوان تجھے شکتی دے۔ کل ہماری قبر پر حاضری دینا۔"

دوسرے دن سہ پہر کو صندل سہیلی کا بہانہ بنا کر سلطان بابا کی قبر پر چل دی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے اجازت لی تو ہر گز بھی نہیں ملے گی۔ کیونکہ ماں نے پہلے ہی پریشان ہو کر سختی سے اسے قبر پر جانے سے منع کیا تھا۔ قبر پر جا کر وہ چپ چاپ دوزانوں ہو کر بیٹھ گئی اور سلطان بابا کے تصور میں مراقب ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ سلطان بابا آسمانوں پر ایک روشنی کے عالم میں موجود ہیں۔ صندل ان کے پاس جاتی ہے اور ان سے اپنا مدعا بیان کرتی ہے۔ سلطان بابا اسے ایک لباس دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "اس کو پہن لے۔" صندل وہ لباس پہنتی ہے۔ سلطان بابا اس کا ہاتھ تھام کر ایک راستے پر چلنے لگتے ہیں۔ چند قدم ساتھ چل کر سلطان بابا غائب ہو جاتے ہیں۔ اب صندل اپنے آپ کو جوگن کے روپ میں گھنے جنگلوں سے گزرتا ہوا دیکھتی ہے۔ سارا وقت وہ یہی دیکھتی رہی کہ وہ گھنے درختوں میں راستہ بناتی ہوئی گزرتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ وہ بہت دیر تک اپنی روح کو رب کی تلاش میں سرگرداں دیکھتی رہی۔ اس کے پاؤں کے چھالے اس کے دل کی لگن کے ضامن تھے۔

www.ksars.org

اسے جنگلوں میں پھرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ کہیں زہریلے ناگ اس کا راستہ روک لیتے اور کہیں جنگلی درندوں کی خوفناک آوازیں اس کا دل ہلا دیتیں وہ سب سے بچتی بچاتی جنگل کی پر پیچ راہوں پر چلتی رہی۔ محبوب سے ملنے کی لگن اس کے پاؤں کی شکتی بن گئی۔ بڑی دیر بعد اس کے اوپر سے بے خودی کا غلبہ ٹوٹا اس نے آنکھیں کھولیں۔ ارد گرد نظر ڈالتے ہی اسے یاد آیا کہ وہ تو مراقبہ میں تھی۔ یہ یاد آتے ہی اسے گھر کی فکر ہو گئی اور وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اگلے چند روز میں اسے اندازہ ہوا کہ ماں اور دونوں بھاوجیں اس لڑکے کے گھر رشتے کی بات بھی کر آئی ہیں اور اب پنڈت سے مہورت نکلوانے کی دیر ہے۔ اس نے پھر ماں اور دونوں بھاوجوں کو سمجھایا مگر بھاوجیں ہنس کر کہنے لگیں۔ ”پگلی ابھی تو نادان ہے۔ شادی ہو جائے گی تو خود ہی عقل آ جائے گی۔ شادی تو دھرم ہے۔ یہ تو زندگی کو سورگ بنا دیتی ہے۔“ صندل جان گئی کہ اب ان لوگوں کو سمجھانا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ رات کو جب سب سو گئے تو صندل اپنے عبادت کے کمرے میں آ گئی۔ آتے ہی اس نے اپنا سر ان دیکھے خدا کے قدموں میں جھکا دیا۔ آج اس کا دل بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔ سجدے میں اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس کا دل تڑپ تڑپ کر صدائیں دے رہا تھا۔ ”پربھو! مجھے اپنے چرنوں میں رکھ لو۔ میں کسی اور کی بننا نہیں چاہتی۔“

دوسرے دن شام کو پنڈت شادی کی مہورت نکالنے کو آیا۔ سارا گھر اس کے آس پاس بیٹھ گیا۔ صرف ٹھاکر صاحب اپنے کمرے میں گم سم بیٹھے رہے۔ ایک طرف تو وہ صندل کی غیر معمولی روحانی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ اس کے ساتھ ہی صندل کی پیدائش پر ملنگ بابا اور بڑھیا کے کہے ہوئے الفاظ بھی ابھی تک ان کے دل پر نقش تھے۔ انہوں نے چودھرائن کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی کہ صندل کو شادی کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ جب بھگوان چاہے گا سگائی بھی ہو جائے گی۔ مگر چودھرائن کسی طرح یہ بات ماننے کو تیار نہ تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ برادری اور محلہ پڑوس میں آتے جاتے لوگ صندل کی شادی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جوان لڑکی کو ہم کب تک گھر میں بٹھا کر رکھیں گے۔ اچھے رشتے کو گھر سے موڑ دینا عقلمندی نہیں ہوتی۔ جب تک اپنے گھر کی نہیں ہوتی وہ پریوار پر بوجھ ہوتی ہے۔ بھگوان اس پر مہربان ہے۔ وہ شادی کے بعد بھی اس پر کرپا کریں گے۔

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب کا دماغ سوچتے سوچتے ماؤف ہو چکا تھا۔ صندل انہیں دل و جان سے پیاری تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کا دل بے شمار اندیشوں کی آماجگاہ بن گیا۔ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی جوگن بن کر اکیلی کیسے رہے گی۔ فکروں میں گھرا ہوا دل اپنی بیٹی کے لئے دعائیں کرنے لگا۔ اتنے میں خادم آیا کہ چودھرائن آپ کو بلا رہی ہیں۔ ٹھاکر صاحب بوجھل قدموں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پنڈت صاحب قشقہ لگائے آنکھیں موندے آسن جمائے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے صندل سنگ مرمر کی مورتی کی طرح بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ٹھاکر صاحب کے دل سے دعا نکلی اے بھگوان میری صندل پر کرپا کرنا۔ پنڈت مہورت کے حساب کتاب کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا، "ٹھاکر تیرے گھر تو جوگن پیدا ہوئی ہے۔ اس کی کنڈلی اس لڑکے سے نہیں ملتی۔ اس کو بھگوان نے اپنے کام کے لئے چن لیا ہے۔ اس کی شادی کا خیال دل سے نکال دے۔"

چودھرائن فوراً بولی۔ "پنڈت جی! ذرا غور سے دیکھو۔ اس وقت نہ سہی کچھ دنوں بعد مہورت نکلوا لیں گے۔"

پنڈت بولا۔ "ماتا جی! ہاتھ کی ریکھائیں تو یہی کہتی ہیں۔ تم اپنی تسلی چاہو تو کر لینا۔" صندل نے ایک گہرا سانس لیا اور چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئی۔

چودھرائن نے پنڈت کو اس کا معاوضہ دیا اور چپ چاپ اپنے کمرے میں جا بیٹھی۔ اس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار نمایاں تھے۔ ٹھاکر صاحب کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا۔ تاہم وہ ابھی بھی خیالات میں گھرے ہوئے تھے۔ سارے گھر پر سناٹا چھا گیا۔ چند دن اسی طرح گزر گئے۔ گھر میں ہر وقت صندل کی شادی موضوع سخن بنی ہوئی تھی۔ چودھرائن اور دونوں بھاوجیں دن بھر اسی موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہتیں۔ مالا کی تجویز تھی کہ کسی اور پنڈت سے بھی مہورت نکلوانی چاہئے۔ اس صورتحال نے صندل کو جیسے جکڑ لیا۔ اس کا جی چاہا وہ اس دنیا سے دور کسی جنگل میں چلی جائے جہاں وہ سکون کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرتی رہے۔ اسی تذبذب میں وہ سلطان بابا کی

www.ksars.org

قبر پر پہنچی۔ اب تو سلطان بابا کی قبر پر حاضری دینا اس کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ اسے کوئی نہ کوئی جھوٹا بہانہ بنا کر یہاں آنا پڑتا۔ اس دن بھی اس نے اپنی سہیلی کا بہانہ کیا کہ وہ اس سے ملنے جا رہی ہے۔

سلطان بابا کی قبر پر پہنچ کر اس نے اپنا سر قبر پر ٹکا دیا اور آنکھیں ساون بھادوں برسانے لگیں۔ کچھ دیر بعد دل ذرا ہلکا ہوا تو اس نے دیکھا۔ سلطان بابا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے قبر کے اندر اتار دیا اور دل میں اتر جانے والی آواز میں فرمانے لگے۔

"صندل! رب نے تجھے اپنے کام کے لئے چن لیا ہے۔ اب تیری تپسیا کی کٹھن گھڑیاں شروع ہونے والی ہیں۔ گھبرانا مت۔ تو میرے دل کا نور ہے۔ ہر قدم پر تجھے میری راہنمائی حاصل رہے گی۔" سلطان بابا نے پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے سارے بدن میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ وہ نہایت پیار سے بولے۔

"بیٹی! اپنے رب سے ملنے کے لئے نفس کے جنگل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ تو جوگن ہے۔ جس کی منزل اس کے رب کے سوا اور کوئی نہیں۔ جا اور اپنے نئے سفر کا آغاز کر۔ بیٹی تیرے نئے سفر کا آغاز ہو رہا ہے۔"

اتنے میں اس کے قریب سے آواز آئی۔ "صندل جی! آپ کا نیا سفر شروع ہونے والا ہے۔ رب آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔" صندل نے چونک کر مڑ کے دیکھا تو شہباز بالکل اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کپڑے تھے۔ اس نے صندل کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "صندل جی، یہ لباس سلطان بابا کی جانب سے ہے۔" صندل نے وہ لباس لے کر دیکھا۔ یہ ایک جوگن کا لباس تھا۔ اس نے اسے عقیدت سے اپنی آنکھوں سے لگایا اور ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ شہباز کی آنکھوں سے اضطراب جھلک رہا تھا۔ صندل نے ایک نظر اس پر ڈالی اور خدا حافظ کہہ کر گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔ وہ لباس اس نے اپنی اوڑھنی میں چھپا لیا۔

شام کو جب سب لوگ کھانے پر جمع ہوئے تو پھر ایک بار وہی شادی کا تذکرہ چل نکلا۔ کاجل بولی۔ "ماں میں نے ایک اور پنڈت سے بات کر لی ہے۔ وہ جنم پتری اور کنڈلیاں بنانے میں ماہر ہے۔ کل شام کو وہ شادی کا

www.ksars.org

مہورت نکالنے کے لئے آئے گا۔ چودھرائن خوش ہو کر بولی، ”بیٹی، بھگوان تجھے سدا سکھی رکھے۔ تو نے میرے من کی بات جان لی۔" ٹھاکر صاحب فوراً بول پڑے۔ "ہوتا وہی ہے جو بھگوان کو منظور ہوتا ہے۔"

www.ksars.org

حقیقت کی تلاش

رات کو جب سب لوگ اپنے اپنے بستروں پر نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ صندل دبے پاؤں اپنے کمرے سے نکلی۔ اس کے ہاتھ میں جوگن والا لباس تھا۔ وہ صندل دیوی والے کمرے میں گئی۔ پہلے اپنے رب کو سجدہ کیا۔ سجدے میں سر رکھ کر اپنی نئی زندگی کے لئے دعا کرتی رہی۔ پھر جوگن والا لباس آنکھوں سے لگایا اور پہن کر دوبارہ سجدے میں گر گئی۔ اس کا دل صدائیں دینے لگا۔ "اے پالنے والے، آج میں تیرے لئے سب کو چھوڑ رہی ہوں۔ میری رکھشا کرنا۔" اس نے زرد دوپٹے کو اپنے ارد گرد اچھی طرح لپیٹا اور خاموشی سے گھر سے باہر آ گئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ عالم خواب میں چل رہی ہے۔ اور ایک ان دیکھی قوت اسے اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔

ابھی وہ گھر کی چاردیواری سے باہر ہی نکلی تھی کہ اسے حد نگاہ پر روشنیوں کے بیشمار قمقمے جلتے دکھائی دیئے۔ اس کے قدم تیز ہو گئے۔ وہ اپنی دھن میں بڑھتی چلی گئی۔ اس کے ذہن میں سوائے رب کے اور کوئی نہ تھا۔ اندر کی صدا نے اس پر باہر کی صداؤں کو بند کر دیا۔ چلتے چلتے اچانک اس کے کانوں میں چریوں کے چہچہانے کی آواز آئی۔ وہ محویت کے عالم سے نکلی۔ ایک لمحے کو ٹھٹک کے رہ گئی۔ عقل نے سوال کیا، "میں کہاں ہوں؟" دل نے جواب دیا، "تم اپنے ٹھکانے پر ہو۔" اس نے ارد گرد گھوم کر دیکھا۔ چاروں طرف گھنے جنگل کے سوا کچھ نہ تھا۔ پتوں سے چھن کر ملگجی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ایک لمحے کو اس کا دل کانپ اٹھا۔ اس نے بے اختیاری طور پر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور عاجزی کے ساتھ بولی۔ "ماتا جی۔ باپو، مجھے معاف کر دینا۔" آنسوؤں کی دھارا اس کے پھول جیسے رخساروں کو دھونے لگی۔ مگر پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک درخت کے نیچے کانٹے صاف کر کے بیٹھ گئی۔ پرندوں کی خوش الحان آوازوں اور نسیم سحر کے لطیف جھونکوں نے اسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔

www.ksars.org

آنکھ کھلی تو دن چڑھا ہوا تھا۔ اس کے ذہن سے دباؤ دور ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا رہنے کے لئے کوئی اچھی جگہ ہونی چاہئے۔ جہاں پانی قریب ہو۔ یہ خیال آتے ہی وہ پھر چل کھڑی ہوئی۔ راستے میں جنگلی پھول کھائے۔ چلتے چلتے دوپہر ہو گئی۔ پیاس کے مارے اس کا حلق سوکھ گیا۔ اتنے میں ایک ہرن جھاڑیوں سے نکل کر ایک جانب دوڑتا دکھائی دیا۔ صندل بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔ کچھ دور جا کر اسے پانی گرنے کی آواز آئی۔ گھنے درختوں کے پیچھے ایک پہاڑی دکھائی دی۔ جلد ہی وہ اس پہاڑ پر پہنچ گئی۔ اس پہاڑی سے چشمہ اُبل رہا تھا۔ پہاڑی کے نیچے چشمے کا پانی ندی کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ خوشی کی لہر اس کے تن من میں دوڑ گئی۔ اس نے ہاتھ منہ دھو کر پانی پیا اور اِدھر اُدھر اپنے رہنے کے لئے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اسے پہاڑی کے اندر ایک غار دکھائی دی۔ اس کے اندر جھانکا مگر اسے اندر کچھ دکھائی نہیں دیا۔ وہ اپنے رب کا نام لے کر اس غار میں اتر گئی۔ گار زیادہ گہرا نہ تھا۔ اس نے درختوں کی ٹہنیاں توڑ کر اس کے اندر بچھا دیں اور اپنے رب کے دھیان میں بیٹھ گئی۔ چند دن اسی طرح گزر گئے۔ بار بار سامنے کبھی ماں کی تصویر آ جاتی اور کبھی باپ اور بھائیوں بھابیوں کی۔ اسے محسوس ہوتا وہ سب اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ من ہی من میں انہیں پکارتی۔ باپو میرا دھیان چھوڑ دو۔ کبھی شہباز دبے پاؤں اس کے نہاں خانے میں اتر آتا۔ وہ تڑپ جاتی، ہجر کے نغمے اس کے لبوں پر جاری ہو جاتے۔ وہ زیادہ وقت عبادت میں گزارتی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب اسے یہیں رہنا ہے اور اس حقیقت کو تلاش کرنا ہے جس میں اس کی آتما گم ہے۔

دو ماہ اسی طرح گزر گئے۔ وہ زیادہ تر وقت غار میں مراقب رہتی۔ جب بھوک لگتی تو جنگل سے پھل توڑ لیتی۔ اسے پورے عرصے میں سلطان بابا صرف دو مرتبہ دکھائی دیئے اور انہوں نے یہی ہدایت کی کہ تم ہر وقت اپنی توجہ اپنے رب کی جانب رکھو۔ وہ ہر روز سلطان بابا کے کہنے کے مطابق اپنے ارد گرد حصار باندھ کر مراقبہ میں بیٹھ جاتی۔ کئی مہینوں سے عالم جنات میں بھی اس کا جانا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سلطان بابا نے اسے اب وہاں جانے سے منع کر دیا تھا۔ کہنے لگے۔ ”یہ بھی تمہاری تربیت کا ایک حصہ تھا۔“

ایک دن وہ غار میں حسب معمول مراقبہ کر رہی تھی کہ اسے کسی نے پکارا۔ ”صندل جی۔“ پہلے تو وہ دھیان کی گہرائی میں ہونے کی وجہ سے متوجہ نہ ہو سکی۔ مگر پھر چند بار جب تھوڑے تھوڑے وقفے سے صندل جی،

www.ksars.org

صندل جی کی صدا کانوں میں پڑتی رہی تو وہ مراقبہ کی حالت سے باہر آ گئی۔ آنکھیں کھول کر کیا دیکھتی ہے کہ غار کے دہانے پر پرنسپل عزا کھڑا ہے۔ اس غیر متوقع آمد پر وہ چونک اٹھی اور اپنے آپ کو سمیٹتی ہوئی بولی۔"عزا جی، آپ یہاں؟"

عزا بولا۔"اتنے عرصے سے آپ کی عالم جنات میں آمد نہیں ہوئی۔ ہم سب آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کو کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔ بڑی مشکل سے آپ کا سراغ ملا ہے۔"

صندل بولی۔"عزا صاحب، آپ فوراً لوٹ جایئے۔ مجھے سلطان بابا نے اب کسی سے بھی ملنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔ جب بھگوان کو منظور ہو گا اور سلطان بابا چاہیں گے تو میں عالم جنات میں پھر سے آپ لوگوں کی سیوا کے لئے آؤنگی۔ ابھی مجھے اجازت نہیں۔"

عزا بولا۔"صندل جی، عالم جنات کے کام تو خیر و خوبی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ میں تو آپ کو اپنے لئے وہاں لے کر جانا چاہتا ہوں۔"صندل کے وہم و گمان میں بھی ایسی بات نہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عزا اسے پسند کرتا ہے مگر اس کے ذہن میں پسند کا یہ رخ نہ تھا۔ بلکہ وہ سمجھتی تھی کہ بے پناہ عقیدت کی بنا پر عزا اس سے مخلصانہ طور پر ملتا ہے۔ اس نے اپنی حیرت کو پوری طرح چھپاتے ہوئے رعب کے ساتھ کہا۔"عزا صاحب، پرماتما نے انسان اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ میرا عالم جنات میں جانا بھی پرماتما کی مہربانی اور سلطان بابا کی اجازت پر تھا۔ میں نے اپنے رب کا جوگ لیا ہے۔ اب آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں اور پھر کبھی یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں۔"

عزا نے صندل کو وزدیدہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔"صندل جی، آپ کو تو علم ہے کہ جنات میں انسانوں کی نسبت زیادہ قوت ہوتی ہے۔ میں نے آپ کو حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اب آپ کا مجھ سے بچ کر رہنا محال ہے۔"

www.ksars.org

صندل نے نہایت گرجدار لہجے میں جواب دیا۔ "عزا صاحب، میں نے بھی تہیہ کرلیا ہے کہ آپ کے چنگل میں ہرگز بھی نہیں آؤں گی۔ پرماتما میری حفاظت کرنے والا ہے۔ مجھے اپنے رب کی قوت و شکتی پر بھروسہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں کمزور ہوں۔ عزا صاحب، ساری شکتی رب کی ہے۔ مخلوق کچھ بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر صندل نے آنکھیں بند کرلیں اور رب کے دھیان میں ڈوب گئی۔ عزا کچھ دیر تک قریب کھڑا اندر آنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر صندل کے گرد ندھے حصار کی وجہ سے وہ اندر نہ آسکا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا ۔ "صندل جی، میں پھر واپس آؤں گا۔"

www.ksars.org

عزا ایک شیطان کے روپ میں

جب صندل مراقبے سے فارغ ہوئی تو عزا جا چکا تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور آئندہ اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر سوچنے لگی۔ اس کے ذہن میں یہی خیال آیا کہ وہ ہر دن اپنے گرد حصار باندھ کر رکھے تاکہ اس حصار کے اندر کوئی قدم نہ رکھ سکے۔ اس طرح جنگل میں چلتے ہوئے جنگلی جانوروں سے بھی محفوظ رہے گی گو کہ ابھی تک اسے کوئی مہلک جانور دکھائی نہیں دیا تھا۔ البتہ درختوں کی ٹہنیوں پر بندر پھدکتے دکھائی دیئے اور کبھی کبھی ہرن بھی آتے جاتے نظر آتے۔ ہرن اسے بہت اچھے لگتے۔ کبھی کبھی وہ ان کو آتا جاتا دیکھ کر انہیں اپنے پاس بلانے کی کوشش کرتی مگر وہ بھاگ جاتے۔ دو تین دن آرام سے گزر گئے۔ مگر پھر ایک دن صندل جنگل میں پھل توڑ رہی تھی کہ ایک ہرن پاس سے گزرا اس نے آہستہ سے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اب صندل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس نے اسے خوب پیار کیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ اچانک اس کی نگاہ سامنے گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ عزا ایک شیطان کے روپ میں کھڑا اسے گھور رہا ہے۔ اس کے چہرے سے شیطنیت جھلک رہی ہے اور اس کی آنکھوں میں نفسانی خواہشات کا غلبہ تھا۔ صندل نے ایک لمبی سانس اندر لی اور اندر ہی اندر سلطان بابا کو پکارا۔ سلطان بابا مجھے اس شیطان سے بچایئے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک نگاہ عزا پر ڈالی۔ عزا اسے دزدیدہ نظروں سے گھور رہا تھا۔ ہرن شاید عزا کی موجودگی کو بھانپ گیا۔ چوکڑیاں ابھرتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا۔

عزا بولا۔ ”صندل جی، آپ کیسی ہیں؟“

صندل نے رعب اور عزم کے ساتھ جواب دیا۔ ”عزا صاحب، رب کی کرپا سے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ سلطان بابا ہر قدم پر میرے ساتھ ہیں۔“

www.ksars.org

عزا بولا، "صندل جی، میں آپ کو عالم جنات میں لے جانے کے لئے آیا ہوں۔ اس خوفناک جنگل میں آپ تنہا کیسے رہیں گی؟"

صندل بولی، "عزا صاحب، بندہ کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ اس کا رب ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔"

عزا بولا، "صندل جی، آپ کو تو رب نے دیوی کا درجہ دیا ہے۔ دیوی جنگل میں اکیلی رہے گی تو اسے پوجے گا کون؟"

صندل بولی، "عزا صاحب، آپ کو بھی معلوم ہے اور میں بھی جانتی ہوں کہ پوجے جانے کے لائق تو بس ایک ہی ہستی ہے۔ جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ میں اسی رب کے لئے یہاں آئی ہوں۔ تاکہ سب سے الگ ہو کر خالصتاً اپنے رب کی عبادت کر سکوں جو اس لائق ہے کہ اسے پوجا جائے۔ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

عزا بولا۔ "صندل جی، آپ کو رب نے ایسا روپ دیا ہے جو تعریف کے لائق ہے آپ مجھے موقع تو دیں۔"

صندل کو یہ سن کر ایک دم جلال آ گیا۔ وہ بپھر کر بولی، "پرنسپل عزا صاحب، آپ ایک ذمہ دار جن ہیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو نہ بھولیں۔ خبردار جو اب اس طرف کا رخ کیا۔"

عزا کچھ دیر اسے تکتا رہا۔ مگر صندل کے جلال کے آگے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا اور چپ چاپ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس جلالی کیفیت میں صندل نے اپنے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ محسوس کیا۔ وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی چشمہ پر آئی۔ چلو بھر پانی پیا۔ ہاتھ منہ دھویا اور اپنے غار میں حصار باندھ کر مراقب ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ایک خالی مشک کی طرح ہے اور اس مشک کا سوراخ سر کے اوپر ہے۔ تالو کی جگہ سے سر کھل گیا اور سر کے

www.ksars.org

اندر پانی کی موٹی دھار کی طرح نور داخل ہونے لگا۔ اس کا سارا بدن اس نور کی ٹھنڈک کو محسوس کرنے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا رب اس کے اندر ہی چھپ کر بیٹھا ہے۔ اس نے محسوس کیا جیسے اس کا سارا بدن موم کا ایک خول ہے۔ اس کے اندر رب کا نور بھرا ہوا ہے۔ دھیرے دھیرے نور کی شکتی سے موم پگھلتا جارہا تھا اور پھر سارا موم پگھل گیا۔ اس کا بدن اس کا وجود ختم ہو گیا۔ یہ بدن۔ یہ موم۔ یہ وجود۔ یہ شعور نور میں اس طرح گم ہو گئے جیسے اندھیرا اجالے میں گم ہو جاتا ہے۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ "اونچی شان والے سب کچھ تو ہی تو ہے۔"

چند دن معمول کے مطابق گزرے۔ اس کا زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا۔ گھر سے نکلتے وقت وہ بالکل خالی ہاتھ آئی تھی۔ نہ قرآن اس کے پاس تھا نہ گیتا لینے کا اسے ہوش تھا۔ اس رات کوئی نادیدہ قوت اسے گھر سے جنگل کی جانب دھکیل رہی تھی۔ جنگل میں وہ سلطان بابا کے ارشاد کے مطابق ہر وقت اپنے رب کے تصور میں کھوئی رہتی تھی۔ ایک دن وہ چشمے میں نہانے کے لئے نکلی۔ اس نے اپنی اوڑھنی اتار کر رکھی ہی تھی کہ عزا سامنے آ گیا۔ صندل کے ریشمی بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ عزا کی ہوس بھری مند نظریں جیسے ہی صندل کی نظروں سے ٹکرائیں، صندل نے لپک کر دوپٹہ اٹھالیا۔ ادھر عزا نے بھی اتنی ہی تیزی سے دوپٹے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ایک کونہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ صندل پوری قوت سے چلائی، "سلطان بابا۔" اسی لمحے عزا کے ہاتھ میں بجلی کا زبردست جھٹکا لگا۔ اس کے ہاتھ سے دوپٹہ چھوٹ گیا۔

صندل نے تیزی سے اوڑھنی اوڑھ لی اور زور سے للکاری، "پرنسپل عزا مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔ آپ کا میرا کیا جوڑ ہے؟ جس تباہی سے نکالنے کے لئے سلطان بابا نے مجھے عالم جنات میں بھیجا تھا۔ آپ جانتے بوجھتے ہوئے انہی گڑھوں میں چھلانگ لگا رہے ہیں۔"

عزا کا ہاتھ جھٹکے کی وجہ سے شل ہو رہا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اسے سنبھالے ہوئے تھا۔ کہنے لگا، "صندل دیوی، مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ غائب ہو گیا۔

www.ksars.org

صندل پانی سے باہر نکل آئی۔ وہیں کنارے پر بیٹھ کر اس نے سلطان بابا کی جانب دھیان لگایا۔ اس کا دل سخت بے چین تھا۔ وہ جانتی تھی کہ عزا ایک طاقتور عفریت ہے۔ وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ بے چین دل سلطان بابا کو پکارنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ سلطان بابا کا نوری ہیولا اس کے سامنے ہے۔ وہ ادب سے ان کے قدموں میں جھک گئی۔ گڑگڑا کر بولی۔ "سلطان بابا، عزا مجھے بار بار تنگ کرتا ہے۔ میں کیا کروں؟"

سلطان بابا بولے، "صندل جو شکتی تیرے پاس ہے وہ عزا کے پاس نہیں ہے۔ تو اس سے بالکل نہ ڈر۔ وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اپنی شکتی سے بدی کا خاتمہ کر۔" یہ کہہ کر سلطان بابا نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ صندل کے دل سے عزا کا خوف ایک دم ختم ہو گای۔ چند دن بعد جب وہ درخت سے پھل توڑ رہی تھی کہ اچانک شہباز اس کے سامنے آ گیا۔ ایک لمحے کو اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ مگر پھر وہ فوراً سنبھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ شہباز کی نگاہوں میں وہی ہوس ہے جو عزا کی نظروں میں تھی۔ شہباز نے دونوں بانہیں اس کی جانب بڑھائیں۔ ایک دم سے صندل کے اندر سے ایک اور صندل نکلی اور اس صندل نے گرجدار آواز میں للکارا، "دھوکے باز تو باز نہیں آتا۔" یہ کہہ کر صندل کا عکس اس کی جانب بڑھا اور اس پر حملہ کر دیا۔ صندل کا جسم اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔ اب شہباز کی جگہ پر عزا کھڑا تھا اور صندل کا عکس اس پر تابڑتوڑ حملے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ عزا کو بھاگتے ہی بن پڑی تب صندل کا عکس دوبارہ اس کے جسم میں آ کر سما گیا۔ وہ بھگوان کی تعریف میں بھجن گاتی ہوئی سیدھی غار میں آئی اور اپنے رب کے حضور سجدے میں جھک گئی۔

ادھر شہباز صندل کے فراق میں بیقرار ہو کر اسے ڈھونڈنے لگا۔ کئی بار وہ سلطان بابا کی قبر پر گیا۔ کئی کئی گھنٹے وہاں بیٹھا رہتا کہ شاید صندل ادھر آ نکلے۔ گاؤں میں کوئی خبر چھپی نہیں رہتی۔ وہ جانتا تھا کہ جب سے جوگن کا لباس سلطان بابا نے اس کے ہاتھ سے صندل کو دلوایا تھا اسی وقت سے صندل گھر سے غائب ہے۔ وہ بار بار سلطان بابا کی قبر پر آ کر روتا۔ گڑگڑاتا۔ ان سے دل ہی دل میں سوال کرتا کہ آخر اسے صندل سے اتنا قریب لا کر اسے دور کیوں کر دیا ہے۔ دلوں کے اس سمبندھ کو آخر کیا نام دے۔ جانے وہ کس حال میں ہو گی۔ وہ تڑپ تڑپ جاتا۔ سلطان بابا کی قبر سے سر ٹکراتا۔ کبھی رو کر فریاد کرتا، "کاش میں سلطان بابا کے کہنے پر اسے جوگن کا لباس نہ دیتا۔" پھر خود ہی کہتا، "مگر سلطان

www.ksars.org

باباجب بھی دکھائی دیئے۔ اس لمحے میں اپنے ارادے سے کچھ سوچ ہی نہ سکا۔ جو انہوں نے کہا۔ وہی میرا ارادہ اور خیال بن گیا۔ مگر اب میں اسے کہاں ڈھونڈوں۔"

تین ماہ لگا تار شہباز سلطان بابا کی قبر پر حاضری دیتا رہا۔ وہ روزانہ تقریباً دن بھر وہیں رہتا۔ ایک دن تپتی دوپہر تھی۔ شہباز صندل کے عشق میں بے حال تھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر روتا جاتا اور قبر کی خاک اپنے سر پر ڈالتا جاتا۔ اسی بے قراری میں وہ قبر پر سر رکھ کر بے سدھ ہو گیا۔ بے خودی کا غلبہ چھایا۔ اسی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ قبر کے اندر اتر رہا ہے۔ نیچے بے پناہ روشنی ہے وہ روشنی میں اتر آیا۔ سامنے ہی سطان بابا کھڑے تھے وہ سلطان بابا کہہ کر ان کے قدموں میں جھک گیا اور ان کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ سلطان بابا نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا کر کھڑا کیا۔ وہ اسی بے خودی میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی نگاہ سلطان بابا پر ٹکی ہوئی تھی اتنے میں سلطان بابا کے قلب سے ایک روشنی کی شعاع نکلی اور یہ شعاع صندل کا روپ بن گئی۔ یہ روپ اس کے قریب آیا اور قریب آکر اس کے اندر سما گیا۔ اسی لمحے شہباز بے خودی سے نکل آیا۔ اس نے قبر سے اپنا سر اٹھایا۔ ایک منٹ چپ چاپ بیٹھا رہا اور خود اپنے حال پر غور کیا۔

مگر اب اس کی حالت بدل چکی تھی۔ اسے صندل کی مہک اپنے اندر سے آنے لگی۔ اس نے عقیدت سے قبر کو چوما اور مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ گھر آکر نہا دھو کر نماز پڑھی اور چپ چاپ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ نہایت تیزی سے اس کے قدم اسی جنگل کی طرف خود بخود اٹھنے لگے۔ دو دن تک وہ جنگل میں بھٹکتا رہا۔ تیسرے دن اسے سامنے سے صندل کے والد آتے دکھائی دیئے۔ وہ سمجھا والد بھی صندل کو تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے۔ صندل کے والد نے کہا، "میں جانتا ہوں تم شہباز ہو اور میری بیٹی سے محبت کرتے ہو۔ اگر تم واقعی محبت کرتے ہو تو خزانہ لا کر دو۔ میں اپنی بیٹی کو تم سے بیاہ دوں گا۔"

شہباز بولا، "خزانہ کہاں سے لاؤں؟" والد نے کہا، "میں نے سنا ہے اسی جنگل میں بہت سے دفینے زمین میں دفن ہیں۔ تلاش کرو۔"

www.ksars.org

شہباز جنگل میں دفینے تلاش کرنے کے لئے مارامارا پھرنے لگا۔ ہر تھوڑی دور اسے زمین میں خزانہ دفن دکھائی دیتا۔ ایک ہلکا سا عکس نظر آتا۔ وہ اس کی جانب لپکتا۔ لکڑی اور ہاتھوں سے زمین کھودتا۔ کچھ بھی نہ ملتا۔ اس طرح بہت سے دن گزر گئے۔

ایک دن وہ زمین کھود رہا تھا کہ عزا سامنے آ گیا۔ کہنے لگا، "میں تمہیں خزانے کا پتا بتاتا ہوں۔ تم جنگل میں فلاں مقام پر جاؤ۔ فلاں درخت کے نیچے تمہیں خزانہ مل جائے گا۔"

www.ksars.org

شیطان کا جال

شہباز کی حالت یہ تھی کہ صندل کے لئے اندھے کنویں میں بھی چھلانگ لگا سکتا تھا۔ وہ جنگل میں اسی مقام پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ آگ کا ایک الاؤ جل رہا ہے اور اس الاؤ کے ارد گرد عورتیں رقص کر رہی ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک دم خیال آیا کہ عزا شیطان ہے اور شیطان نے مجھے اپنے چنگل میں پھنسانے کا جال بچھایا ہے۔ وہ بآواز بلند قرآنی آیات پڑھنے لگا۔ پہلے تو وہ ساری عورتیں اس کی جانب لپکیں مگر قرآن کی آواز سن کر وہیں ٹھٹک گئیں اور پھر کچھ دیر بعد غائب ہو گئیں۔ شہباز نے سلطان بابا کو پکارا اور ان کی جانب دھیان لگا کر بیٹھ گیا۔ اسے سلطان بابا کی موجودگی کا احساس ہوا اور مراقبہ میں سلطان بابا اس کے سامنے آ گئے۔ سلطان بابا نے آتے ہی اسے کہا، "شیطان عزا سے بچ کر رہو۔ صندل کے والد کے روپ میں بھی عزا ہی تھا۔ وہ تمہیں اپنے چنگل میں پھنسانا چاہتا ہے۔"

شہباز بولا، "سلطان بابا، صندل میری رگ رگ میں سما چکی ہے۔ وہ میری روح، میری جان ہے۔ اب اسے میں اپنے سے الگ نہیں کر سکتا۔ مجھے صندل کا پتہ بتا دیں۔"

سلطان بابا بولے، "بالک انتظار کر۔ جوگن کا سنجوگ اسی سے ہو گا جس کا اس نے جوگ لیا ہے۔"

شہباز یہ سن کر ان کے قدموں میں جھکا۔ اسی وقت سلطان بابا غائب ہو گئے۔ مراقبہ سے نکل کر شہباز اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس کے دل سے آواز آئی اب یہی تیرا مسکن ہے۔ شہباز صندل کے تصور میں بیٹھ گیا۔ نہ اسے کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا ہوش۔ جنگل کا یہ حصہ بہت گھنا تھا۔ اسے بیٹھے ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا۔ اس ایک ہفتے میں نہ اس نے کچھ کھایا نہ پیا۔ بس دن رات صندل کے تصور میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہتا۔ اس پر بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ ایک ہفتے بعد اس کا غلبہ کم ہوا۔ تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا اس کے چاروں طرف کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ خوف سے اس کا بدن سن ہو گیا۔ اژدھے نے اپنا منہ اندر چھپا لیا۔ تب اس کے ذہن میں خیال آیا کہ اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ نے اس اژدھے کو میری حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ اتنے دن اس نے مجھے اپنے حصار میں رکھا کہ میں کسی جنگل جانور کا لقمہ نہ بن جاؤں اور میں اسی سے خوف کھا رہا ہوں۔ وہ آہستہ سے اٹھا اور چھلانگ کر اس کے حصار سے باہر آ گیا۔ اسے خود اپنی حالت پر حیرانی ہو رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہرے خواب سے جاگا ہے۔ اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ وہ کئی دن اسی حالت میں رہا ہے۔

اب پھر اسے صندل کا خیال آیا۔ کون جانتا ہے کہ وہ کس حال میں ہو گی۔ اس کے دل سے دعا نکلی کہ یا اللہ صندل کو حفاظت سے رکھنا۔ وہ تیرے باغ کا ایک نازک پھول ہے۔ اسے کانٹوں سے بچا کر رکھنا۔ اس نے دیکھا کہ درختوں کی چوٹی پر شاخوں سے ایک خوبصورت جال بنا ہوا ہے۔ وہ دیکھتا رہ گیا۔ واہ کیا شان خداوندی ہے۔ اس کے دل نے داد دی۔ ابھی وہ اوپر دیکھ ہی رہا تھا کہ نہایت ہی تیزی کے ساتھ ایک لچکتی ہوئی ڈالی نیچے آئی اور شہباز کی کمر کے گرد لپٹ گئی۔ پھر جس تیزی سے اوپر سے نیچے آئی تھی اسی تیزی سے اوپر درخت کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ آناً فاناً شہباز بھی ڈالیوں کے حلقوں میں پہنچ گیا۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ حلقوں سے اسے کچھ سرگوشی کی سی آواز آئی اور حلقے تنگ ہونے لگے۔ شہباز گھبرا گیا اور بیساختہ پکار اٹھا، "سلطان بابا۔"

سلطان بابا کا نام لیتے ہی شہباز کے گرد درخت کی شاخوں کے حلقے سکڑنے بند ہو گئے اور نہایت تیزی کے ساتھ پھر اسی طرح ڈالی کے ذریعے زمین پر اتر آیا۔ جیسے وہ زمین پر آیا سلطان بابا سامنے کھڑے تھے۔ وہ شہباز کا ہاتھ پکڑ کر ان درختوں کے جھرمٹ سے دور لے گئے۔ شہباز نے سلطان بابا کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان بابا بولے، "بالک بیٹھ جا!" ان کے یہ کہتے ہی شہباز کی پوری توجہ سلطان بابا کی جانب ہو گئی۔ وہ فوراً بیٹھ گیا اور پوری توجہ سے سلطان بابا کی بات سننے لگا۔

سلطان بابا بولے، "بالک غور سے سن، یہ جنگل خیالات کا تانا بانا ہے۔" سلطان بابا کی آواز شہباز کو اپنے حواس کی گہرائی میں اترتی محسوس ہوئی۔ درخت کی چوٹی پر بننے والے تانے بانے اللہ کے مخصوص بندوں کے ہیں۔ انہیں اپنے معاملات میں کسی اجنبی کی مداخلت قبول نہیں ہے۔ ورنہ وہ اس کی جسمانی ساخت کو ختم کر دیتے ہیں۔ تم

www.ksars.org

خیالات کے عالم کو دیکھ چکے ہو۔ ہر ڈیزائن خیالات کے معنی و مفہوم کا ایک خاکہ ہے۔ تمہیں اس جنگل میں محتاط رہ کر گھومنا ہے۔" یہ کہہ کر سلطان بابا نے شہباز کی آنکھوں میں غور سے دیکھا۔ سلطان بابا کی آنکھوں سے روشنی کی لہریں نکل کر شہباز کی آنکھوں میں داخل ہو گئیں اور سلطان بابا دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔

ان کے غائب ہونے پر شہباز اس کیفیت سے نکل آیا۔ اس نے جنگل پر ایک نظر ڈالی۔ اس نے محسوس کیا کہ اب اس کی نظر پہلے سے زیادہ صاف اور دور تک دیکھ سکتی ہے۔ اب اس کے کانوں میں سرگوشیوں کی آوازیں بھی زیادہ صاف آنے لگیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور نہایت محتاط انداز سے جنگل کی سیر کو روانہ ہوا۔ ڈالیوں سے بنے ہر ڈیزائن کو وہ غور سے دیکھتا رہا مگر سلطان بابا کی ہدایت کے مطابق انہیں چھیڑنے کی کوشش نہ کرتا۔ وہ سارا دن جنگل میں گھومتا رہتا اور رات کو کسی درخت کے نیچے پڑ کر سو رہتا۔ اس نے محسوس کیا کہ یہاں اگر تھوڑی سی بھی آنکھ لگ جاتی تو یوں لگتا جیسے بہت دن گزر گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں بھوک پیاس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر وقت یہی خیال رہتا ہے جیسے روزہ رکھا ہے۔ مگر جسم کی توانائی کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی سلطان بابا کی نورانی شبیہ اسے اپنے اندر دکھائی دی۔ وہ جان گیا کہ سلطان بابا کی روشنیاں اس کی توانائی بن کر کام کر رہی ہیں۔ اس کا دل مرتبہ احسان سے لبریز ہو گیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی صندل کی یاد نے اس کے اندر ہلچل مچا دی۔

رات کا وقت تھا۔ جنگل میں عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کہیں سے سرگوشی کی کوئی آواز تک نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے سارا جنگل سو رہا ہے۔ ویسے بھی اس جنگل میں سوائے درختوں کے کچھ اور تھا بھی نہیں۔ نہ پرندے، نہ جانور جو شور مچاتے۔ اس سندھیری رات میں ہو کے عالم میں شہباز کے اندر صندل کی یادوں کا ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ اس کے اندر صندل کا نام ایک پکار ایک چیخ بن کر گونجنے لگا۔ جتنا وہ اپنے دل کو سمجھاتا اتنا ہی اس کی چیخ بڑھتی جاتی۔ اس کے اوپر ایک وحشت سی طاری ہو گئی۔ وحشت کی نگاہ گھپ اندھیرے میں صندل کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ جدھر دیکھتا صندل کا ایک رنگین جلوہ فضا میں لہراتا دکھائی دیتا۔ وہ دیوانہ وار اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ان روشنیوں کے جلوؤں کے ساتھ ساتھ جنگل میں سرگوشیاں ابھرنے لگیں۔ آہستہ آہستہ ہر درخت اس سرگوشی میں شامل ہو گیا۔ شہباز عشق کی وحشت میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر جسم کا ہر رواں زبان بن کر صندل کو پکار رہا تھا۔ جنگل کی سرگوشیاں بڑھنے لگیں۔ وہ نام جس کی ادائیگی پر

www.ksars.org

شہباز کے لب خاموش تھے، وہ نام جنگل کی ہر سرگوشی کا عنوان بن گیا تھا۔ ہر طرف سے صندل صندل کی صدائیں آنے لگیں۔ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اپنی وحشت میں گم ہو گیا۔ اس کی کھلی آنکھیں اندھیرے پر جمی ہوئی تھیں۔ درختوں کی شاخوں سے پہلے سرگوشی ابھرتی۔ پھر یہ سرگوشی صندل صندل پکارتی سنائی دیتی۔ اور پھر اندھیرے میں گم ہو جاتی۔ شہباز کی ساری رات اسی عالم میں گزر گئی۔ دن کے اجالے کے ساتھ ہی عشق کے تمام جلوے روپوش ہو گئے۔ شہباز کی نگاہیں اب بھی فضا میں تک رہی تھیں۔ اتنے میں سلطان بابا سامنے آ گئے۔ انہوں نے پیار بھری آواز میں صدا دی، "شہباز"۔ شہباز اسی طرح فضا میں گھورتے ہوئے بولا، "صندل۔" اس لمحے میں شہباز کے لئے صندل کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سلطان بابا کی آواز بھی اسے صندل کی آواز لگی۔ سلطان بابا اس کے سامنے کھڑے تھے۔ مگر اس کی نگاہیں تو خلاء پر لگی ہوئی تھیں۔ اب کے سلطان بابا اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس کے کان میں دھیمی آواز میں بولے، "شہباز یہی وہ لمحہ ہے جب دل رمز عشق سے آشنا ہو تا ہے۔ تم جانتے ہو رمز عشق کیا ہے؟"

www.ksars.org

رمز عشق کیا ہے؟

شہباز کے بدن میں کوئی جنبش نہ تھی۔ وہ بالکل ساکت بیٹھا فضا میں گھور رہا تھا۔ سلطان بابا کی آواز اسے اپنے اندر گہرائی سے آتی سنائی دی۔ سلطان بابا نے پھر سوال کیا۔ ”تم جانتے ہو رمز عشق کیا ہے؟“ شہباز کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی۔ وہ خلاء میں گھورتے ہوئے بولا۔ ”صندل“۔ سلطان بابا بولے، ”رمز عشق وہ لمحہ ہے جس میں محبوب کا تصور رنگین ہو کر نگاہ کے سامنے آ جاتا ہے۔“ اگلے ہی لمحے سلطان بابا اس کے سامنے آ گئے۔ اور ان کے اندر سے ایک فلیش لائٹ چمکی۔ شہباز نے پلک جھپکی اور ایک دم صندل کہہ کر سلطان بابا کے گلے لگ گیا۔ سلطان بابا نے اس کے سر پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو پھر اسے ہوش آیا۔ وہ سلطان بابا کہہ کر ان کے قدموں میں گر گیا۔ سلطان بابا نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا۔

ادھر صندل سلطان بابا کے حکم پر اس دلدل میں اپنے رب کے دھیان میں بیٹھی رہی۔ کئی ہفتے اسی حالت میں گزر گئے۔ اسے اپنے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ مسلسل استغراق میں تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پلکوں میں بھی کوئی جنبش نہ تھی۔ اس کی کھلی آنکھیں خلاء پر تکی ہوئی تھیں۔ گو جسم بے حس و حرکت تھا مگر دماغ اپنی پوری اسپیڈ پر کام کر رہا تھا۔ آسمان پر ہر تھوڑی دیر بعد بجلی سی چمکتی اور اس کی روشنی صندل کے دماغ میں اتر جاتی۔ کئی ہفتے یہی صورتحال رہی۔

ایک دن آسمان پر بجلی چمکی اور اس کی روشنی میں ایک سنہری پروں والا فرشتہ اتر کر صندل کے روبرو آن کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے پروں سے صندل کو چھوا۔ اس کے چھوتے ہی صندل فوراً ہی استغراقی کیفیت سے نکل آئی۔ فرشتے نے جھک کر صندل کو سلام کیا۔ کہنے لگا۔ ”صندل دیوی، آپ کے رب نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔“

www.ksars.org

صندل یہ سنتے ہی سجدے میں جھک گئی۔ "اے میرے رب تو ہی میرا سب کچھ ہے۔" یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر سجدے سے اٹھایا۔ تو فرشتہ وہاں نہ تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ تنہائی کا احساس دل کے کسی کونے میں پڑا سانس لے رہا تھا۔ اس کے دل نے کہا نہ جانے میں کب سے یہاں ہوں شاید ایک دن یا کیا پتہ دو دن ہو چکے ہیں۔ سلطان بابا کہاں ہیں؟ شہباز کہاں ہے؟ یہ خیال آتے ہی سلطان بابا سامنے آ گئے۔ صندل نے جھک کر انہیں ادب سے پرنام کیا۔ صندل بولی۔ "سلطان بابا، مجھے لگتا ہے جیسے میں بہت دیر سے استغراق میں تھی۔ ایک سنہری فرشتے نے آ کر مجھے اپنا پر مار کر جگایا اور اس نے کہا کہ میرے رب نے مجھے سلام بھیجا ہے۔"

سلطان بابا یہ سن کر خوش ہوئے۔ صندل کی پیشانی چوم کر بولے۔ "بیٹی، تو خوش نصیب ہے۔ اللہ تجھ سے راضی ہے۔" صندل بولی، "سلطان بابا شہباز کہاں ہے؟" سلطان بابا نے صندل کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "صندل اب شہباز کا خیال دل سے نکال دے۔ تو جوگن ہے، اپنے رب کی جوگن۔"

صندل بولی، "سلطان بابا عشق حقیقی کیا ہے؟" سلطان بابا نے زمین سے مٹی کا ایک ذرہ اٹھایا۔ یہ نہایت ہی باریک ذرہ تھا۔ اسے اٹھا کر صندل کی داہنی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ بولے، "اسی ذرے پر نظر جما دے۔ تجھے تیرے سوال کا جواب مل جائے گا۔"

صندل ذرے کو دیکھنے لگی۔ ذرہ آہستہ آہستہ بڑا ہونے لگا اور بڑا ہوتے ہوتے ایک سرنگ کی صورت بن گیا۔ صندل کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ اس کی نظر مٹی کے ایک ذرے پر جمی ہوئی ہے۔ وہ محسوس کرنے لگی جیسے وہ سرنگ میں داخل ہو رہی ہے۔ سرنگ میں گہرا اندھیرا تھا۔ اتنا اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دیتا تھا۔ اس اندھیرے میں اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ہستی اسے نہایت ہی محبت کے ساتھ تھامے ہوئے ہے اور آہستہ آہستہ سرنگ میں لئے جا رہی ہے۔ اس ہستی کی مضبوط بانہوں میں اس قدر تحفظ تھا کہ صندل نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔ ویسے بھی کیا دکھائی دے سکتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اس نادیدہ ہستی کے سپرد کر دیا۔ اسے اپنے

www.ksars.org

پورے وجود پر اس کے لمس کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا کسی نہایت ہی شفیق و مہربان ہستی نے مجھے ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ اس اندھیرے میں اس ہستی کا وجود میرے لئے کتنی بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ مجھے نہ سنبھالتی تو نہ جانے کیا حشر ہوتا۔ گھپ اندھیرے میں انجان راستے پر میرے دل کا مسافر اس کے بغیر کیسے قدم بڑھاتا۔ تشکر کے جذبے نے اس کے وجود کے ایک ایک لمس کو ایک ایک حس عطا کر دی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ ہزاروں ہاتھوں سے اپنے محسن کو ٹٹول ٹٹول کر پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے اندر جستجو کے ساتھ ساتھ اپنے محسن کو پہچاننے کی خواہش ابھرنے لگی۔ یہ تقاضہ بڑھتے بڑھتے دل کی لگن بن گیا۔ وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ اس کا میرے ساتھ کیا سمبندھ ہے؟ ہر احساس ایک سوال بن کر اپنے حواس کی تشریح طلب کرنے لگا۔ فکر میں گہرائی بڑھتی چلی گئی۔ احساس میں رنگینی پیدا ہو گئی۔ اندھیرے میں رنگ کھلنے لگے۔ بند آنکھوں کے سیاہ سمندر میں سب سے پہلے سرخ رنگ کی ایک بوند گری۔ دل دھڑک اٹھا۔ ادھک دھک کی صدا سرخ حجاب میں لپٹے ہوئے محبوب کے نام کا ورد کرنے لگی۔ دل نے اپنے محبوب کو پہچان لیا۔ رخِ زیبا سے آہستہ آہستہ حجاب ہٹنے لگا۔ عشق کا ایک نام ہزاروں جلوؤں کے ساتھ خود اپنی نگاہ میں جلوہ گر ہو گیا۔ صندل کی ہتھیلی پر مٹی کا سیاہ ذرہ سونے میں تبدیل ہو گیا۔ صندل نے پلک جھپکائی۔ پھر غور سے ذرے کو دیکھا۔ پھر آنکھیں جھپکائیں۔ پھر دیکھا اور سلطان بابا سے مخاطب ہوئی۔ "سلطان بابا عشق تو بھگوان ہے۔"

سلطان بابا گہری آواز میں آہستہ آہستہ بولے، "عشق بھگوان ہے۔ عشق اللہ ہے۔ اللہ کی کوئی صورت نہیں۔ وہ ہر صورت میں جلوہ گر ہے۔"

صندل بولی۔ "صورت کیا ہے؟"

سلطان بابا بولے، "کائنات کی ہر صورت روح کا ادراک ہے۔" پھر سلطان بابا نے کہا، "صندل اس ذرے کو غور سے دیکھ، تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟" صندل کی نگاہ زرد چمکتے ہوئے ذرے میں دیکھنے لگی۔ وہ بولی، "سلطان بابا، میں ایک گنبد دیکھتی ہوں۔ اس گنبد میں اندھیرا ہے۔"

www.ksars.org

سلطان بابا بولے، ”تو کہاں ہے؟“صندل کی آنکھوں میں تجسس ابھرنے لگا۔ وہ ذرے پر اسی طرح نظریں جمانے ہوئے کہنے لگی۔ ”میں کہاں ہوں؟ سلطان بابا اندھیرے میں مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔“

ابھی وہ یہ کہہ ہی رہی تھی کہ گنبد کے اوپر کا حصہ کھلا۔ ایک کھڑکی کھلی اور اس کے اندر سے ایک بڑی سی شعاع گنبد کے اندر داخل ہوئی۔ یہ شعاع اس کے سر کے اندر اتر گئی۔

سلطان بابا نے پھر پوچھا۔ ”صندل تیری نظر اب ذرے میں کیا دیکھتی ہے؟“

صندل بولی۔ ”سلطان بابا، گنبد کے اوپر کا حصہ کھل گیا ہے۔ اس کے اندر سے ایک بڑی سی شعاع میرے سر کے اندر اتر گئی ہے۔“

سلطان بابا بولے، ”کیا تو گنبد کے اندر ہے؟“

صندل نے قدرے توقف کے ساتھ کہا، ”میں اپنے آپ کو گنبد کے اندر نہیں دیکھ رہی۔“

سلطان بابا بولے، ”پھر تو نے کیسے یہ کہا کہ شعاع تیرے سر میں داخل ہو گئی؟“

صندل بولی، ”مجھے معلوم ہے کہ یہ شعاع میرے سر کے اندر داخل ہوئی ہے۔“

سلطان بابا نے پوچھا۔ ”اس شعاع میں کیا ہے؟“ جیسے ہی سلطان بابا نے یہ سوال کیا، یہ شعاع صندل کے اندر سے پاؤں تک پھیل گئی۔

صندل فوراً بولی۔ ”اس شعاع میں میری نظر ساری کائنات کو دیکھتی ہے۔ میں اس شعاع میں کائنات کی دوسری اشیاء کے ساتھ نیچے اترتی چلی آ رہی ہوں۔“

سلطان بابا بولے، ”کائنات کہاں ہے؟“

www.ksars.org

صندل بولی، "شعاع کے اندر۔"

سلطان بابانے پوچھا۔ "شعاع کہاں ہے؟"

صندل بولی، "گنبد میں۔"

وہ بولے، "گنبد کہاں ہے؟"

صندل بولی، "یہ نظر کا ٹارگٹ ہے۔ اس نقطے میں نظر اپنے ارادے کا عکس دیکھتی ہے۔ کائنات اللہ کی نظر میں ہے۔ اللہ کی نظر اپنی لامحدودیت میں جس مقام پر ٹھہر جاتی ہے وہیں اس کے ارادے کے نقوش کائنات کی اشیاء بن کر نمودار ہو جاتے ہیں۔" صندل بولی، "سلطان بابا انسان کیا ہے؟"

سلطان بابا نے فرمایا۔ "انسان اس نقطے کا شعور ہے۔ جس نقطے میں اللہ کی نظر کائنات کا مشاہدہ کرتی ہے۔"

سلطان بابا کی آواز صندل کے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے پوچھا۔ "سلطان بابا، دل کیا ہے؟"

سلطان بابانے فرمایا۔ "دل اللہ کی نگاہ کا مرکز ہے۔ مرکز سے نظر کی روشنی پوری کائنات میں پھیلی ہے۔ یہ مرکز اللہ کا گھر ہے۔"

صندل بولی، "سلطان بابا، میں اللہ کا گھر دیکھ سکتی ہوں؟"

سلطان بابانے بڑی شفقت سے فرمایا۔ "صندل تو اللہ کا گھر ضرور دیکھے گی۔ ضرور دیکھے گی۔ وقت آئے گا۔ وہ وقت ضرور آئے گا۔" یہ کہہ کر سلطان بابا غائب ہو گئے۔

www.ksars.org

صندل اپنے رب کے نام کی مالا جپنے لگی۔ دن گزرتے رہے۔ ایک دن سلطان بابا صندل کے پاس آئے کہنے لگے۔ "تو جانتی ہے تجھے یہاں آئے ہوئے کتنے دن ہو گئے؟" صندل نے لاعلمی کا اظہار کیا تو فرمایا۔ "تجھے یہاں آئے ہوئے دو سال گزر چکے ہیں۔ اب تیرے باہر نکلنے کا وقت آ گیا ہے۔"

صندل بولی، "مہاراج مجھے کہاں جانا ہو گا؟" سلطان بابا نے کہا۔ "تجھے اپنے گھر جانا ہو گا۔" گھر کا نام سن کر صندل کا دل ایک دم دھڑک اٹھا۔ انجانے خوف کی ایک لہر اس کے اندر سے گزر گئی۔ سلطان بابا کہنے لگے۔ "شہباز بھی تیرے ساتھ ہی جائے گا۔" اتنے دنوں میں پہلی مرتبہ سلطان بابا نے شہباز کا نام لیا تھا۔ شہباز کا نام سن کر اس کے اندر کا خوف ایک لطیف احساس میں بدل گیا۔ سلطان بابا بولے۔ "صندل تیرے اور شہباز کے بیچ اس دنیا میں نفس کا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ تم دونوں پہلے کی طرح ایک دوسرے سے اجنبی بن کر رہو گے۔" پھر سلطان بابا نے صندل کو جوگن کا نیا لباس دیا۔ وہ بولے، "سامنے دریا میں اشنان کر کے یہ جوڑا پہن لے۔" صندل نے نظر اٹھا کے دیکھا تو دلدل کی بجائے وہاں شفاف پانی کا ایک دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ خوش خوش اٹھی۔ دریا پر نہا دھو کر نیا لباس پہنا۔ دریا سے نکلی تو سارا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ دلدل اور مٹی کی جگہ ہر طرف سبزہ اور پھول کھلے تھے۔

وہ کھڑی چاروں طرف دیکھ رہی تھی کہ درختوں کے درمیان سے شہباز آتا دکھائی دیا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ اسی وقت سلطان بابا اس کے برابر آن کھڑے ہوئے۔ اتنے میں شہباز بھی پاس آ گیا۔ سلطان بابا کے ہاتھ میں صندل کی ایک چھوٹی سی پیالی تھی۔ اس کے اندر صندل کا عطر تھا۔ سلطان بابا نے صندل کے ماتھے پر اس عطر میں انگلی ڈبو کر الف کی طرح ایک لکیر کھینچ دی۔ اور خوب ساری دعائیں دیں۔ پھر شہباز کی پیشانی پر بھی اس طرح عطر سے لکیر کھینچی اور اسے بھی بہت ساری دعائیں دیں۔ پھر دونوں کا ہاتھ پکڑ کر آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ دونوں نے جھک کر قدم بوسی کی اور بابا کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اگلے ہی لمحے انہیں احساس ہوا کہ سلطان بابا ان کے پاس نہیں ہیں۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو سلطان بابا کی قبر پر پایا۔ دونوں تعظیماً قبر پر جھک گئے اور اپنے نئے سفر کے لئے کامیابی کی دعائیں مانگیں۔

www.ksars.org

صندل نے چاروں طرف دیکھا۔ گاؤں کی مانوس فضا اسے دعوت دے رہی تھی۔ ماں باپ کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آگیا۔ تقریباً دو سال بعد وہ مجھے یوں اچانک دیکھ کر کیا خیال کرینگے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ بھگوان مجھے شکتی دینا۔ چلنے سے پہلے اس نے شہباز کو دیکھا۔ اسے اس کے چہرے پر بھی انہی خیالات کی جھلکیاں دکھائی دیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ صندل نے اوڑھنی اپنے چہرے پر ڈال لی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ گھر والوں سے پہلے گاؤں کے لوگ اسے پہچانیں۔ راہ میں اِکادُکا لوگ چل پھر رہے تھے۔ وہ اس پر اچٹتی نگاہ ڈال کر گزر گئے۔ اور اس طرح وہ اپنے گھر تک پہنچ گئی۔

گھر کا دروازہ سامنے آگیا۔ صندل نے اوڑھنی کی آڑ سے اپنے گھر کے دروازے کو اچھی طرح دیکھا۔ اس کے دل میں ایک کسک اٹھی۔ ٹھنڈی سانس کی لہر نے سینے کے جذبات کو ٹھنڈا کر دیا۔ دل کہنے لگا۔ ”اے پربھو، اے پربھو گھر بھی وہی ہے دروازہ بھی وہی ہے۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا۔ مگر شاید میں ہی بدل گئی ہوں۔ پہلے یہ کسک گھر کے دروازے کو دیکھ کر کبھی نہیں اٹھتی تھی۔ اے پربھو، میں نے انجانے میں اگر کسی کا دل دکھایا ہو تو مجھے معاف کر دینا۔“ پھر اس نے دروازے پر دستک دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ دروازہ چھوا مگر کھٹکھٹانے کی ہمت نہ ہوئی۔ خیال آیا، دروازہ کون کھولے گا؟ وہ مجھے اس لباس میں پہچانیں گے یا نہیں؟ مگر پھر اگلے ہی لمحے ایک نیا عزم حرکت کی لہر بن کر اس کے اندر دوڑ گیا۔ اس نے زور سے دروازے پر دستک دی۔

دو تین منٹ بعد کسی کے کنڈی کھولنے کی آواز آئی۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ دروازہ کھلا۔ ٹھاکر صاحب سامنے کھڑے تھے۔ اس نے اوڑھنی چہرے سے پوری طرح ہٹا دی۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتے ہوئے بولی، ”باپو، میں صندل ہوں۔“ ٹھاکر صاحب کے منہ سے چیخ نما آواز نکلی جو ان کی حیرت کی پوری طرح غمازی کر رہا تھی۔ ”صندل۔“

www.ksars.org

باپو کے لبوں سے اپنا نام سن کر گویا صندل کے اندر دریا کا بند ٹوٹ گیا۔ وہ باپو کہہ کر ان کے قدموں میں گر گئی۔ ٹھاکر صاحب نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا۔ ابھی تک انہیں اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے بازوؤں سے صندل کو پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر نہایت غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کی تھوڑی کا تل انہیں دیوی کے ماتھے کا تلک بن کر جھلملاتا دکھائی دیا۔ کچھ دیر وہ یونہی ہکا بکا کھڑے اسے گھورتے رہے۔ آنسوؤں کی لڑیاں صندل کے رخساروں کو بھگوتی رہیں۔ پھر انہوں نے صندل میری بیٹی، میری صندل کہہ کر اسے سینے سے لگالیا اور پھر وہ اپنے آنسو نہ روک سکے۔ اسے اپنے بازوؤں میں سنبھالتے ہوئے اندر چند قدم آگے بڑھے اور زور زور سے سب کو پکارا۔ ارے صندل کی ماں، ذرا ادھر تو آؤ، دیکھو کون آیا ہے۔ مالا...... کاجل...... وہ ایک آواز میں سب کے نام لے کر پکارے جارہے تھے۔

آواز سن کر سارا گھر دوڑا چلا آیا۔ کہ جانے کون آیا ہے جو ٹھاکر صاحب اتنے جوش و خروش کے ساتھ آوازیں دے رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ وہ صندل کو لئے صحن کی جانب بڑھتے رہے۔ اتنے میں سب لوگ کمروں سے نکل کر صحن میں آگئے۔ چودھرائن آگے بڑھی تو ٹھاکر صاحب نے خوشی کے بے پناہ جذبات کے ساتھ کہا، "بیگم، صندل آئی ہے۔"

"صندل؟" چودھرائن کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ساتھ سارا گھر بھی صندل صندل کی آواز سے گونج اٹھا۔ صندل پرنام کرتی ہوئی ماں کے قدموں میں گر گئی۔ ماں نے اسے گلے سے لگایا۔ دونوں طرف ساون بھادوں کا ساسماں تھا۔ طبیعت کا غبار ہلکا ہوا تو اس نے سب کی طرف نظر کی۔ بھائی، بھاوجیں، بچے سارا گھر بھرا ہوا تھا۔ وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ باری باری سب سے ملی۔ سب لوگ صحن میں بچھے تخت اور چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ سب کی آنکھوں میں ایک ہی سوال جھلک رہا تھا۔ "صندل تو اتنے دن کہاں غائب رہی؟" آخر یہ سوال چودھرائن کے لبوں تک آ ہی گیا۔ انہوں نے صندل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "صندل تو اتنے دن کہاں غائب رہی؟ تو جوگن کیسے بن گئی؟" صندل سر جھکائے بولی، "ماں، یہ ایک لمبی کہانی ہے۔" ٹھاکر صاحب نے بیٹی کے جذبات سمجھتے ہوئے اس نازک مسئلے کو فوراً ہی چھیڑنا مناسب نہ سمجھا جلدی سے بولے۔ "اری بھاگوان، صندل کے لئے کچھ کھانے کو منگوا۔ باتیں

www.ksars.org

کرنے کے لئے بہت وقت پڑا ہے۔"صندل نے موقع غنیمت جانا۔ خوش دلی سے بولی۔"ماں مجھے بھوک لگی ہے۔"چودھرائن مالا کاجل سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔"مالا، کاجل ذرا تھالی پروس دے۔مالا کاجل چپ چاپ اٹھیں اور رسوئی گھر میں چل دیں۔

صندل نے ہاتھ دھوئے۔ اتنے میں کھانا آ گیا۔ وہ کھانا کھاتی جاتی اور ساتھ ساتھ بچوں کے منہ میں نوالے ڈالتی جاتی۔ خادم ایک جانب ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے سے خوشیاں پھوٹ رہی تھیں۔ کہنے لگا۔"چھوٹی بی بی، آپ کے بغیر یہ گھر سونا ہو گیا تھا۔"ایک دو گھنٹے سب کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کرنے کے بعد ماں بولی،"صندل کمرے میں چل کر ذرا آرام کر لے۔"دراصل یہ ایک بہانہ تھا صندل کو سب کے بیچ سے اٹھانے کا۔صندل اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اتنی دیر میں خادم نے اس کے کمرے کو پہلے کی طرح سیٹ کر دیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ٹھاکر صاحب اور چودھرائن بھی آ گئے۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تا کہ آرام سے بیٹی سے باتیں کر سکیں۔ چودھرائن بولی،"صندل تجھے ان دو سالوں کا حساب دینا ہے۔ یہ بتا تو اتنے دن کہاں تھی؟ تیرے باپو نے تجھے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا؟"چودھرائن ذرا تیز ہو کر بولی،"آخر تو اتنے دن کہاں تھی اور پھر اتنے دنوں بعد یوں اچانک کہاں سے آ گئی؟"ہمیں سچ سچ بتا دے۔ آخر گاؤں والوں کو بھی تو ہمیں کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑے گا۔

www.ksars.org

میں جوگن ہوں

صندل دھیمے لہجے میں بولی، ”ماں، میں نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ میں نے جنگل میں تپسیا کی ہے ماں، میں جوگن ہوں۔“ پھر وہ ٹھاکر صاحب کی جانب دیکھ کر بولی، ”باپو، سلطان بابا کہتے ہیں کہ بھگوان نے مجھے اپنے کام کے لئے چن لیا ہے۔ باپو میرے ساتھ تو بچپن ہی سے عجیب عجیب سی باتیں ہوتی آئی ہیں۔ پہلے میں انہیں اچھی طرح سمجھتی نہیں تھی مگر اب میں سب کچھ اچھی طرح سمجھتی ہوں، باپو جب میں گھر میں تھی تو ہر رات کو مجھے عالم جنات جانا ہوتا تھا۔ باپو میرے ساتھ وہاں کیا کیا گزری، میں سب کچھ آپ کو آہستہ آہستہ بتاؤں گی۔“ پھر وہ سر جھکا کے بڑی عاجزی سے بولی، ”باپو، آپ تو مجھے جانتے ہو میں گھر چھوڑ کر ہرگز بھی نہ جاتی اگر آپ لوگ میری شادی کی تیاری نہ کرتے۔ ماں میں نے تو پہلے ہی منع کیا تھا۔“ ماں بولی، ”مگر تو راتوں رات کس کے گھر گئی تھی؟“ صندل بولی، ”ماں میں یہی تو کہہ رہی ہوں کہ میں کسی کے گھر نہیں گئی تھی نہ کسی کے ساتھ گئی تھی۔ مجھے تو سلطان بابا جنگل میں لے گئے تھے۔ وہاں ایک پہاڑ کے غار میں بہت عرصے تک رہی۔“

ٹھاکر صاحب بولے، ”صندل ایسا نہیں کہ ہمیں تیرے اوپر اعتبار نہیں ہے مگر میں نے اور خادم نے تو جنگل کا کونہ کونہ چھان لیا، تیرا کہیں نشان نہ ملا تو کس جنگل کی بات کر رہی ہے؟“

صندل بولی، ”باپو، وہ کون سا جنگل تھا، میں کیا جانوں۔ اس جنگل کے سوا میں نے اور کوئی جنگل دیکھا ہی کب ہے؟“

ماں بولی، ”جنگل میں تجھے ڈر نہیں لگا؟“ صندل نے کہا، ”سلطان بابا نے مجھے حصار باندھ کر بیٹھنے کو کہا تھا حصار کے اندر کوئی نہیں آسکتا۔“

ٹھاکر صاحب بولے۔ ”اس جنگل میں تو شیر اور درندے بھی ہوں گے؟“

www.ksars.org

صندل بولی۔ ”باپو شیر اور درندے تو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ البتہ ہرن ضرور تھے۔ اس کے علاوہ جنات مجھے تنگ کرنے آتے تھے۔ مگر بھگوان کی کرپا سے اور سلطان بابا کی مدد سے وہ کبھی نقصان نہ پہنچا سکے۔ جنگل میں کافی عرصہ رہنے کے بعد سلطان بابا مجھے دریا کے اندر لے گئے۔“ چودھرائن حیرت سے بولی، ”دریا کے اندر تو ڈوبی نہیں۔ تجھے تو تیرنا بھی نہیں آتا۔“

صندل مسکرا کر بولی، ”نہیں ماں، میں کیسے ڈوبتی، سلطان بابا جو ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور جب میں نے اس دریا میں پاؤں رکھا تو ایک خشک راستہ بن گیا۔ آگے آگے سلطان بابا اس راستے پر چل رہے تھے۔ پیچھے پیچھے میں تھی۔ بیچ میں جا کر اس راستے پر نیچے جانے کی سیڑھیاں تھیں۔ ہم نیچے اترے تو وہاں پوری ایک دنیا آباد تھی۔ ماں وہاں پر ایک مقام پر مٹی اور دلدل کے سوا کچھ نہ تھا۔ نہ کوئی آدم نہ آدم زاد۔ وہاں سلطان بابا نے مجھے بٹھا دیا۔ اور اب میں وہیں سے یہاں آ رہی ہوں۔“

ٹھاکر صاحب غور سے صندل کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے چہرے پر فکر کی علامتیں تھیں۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ ”صندل تیری پیدائش کے ساتھ ایک عجیب واقعہ وابستہ ہے۔“ صندل بولی، ”کس کا باپو؟“

ٹھاکر صاحب بولے، ”کندن کی چھٹی کے روز ایک ملنگ بابا آئے تھے۔ انہوں نے اس حویلی کے کاغذات دے کر کہا کہ یہ حویلی تمہاری ہے۔ اس کاغذات پر میرے پتا جی کے دستخط تھے۔ جب میں اس حویلی کو دیکھنے آیا تو اس کے صندل دیوی والے کمرے میں ایک بڑا سا بت تھا۔ اس کے قدموں میں پوجا کا تھال تھا اس کے پاس ہی فرش پر ایک بڑھیا عورت بستر مرگ پر تھی۔ وہیں ملنگ بابا بھی تھے۔ بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ یہ صندل دیوی ہے مجھے پوجا کی تھالی سے بتاشہ کھلایا اور کہا کہ صندل دیوی نے تیرے گھر جنم لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ صندل دیوی کا جنم اسی گھر میں ہو گا۔ دیوی کا بت ہو بہو تیری صورت کا تھا۔ اس کی ٹھوڑی پر بالکل تیری طرح کا تل تھا۔ بڑھیا میرے سامنے ہی پرلوک سدھار گئی اس کا جسم بھی دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔ مگر سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ تیری پیدائش تک میں نے یہ کمرہ بند رکھا۔ جب تو پیدا ہوئی تیری شکل دیکھ کر مجھے بڑھیا کی بات یاد آ گئی کہ صندل دیوی نے تیرے گھر جنم لینے

www.ksars.org

کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جب تیری ماں کو اس کمرے میں لے کر آیا تو اس وقت تو سوا مہینے کی تھی۔ جس وقت سے بڑھیا کا انتقال ہوا تھا اس کے بعد پہلی مرتبہ یہ کمرہ کھولا گیا تھا۔ جب میں نے دیکھا وہاں سے تیرا ہم شکل صندل دیوی کا بت اور پوجا کا تھال غائب تھا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ سوائے اس کبوتروں والی تصویر کے۔ پھر اس کے بعد بھی ملنگ بابا ملے تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ تو صندل دیوی ہے تجھے پرماتما نے چن لیا ہے۔ بیٹی ہم تو شروع سے ہی تیری زندگی دیکھ رہے ہیں ہمیں پورا یقین ہے کہ تو دیوی کا اوتار ہے اب ہم تجھ سے شادی کا نہیں کہیں گے مگر ہمیں بتا کہ اب تجھے کیا کرنا ہے؟ تیرے آنے کی خبر آناً فاناً گاؤں میں پھیل جائے گی اگر لوگ تیرے بارے میں پوچھیں گے تو ان سے کیا کہنا ہے؟"

صندل بولی، "پتا جی، یہ مجھ پر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے بات کروں گی۔ بس مجھے آپ دونوں کا آشیرباد چاہئے۔ میں نے آپ کو بہت دکھ پہنچائے ہیں، میں اس کے لئے معافی مانگتی ہوں۔" وہ اپنے ماتا پتا کے چرنوں میں جھک گئی انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر آشیرباد دی۔

دوسرے دن صبح تڑکے اس کی آنکھ کھلی وہ سیدھی صندل دیوی والے کمرے میں پہنچی سجدہ کیا اور اپنے رب کے دھیان میں بیٹھ گئی۔ مراقبہ ختم کرنے سے پہلے اس نے ایک لمحے کے لئے روشنی کے جھماکے کی صورت میں دیکھا کہ خادم گھر گھر اس کے آنے خوشی میں لڈو بانٹ رہا ہے۔ اور جوق در جوق لوگ اس کو دیکھنے آ رہے ہیں۔ صندل نے اس کو رب کی جانب سے ایک اطلاع جان کر ماں سے لڈو منگوانے کو کہا۔ صبح صبح خادم کے ہاتھ سب کے گھر لڈو بنوا دیئے اور اس سے کہہ دیا کہ صندل کے آنے کی خوشخبری ہر گھر میں دے دے۔

ابھی خادم گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ اڑوس پڑوس سے عورتیں آنا شروع ہو گئیں۔ مالا نے انہیں صحن میں بٹھایا۔ مالا کا چہرہ دیکھتے ہی ایک عورت زور سے لعن طعن کے انداز میں بولی، "اے چودھرائن، آ گئی وہ بچھل پیری۔" آواز سن کر صندل فوراً ہی کمرے سے باہر آئی اس نے مسکرا کر سب کو پرنام کیا پھر جواباً کہنے لگی۔ "ماسی پرماتما کی کرپا سے میں واپس آ گئی ہوں۔ آپ سب خوش تو ہیں۔"

www.ksars.org

سب نے ناک بھوں چڑھا کر منہ پھیر لیا اور ایک کہنے لگی، "اس کا اتنا جگرا کیسے ہوا کہ اس ڈھٹائی کے ساتھ ہمارے سامنے آگئی۔"

اتنے میں چودھرائن بھی آگئی۔ سب عورتوں نے اس کے سامنے خادم کی بانٹی ہوئی مٹھائی ڈال دی اور بھی کئی عورتیں مٹھائی لوٹانے آئیں۔ ایک عورت بولی، "چودھرائن تو نے اسے گھر کیسے رکھ لیا۔ دو سال گھر سے باہر رہ کر منہ کالا کیا اب جوگن بن کر ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے آئی ہے۔ ہم تو پنچایت بلائیں گے اپنی بہو بیٹیوں کو خراب نہیں کرنا۔"

یہ کہتی ہوئی سب کی سب اٹھ کھڑی ہوئیں۔ چودھرائن کہتی رہ گئی، "اے بہن ذرا ٹھہرو تو ذرو بیٹھو تو، پانی تو پیتی جاؤ۔" مگر اس کے جواب میں ایک کڑک دار آواز آئی۔ "اب اس گھر کا پانی، کھانا سب ہمارے لئے حرام ہے۔" بڑبڑ کرتی ہوئی ساری واپس چلی گئیں۔ صندل کو تھوڑا سا تو اندازہ تھا کہ گھر والے ضرور ناراض ہونگے مگر سارا محلہ اس کے خلاف ایک محاذ بنالے گا اس کا اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ وہ ماں کے پاس آئی اس کے شانوں کو تسلی دینے والے انداز میں آہستہ آہستہ دباتے ہوئے بولی، "ماں، اوپر والا ہم سب کی ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے۔ تو دیکھ لینا کل یہی لوگ ہمارے گھر آنا اپنی عزت سمجھیں گے۔" مالا بولی، "مگر جوان لڑکی کا گھر سے باہر قدم نکالنا اور پھر دو سال غائب رہنا کون قبول کر سکتا ہے؟" صندل نے چونک کر مالا کی طرف دیکھا۔ اسے بھاوج سے ان الفاظ کی توقع نہ تھی۔ اس نے فی الحال خاموشی میں ہی اپنی عافیت جانی۔ مگر اندر ہی اندر سلطان بابا کو مدد کے لئے پکارتی رہی۔

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ مالا اور کاجل اس سے کچھ زیادہ اُکھڑی اُکھڑی سی تھیں۔ وہ بچوں کو بھی اس کے قریب نہیں آنے دیتی تھیں۔ اس کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ محلے پڑوس سے بھی ان دو دنوں میں کوئی نہیں آیا۔ صندل کے ماتا پتا بھی حالات کی تبدیلی سے پریشان تھے۔ وہ بھی چپ چاپ سوچتے رہتے تھے۔ تیسرے دن شام کو ٹھاکر صاحب نے گھر آتے ہی چودھرائن کو کمرے میں بلایا۔ کہنے لگے، "آج گاؤں کے بیس عزت دار لوگ میرے پاس دکان پر آئے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ صندل نے ہمارے گاؤں کی عزت پر دھبہ لگایا ہے۔" میں نے

www.ksars.org

کہا کہ صندل تو جوگن ہے وہ جوگن بن کر لوٹی ہے۔ سب لوگ بولے کہ "ہم منگل وار کو پنچائیت بٹھائیں گے۔ وہاں صندل کو ان دو سالوں کا حساب دینا ہو گا۔ وہ جوگن کیسے بن گئی۔ جوگن بن کر اس نے کیا پُن کمائے ہم جاننا چاہتے ہیں۔"

ٹھاکر صاحب کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار تھے۔ کہنے لگے، "بیگم، سارا گاؤں وہاں حاضر ہو گا۔ ان کے سامنے صندل کو ان کے سوالوں کے جواب دینے ہوں گے۔" چودھرائن سن کر رونے لگی، "اے بھگوان، اب کیا ہو گا؟" صندل اطمینان سے بولی۔ "ماتا جی۔ آپ بھگوان پر بھروسہ رکھیں۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ رب کی شکتی سے سب کا دل مطمئن ہو جائے گا۔ آپ نہ گھبرائیں۔" ٹھاکر صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر بولے، "بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔"

اس رات باوجود کوشش کے ٹھاکر صاحب اور چودھرائن جی سے کچھ نہ کھایا گیا۔ دونوں اپنی جگہ فکر مند تھے۔ اتنی مدت بچھڑنے کے بعد تو بیٹی سے رب نے بڑی منتوں کے بعد ملوایا تھا۔ اب وہ اپنی بچی کو دوبارہ کھونا نہیں چاہتے تھے۔ جب سے صندل گھر آئی تھی۔ مالا اور کاجل تو اس سے بات نہیں کر رہی تھیں مگر راہول اور سنیل بھی کچھ خفا سے تھے۔ سب اپنی اپنی جگہ چپ چاپ تھے۔ ماتا پتا کے آگے ان کی کچھ چلتی نہ تھی۔ اس لئے بھی گھر میں خاموشی تھی۔ لڑائی جھگڑا نہ تھا۔ اس کے علاوہ سلطان بابا کی قبر سے تبرک ملنا اور ان کے یہاں اولاد ہونا۔ صندل کا ہمزاد کے ساتھ مقابلہ کرنا یہ باتیں بھی صندل کی سچائی کو ثابت کرتی تھیں۔ لیکن صندل کی غیر حاضری میں گاؤں والوں نے جو کھچڑی پکائی اس نے بھائی بھاوجوں کے ذہن میں صندل کے لئے شک ڈال دیا تھا۔

رات کو جب ٹھاکر صاحب اور چودھرائن نے اور صندل نے کھانا نہیں کھایا تو خادم صندل کے پاس آیا، کہنے لگا، "چھوٹی مالکن آپ ذرا بھی فکر نہ کریں۔ بڑے مالک سے کہیں وہ بھی فکر نہ کریں۔ سلطان بابا بہت بڑی ولی اللہ ہیں۔ ان کے کرم سے آپ کو اللہ پاک بڑا رتبہ دے گا، انشاء اللہ، میرا دل کہتا ہے۔ چھوٹی مالکن میں مالک سے آ گیا لے کر صبح عاجل بابو کے پاس دھامن گاؤں جاؤں گا اور انہیں ساتھ لے کر آؤں گا۔ انہیں ابھی تک آپ کے آنے کی خبر بھی نہیں ہے۔ پھر ان کا پنچائیت میں بیٹھنا ضروری ہے۔"

www.ksars.org

صندل بولی، "ٹھیک ہے، تم باپو سے آ گیا لے کر صبح دھامن گاؤں کے لئے روانہ ہو جانا۔"

خادم بولا، "چھوٹی مالکن، رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دربار لگا ہوا ہے۔ اس دربار میں سلطان بابا ایک تخت پر تاج لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے فرش پر بہت سارے لوگ بیٹھے ہیں۔ سارا دربار بھرا ہے۔ اس میں سے گاؤں کے چند لوگوں کو اور اپنے تمام گھر والوں کو پہچان لیا۔ باقی کو میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے۔ سلطان بابا کے داہنی جانب ایک گارڈ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا۔ اس نے وہ پرچہ پڑھا۔ اس میں ایک اعلان تھا، اعلان یہ تھا کہ سلطان بابا کی نور نظر صندل دیوی کو شاہ ملکوت اعلیٰ حضرت سلطان بابا کے دربار اعلیٰ میں طلب کیا جاتا ہے۔

اس اعلان کے فوراً بعد ایک جانب سے صندل بی بی آپ نہایت ہی اعلیٰ لباس میں آہستہ آہستہ شہزادیوں کی مانند چلتی ہوئی تخت کی جانب بڑھیں۔ سلطان بابا نے اپنے برابر میں خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آپ انہیں جھک کر سلام کرنے کے بعد وہاں بیٹھ گئیں۔ پھر اس اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ صندل دیوی کی گذشتہ خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں دوبارہ عالم جنات کے انتظامی امور کی درستگی کے لئے چیف جسٹس کے عہدے پر تعینات کیا جاتا ہے۔ اس اعلان کے بعد سلطان بابا نے آپ کو چیف جسٹس کی سند عطا کی اور خلعت سے نوازا۔"

خادم ہاتھ باندھ کر نہایت ادب کے ساتھ صندل کے سامنے خم ہو گیا اور بڑی عقیدت کے ساتھ کہنے لگا۔ "چھوٹی مالکن، "میری نظر اس سند پر گئی۔ اس میں نمایاں طور پر مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا نام آخر میں بطور دستخط درج تھا۔ "یہ خواب سن کر صندل بولی، "خادم اس خواب کا ذکر تم کسی سے نہ کرنا۔ لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ دو عالم کے اصل شہنشاہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ انہیں کے دربار عالی مقام سے باقی سب کو احکامات نازل ہوتے ہیں۔ اصل مذہب ایک رب پر ایمان لانا ہے اور اس کے بنائے ہوئے نظاموں کو سمجھنے کے لئے ہر شئے کے اندر کام کرنے والی فطرت کا مطالعہ کرنا اور فطرت کے مطابق ہر شئے سے کام لینا ہے۔ "صندل سے اسلام کی باتیں سن کر خادم اپنی خوشی نہ چھپا سکا۔ خوش ہو کر بولا۔ "چھوٹی مالکن، آپ سب سے بڑی ہیں۔ اللہ پاک آپ کو بہت عزت دے۔ بے شک آپ سچی ہیں۔"

www.ksars.org

صبح صبح منہ اندھیرے صندل اٹھ کر عبادت والے کمرے میں آئی۔ سجدہ کیا۔ مراقبہ کیا اور پھر سب کو جگانے کے لئے سریلی آواز میں بھجن گانے لگی۔ بھجن کی آواز سن کر آہستہ آہستہ سب ہی جاگ اٹھے۔ پوجا پاٹھ سے فارغ ہوئے تو خادم نے چودھرائن سے کہا۔ "بڑی مالکن، اگر آپ کی آگیا ہو تو میں عاجل بابو کو لے آؤں؟ انہیں چھوٹی مالکن کے آنے کی خبر بھی مل جائے گی اور وہ پنچائیت میں بھی شریک ہو جائیں گے۔"

چودھرائن یہ سن کر کچھ دیر چپ چاپ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔ "ٹھاکر صاحب سے جانے کی اجازت لے لے۔" خادم نے ٹھاکر صاحب سے بھی یہی بات دہرائی۔ ٹھاکر صاحب فوراً بولے۔ "میں آج تجھے وہاں بھیجنے ہی والا تھا۔ تو ناشتہ کر کے جلدی روانہ ہو جا۔ صبح ٹرین سات بجے جاتی ہے۔"

وقت تھوڑا تھا۔ خادم نے جلدی جلدی جانے کی تیاری پکڑی۔ سارا راستہ وہ دل ہی دل میں دعائیں کرتا رہا کہ اللہ پاک صندل بی بی کو گاؤں والوں کے سامنے رسوا نہ کرے۔ اس کی ساری زندگی اس گھر کی خدمت گزاری میں گزر گئی۔ اس کی اپنی تو کوئی فیملی نہیں تھی۔ صندل اور کندن اس کے ہاتھوں میں پلی تھیں۔ اسے ان بچیوں سے بالکل اپنی اولاد کی طرح محبت تھی۔ درود شریف پڑھ کر وہ تمام وقت سفر میں صندل کے لئے دعا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دھامن گاؤں آگیا۔ عاجل اور نرملا اسے یوں اچانک دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ سب کی خیریت دریافت کی۔ خادم نے اسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ عاجل فوراً بولا، "صندل پوتّر ہے صندل سچی ہے۔ بھگوان نے اسے اپنی شکتی دی ہے۔ بھگوان گاؤں والوں کو اس کی شکتی دکھانا چاہتا ہے۔ تم نے بڑا اچھا کیا جو یہاں آئے۔"

دوسرے دن صبح کی گاڑی سے عاجل اپنی بیوی نرملا اور بچی کے ساتھ گاؤں روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچے تو سب کو اپنا منتظر پایا۔ صندل عاجل کی ایک سالہ بیٹی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ دو دن باتوں میں گزر گئے۔ تیسرے دن شام کے چار بجے پنچائیت بیٹھی۔ گاؤں کے تقریباً آدھے آدمی وہاں موجود تھے۔ مسلمانوں نے یہ سوچ کر کہ ہندو لڑکی کا معاملہ ہے پنچائیت میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مگر گاؤں میں خبر کوئی بھی ہو جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے۔

www.ksars.org

ادھر شہباز اتنے عرصے بعد جب گھر گیا تو اس کے ماں باپ خوشی سے پاگل ہو گئے۔ ہونا ہی تھا۔ شہباز ان کا اکلوتا بیٹا جو تھا۔ تلاش بسیار کے بعد دونوں اللہ کی رضا سمجھ کر اب تک صبر کئے بیٹھے تھے۔ اب جو اچانک بیٹا گھر آیا تو انہیں یوں لگا جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مردہ جسموں میں جان ڈال دی ہے۔ انہوں نے شہباز سے کئی بار پوچھا کہ تم آخر گھر سے بغیر بتائے کیوں غائب ہو گئے تھے۔ مگر شہباز کی زبان پر کبھی صندل کا نام تک نہ آیا۔ اس نے یہی کہا کہ ایک بزرگ میرے خواب میں آئے تھے۔ تین دن تک وہ لگاتار مجھے گھر سے نکلنے پر اصرار کرتے رہے اور ایک رات جب میں سو رہا تھا۔ وہ مجھے اٹھا کر جنگل میں لے گئے اور وہاں میری تربیت کی۔ مجھے جنگل میں چھوڑ کر چلے آئے اور اب انہیں کے حکم پر میں دوبارہ یہاں بھیجا گیا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی اب دین کے کاموں میں بسر کرنی ہے۔

شہباز کے ماں باپ سیدھے سادھے نیک لوگ تھے۔ انہوں نے اسے اپنی سعادت سمجھا کہ ان کا بیٹا دین کے کاموں میں اپنی زندگی گزار دے۔ پیسے کی انہیں پروا نہیں تھی۔ ان کے آباؤ اجداد کی اچھی خاصی زمینیں تھیں۔ جو ٹھیکے پر دی ہوئی تھیں۔ ان کا گزارہ آسانی سے چل رہا تھا۔ البتہ ان کی خواہش تھی کہ بیٹے کے ذریعے ان کی نسل چلتی رہے۔ مگر شہباز نے انہیں اس موضوع پر بات کرنے سے روک دیا کہ وہ فقیرانہ طرز پر اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہے اور اللہ کی بھی یہی مرضی ہے۔ ماں باپ یہ سن کر چپ ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ شہباز کے پر دادا کے بھائی نے بھی اپنی ساری زندگی درویشی میں گزار دی تھی۔

انہوں نے بھی شادی نہیں کی تھی۔ مگر بیٹے کے لئے ان کے ارمان تھے یہ آس تھی کہ شاید کبھی بیٹا شادی پر آمادہ ہو جائے۔ بہر حال وہ خوش تھے کہ اکلوتے بیٹے کی صورت تو دکھائی دی۔

شہباز کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا۔ ان چند دنوں میں اس نے عبادت کے ساتھ ساتھ محلے پڑوس کے ضرورتمندوں کی بھی ہر طرح سے مدد کی۔ جس کی وجہ سے آس پاس میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ شہباز دو سال کسی بزرگ کی تربیت میں رہ کر درویش بن کے آیا ہے۔ صندل کو پنچائیت میں پیش کرنے کی خبر شہباز تک بھی پہنچی۔ پنچائیت والے دن وہ بھی وہاں جا پہنچا۔ مندراج بابو بھی وہاں موجود تھے۔ تارا کی شادی ہو چکی تھی۔

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب اور مندراج بابو ایک دوسرے سے کبھی کبھار ملتے تھے۔ پنچائیت میں ٹھاکر صاحب کے تمام بیٹے شامل تھے۔ صندل ایک جانب اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس نے زرد اوڑھنی میں اپنا آدھا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ پنچائیت کی کارروائی شروع ہوئی۔ صندل سے سوال کیا گیا۔ "گھر سے اچانک بغیر بتائے چلے جانے اور دو سال غائب رہنے کے بعد جوگن بن کر لوگوں کے سامنے آنے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

صندل پورے اعتماد کے ساتھ بولی، "ہر کام اوپر والے کی اِچھا (مرضی) سے ہوتا ہے۔ نہ میں اپنی مرضی سے گئی تھی، نہ اپنی مرضی سے گھر آئی ہوں۔"

پنچائیت میں گاؤں کے سات بااثر لوگ تھے۔ جو سوال کرنے والے تھے۔ صندل کا معقول جواب سن کر ایک دوسرا آدمی بولا۔ "تمہیں اوپر والے کی مرضی کا کیسے پتا چلا۔ کیا تم نے اسے دیکھا؟" یہ کہہ کر وہ مذاق اڑانے کے سے انداز میں ہنسا۔ اس پر سب لوگ ہنسنے لگے۔

اب صندل بارعب آواز میں بولی، "میں نے کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا۔ تم لوگوں کو بتا بھی دوں تو تم لوگ یقین کب کروگے۔ یہ باتیں تو وہی سمجھ سکتا ہے جو اپنی آتما کو پہچانتا ہے۔" ایک تیسرا آدمی بولا۔ "کیا تو اپنی آتما کو پہچانتی ہے؟"

صندل کڑک کر بولی، "ہاں، میں اپنی آتما کو پہچانتی ہوں۔" اس شخص نے کچھ اور اعتراضانہ سوال کرنے کے لئے ابھی منہ کھولا ہی تھا کہ ایک یوگی مہاراج جو چلہ کشی کر کے کچھ نہ کچھ غیب کی دنیا سے ضرور متعارف تھے اور گاؤں کے مہاپنڈت مانے جاتے تھے۔ نرمی کے ساتھ بولے۔ "بالک اپنی آتما کو پہچاننے کے لئے پہلے تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ پھر گیان ملتا ہے۔"

صندل نے ادب کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر پنڈت کو پرنام کیا اور بولی، "مہاراج، آپ کا فرمان بالکل درست ہے۔ بغیر تپسیا کے گیان نہیں ملتا۔ میرے دل میں بچپن ہی سے پرماتما نے اپنی محبت ڈال دی ہے۔ محبت کے بغیر دل میں لگن پیدا نہیں ہوتی جب بھی میں بھگوان کی مورتی کے سامنے بھجن گاتی میرے دل میں پرماتما کی محبت روشنی کے

www.ksars.org

فوارے کی طرح پھوٹنے لگتی۔ میں بالکل بچی تھی مجھے کچھ نہ پتا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ نہ ہی اس کے متعلق کسی نے مجھے بتایا تھا مگر مہاراج، اسی دم مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے دل سے پھوٹنے والی یہ روشنی ہی پرماتما ہے، مجھے یوں لگتا جیسے میرا اور پرماتما کا سمبندھ میرے دل کے ساتھ ہے، میرا دل مجھے اپنا اصل لگتا، وہ اس روشنی سے باتیں کرتا، وہ روشنی بڑے پیار سے میرے دل سے باتیں کرتی، دن بدن میرے دل میں پرماتما کی محبت بڑھتی چلی گئی۔ میرا یقین بڑھتا چلا گیا کہ اوپر والا میرے دل میں رہتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ میری نظر دل سے پھوٹنے والی اس روشنی کو دیکھنے لگی۔ میں نے اس روشنی میں ایک اور صندل کو چلتے پھرتے دیکھا یہ صندل روشنی کے ہلکے پھلکے سائے کی طرح تھی۔ میں اس دم کچھ سیانی ہو چکی تھی۔ میں نے پتاجی سے پوچھا، پتاجی کیا انسان کے اندر ایک اور انسان بستا ہے؟ پتاجی میری بات سن کر چونک گئے، کہنے لگے اندر سے تیرا کیا مطلب ہے بیٹی؟ میں نے کہا اندر سے مراد دل ہے پھر میں نے باپو کو ساری کیفیات بتائیں کہ اس طرح میں اپنے دل میں ایک اور صندل کو دیکھتی ہوں۔ پتاجی نے میری ٹھوڑی کا تل چوما اور پیار سے کہا، صندل دل میں پرماتما بستا ہے اور دل ہی منش کا روپ دھار کر پرماتما کو دیکھتا ہے۔ مگر بیٹی جس کا دل پوتر ہو وہی اپنے اندر کی روشنی دیکھتا ہے۔"

صندل کی بات سن کر ٹھاکر صاحب کی آنکھیں بھر آئیں۔ اب تمام لوگ دم بخود بیٹھے سن رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے انہیں ہپناٹائز کر دیا ہے۔ صندل کی ہر بات ان کے دل کو لگتی محسوس ہوئی۔

صندل نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، آپ تو بہت بڑے گیانی ہو آپ میری بات کو سمجھ سکتے ہو اس کی سچائی کو پرکھ سکتے ہو۔ مہاراج جب سارا گھر سو جاتا تو میں چپکے سے اپنے بستر سے اٹھ جاتی، بھگوان کے آگے ماتھا ٹیکتی، گیتا کا پاٹھ کرتی، ایسے میں میرے اندر روشنی کا فوارہ ابلتا دکھائی دیتا۔ میں پوری قوت سے اس کی شکتی کو اپنے اندر سمیٹتی جیسے کوئی بہتے دریا کے کناروں پر بند باندھ کر پانی کو روک لیتا ہے۔ گیتا پڑھ کر مجھے اپنے اندر کی شکتی کا پتا چلا۔"

مہاپنڈت بولے۔ "تجھے کیا پتا چلا؟"

www.ksars.org

پرماتما کی روشنی کا بہاؤ

صندل بولی،"میں نے جان لیا کہ پرماتما کی روشنی کا بہاؤ میرے دل کے اندر سے گزرتا ہے۔ اس بہاؤ کی قوت سے میرا دل شکتی حاصل کرتا ہے۔ میرے دل کو شکتی کی ضرورت ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ بند باندھ کر وہ اپنے اندر یہ روشنی ذخیرہ کرتا ہے۔ اس شکتی سے میری آتما کا جسم مضبوط ہوگا اور اندر چلنے پھرنے والا روشنیوں کا جسم بھگوان کی مرضی سے لوگوں کے لئے اچھے کام کرے گا۔ کیونکہ میرا من یہی کہتا تھا کہ مجھے اپنے من کی کسی بات پر کبھی شک نہیں ہوا اور پھر ایک رات میرے من کے اندر سے صدا آئی کہ تو اگر پرماتما کا گیان حاصل کرنا چاہتی ہے تو یہ عیش و آرام کی زندگی چھوڑ دے۔ پرماتما کا گیان لینے کے لئے جوگن بننا پڑتا ہے۔ جنگل میں رہ کر تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ میرے بزرگو، میرے بھائیوں! پہلے تو میں یہ سن کر سخت خوفزدہ ہوگئی مجھے اپنی بے داغ جوانی کا خیال آیا۔ گوری رنگت اور خوبصورتی کا خیال آیا اور پھر اس کے ساتھ ہی بھگوان جیسے محبت کرنے والے ماتا پتا کا دھیان آیا۔ میرے اوپر جان چھڑکنے والے بھائیوں کا دھیان آیا۔ میری ماں سمان پیاری بھابیوں کا خیال آیا۔ میری سہیلی میری دوست جیسی بہن سے بچھڑنے کا خیال آیا۔"صندل آنسوؤں کے دھارے میں کہے چلی جا رہی تھی۔" اگلے ہی لمحے جب میں نے اندر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ میرے اندر والی صندل اپنے رب کے حضور ماتھا ٹیکے ہوئے ہے۔ اس دم میں دنیا میں سب کو بھول گئی۔ حتیٰ کہ مجھے اپنا جسم بھی بھول گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں اندر والی صندل ہوں۔ پروں کی طرح ہلکی پھلکی مجھے رب کی روشنی اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ روشنی مجھے کھینچ کر کمرے کی دیوار سے باہر لے آئی اور میں نے ایک قدم اٹھایا اور جب یہ قدم نیچے رکھا تو میں نے دیکھا کہ میں جنگل میں کھڑی ہوں، وہاں ایک بزرگ بھی میرے پاس کھڑے ہیں ان بزرگ نے مجھے گلے لگا کر میری پیشانی چومی اور بولے آج سے تو یہیں رہے گی۔ یہ ہی تیرا گھر ہے پھر وہ مجھے اس جنگل میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں ایک غار میں بیٹھ کر رب کی عبادت کرتی رہی۔ وہ بزرگ اس دنیا کے نہیں تھے۔ انہیں پرلوک سدھارے کئی سو سال ہو چکے ہیں۔ جب کوئی در گھٹنا پڑتی وہ آ کر مجھے شکتی سے سہائتا دیتے۔

www.ksars.org

یہاں آنے سے پہلے انہوں نے مجھے جوگن کا لباس دیا۔ پوتر جل میں اشنان کر کے جوگن کا لباس پہننے کا حکم دیا اور کہا۔ صندل اب تیرے باہر نکلنے کا سمے آگیا ہے۔ گھر جا اور یاد رکھ تو اپنے رب کی جوگن ہے۔ جب میں اشنان کر کے جوگن کا لباس پہن کر باہر آئی تو میرے ماتھے پر انگلی سے ایک لکیر لگائی۔ پھر میں نے گھر آنے کیلئے قدم بڑھایا تو اپنے آپ کو گاؤں میں پایا۔ اب میں آپ کے سامنے ہوں۔"

یہ کہہ کر صندل چپ ہو گئی۔ سب لوگوں کی نگاہ صندل پر تھی۔ جس کے چہرے کو زرد موٹی اوڑھنی نے چھپا رکھا تھا۔ صرف تھوڑی کا سیاہ تل اس طرح چمک رہا تھا جیسے آسمان پر تارہ۔ کچھ دیر تک سناٹا رہا۔ سب اپنی اپنی جگہ جانے کا سوچ رہے تھے۔

پنڈت جی سوچتے ہوئے بولے، "صندل تیری باتوں پر ہمیں پورا یقین ہے۔ مگر اپنی پوترتا کو ثابت کرنے کے لئے "میرا" کو بھی زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اگر تیرا گرو سچا ہے اور تو اس کی سچی بھگت ہے تو دکھا اپنی پیشانی پر اس کی لگائی ہوئی لکیر۔" مہاپنڈت کی بات ٹالنے کی ہمت کس میں تھی۔ ماں باپ کا کلیجہ حلق میں آگیا۔ دونوں کے دل سے صدا نکلی۔ پربھو! ہمارے حال پر نظر کرم کرنا۔ صندل نے دل ہی دل میں سلطان بابا کو یاد کیا۔ ان کا نام لیتے یہ اس کے اندر تیز روشنی کی لہر دوڑ گئی۔ اس لہر کے اندر سے سلطان بابا کی محبت بھری آواز سنائی دی۔ "صندل اپنی پیشانی کھول دے۔" اور صندل نے بھرپور یقین کے ساتھ چہرے سے اوڑھنی ہٹا دی۔

سارے مجمع کی نظر صندل کے چہرے پر تھی۔ سب نے دیکھا صندل کی صندل جیسی شفاف پیشانی پر نور کی ایک لکیر جگمگا رہی ہے۔ اس سے صندل کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ رہی ہو۔ تمام مجمع کی نظر کی روشنی اس کے لئے آئینے کا کام کر رہی تھی۔ وہ لوگوں کی نظر کی روشنی کے اندر اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ اپنی پیشانی پر روشنی کی جگمگاتی لکیر دیکھ کر اسے انتہائی اطمینان ہوا۔ اس کا دل تشکر سے لبریز ہو گیا۔ ملکوتی مسکراہٹ اس کے سارے چہرے پر پھیل گئی۔ اس نے دوبارہ اوڑھنی اپنے چہرے پر ڈالی اور تیزی سے اپنے پتا جی کی جانب بڑھی۔ "باپو مجھے گھر لے چلو۔"

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب کے چہرے پر آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے بازوؤں سے پکڑا اور چپ چاپ آگے بڑھ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے چودھرائن پلو سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی چلی اور پھر سارا گھر اٹھ کھڑا ہوا۔ باقی سب لوگ اسی طرح ہکا بکا بیٹھے ٹھاکر صاحب کے گھر والوں کو جاتا دیکھ رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ بغیر کچھ کہے سنے سارا مجمع چھٹ گیا۔ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

شہباز مجمع میں ایک طرف کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ آج صندل کو گاؤں والوں نے کچھ کہا تو وہ اپنی جان پر کھیل جائے گا۔ مگر ایسی نوبت ہی نہیں آئی۔ صندل نے جس خوبصورتی کے ساتھ پنچائیت میں گاؤں والوں کا مقابلہ کیا اس سے شہباز کے دل میں صندل کی اور زیادہ محبت بڑھ گئی۔ شہباز سوچنے لگا۔ صندل نے سلطان بابا کا نام نہ لے کر بڑی عقلمندی کی۔ مذہبی تعصب آدمی کو تنگ نظر بنا دیتا ہے۔ خصوصاً مندراج بابو تو سب سے زیادہ متعصب ذہن رکھتے ہیں۔ وہ دل میں لوگوں کی بھلائی اور امن و سکون کی دعائیں مانگتا ہوا اپنے گھر چلا آیا۔ صندل گھر پہنچ کر سیدھی صندل دیوی والے کمرے میں پہنچی۔ اپنے رب کو سجدہ کیا اور کچھ دیر عبادت کے بعد کمرے سے باہر آئی تو سارے گھر کے افراد صحن میں بیٹھے صندل کے منتظر تھے۔ سب نے باری باری صندل کو پیار کیا۔ گلے سے لگایا۔ مالا اور کاجل اسے گلے سے لگاتے ہوئے بولیں۔ صندل تو دیوی جیسی پوتر ہے۔ بھگوان تیری رکھشا کرنے والا ہے۔

اگلے چند روز گھر گھر صندل کا ذکر ہوتا رہا۔ جو لوگ پنچائیت میں موجود نہیں تھے ان کے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہو گیا کہ ایک نوجوان لڑکی بھی گیانی ہو سکتی ہے۔ حسد آدمی کی طبیعت میں داکل ہے۔ حسد کی وجہ سے شک کو اور تقویت ملتی ہے۔ اب صندل کی وجہ سے لوگوں کا آنا جانا رہتا۔ زیادہ تر عورتیں اسے آزمانے کی نیت سے آتیں۔ ساتھ ساتھ اس کی حکیمانہ باتیں سن کر سر بھی ہلاتی جاتیں۔ جیسے اقرار کر رہی ہوں مگر ان کے دل کا شبہ اور حسد چہرے سے جھلک جاتا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ آدمی اپنے چھوٹوں کی نصیحت قبول نہیں کرتا۔ صندل کی عمر ابھی درویشی کے لئے دنیا والوں کی نظر میں بہت چھوٹی تھی۔ ایک رات کھانے کے بعد محلے کی بہت ساری عورتیں چھت پر جمع تھیں۔ صندل بولی، "پرماتما نے انسان کو ایسی قوتیں دی ہیں کہ وہ چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔" اس وقت آسمان ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ چھت پر اندھیرا ہونے کے باوجود ستاروں کی روشنی رات کو تاریکی میں مکمل طور پر ڈوبنے سے

www.ksars.org

روکے ہوئے تھی۔ ایک عورت بولی، ”دنیا میں تو چلو مان لیا کہ آدمی کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا ہے۔ مگر چاند ستاروں پر تو اس کا کچھ بس نہیں چلتا۔“

صندل آسمان کی جانب انگلی سے اشارہ کرتی ہوئی بولی، ”چاچی وہ ستارہ دیکھ رہی ہو نا آپ؟“ ساری عورتیں صندل کی انگلی کے اشارے کی جانب آسمان میں دیکھنے لگیں۔ ”چاچی بولی، ”وہ جس سے نیلی روشنی جھلک رہی ہے؟“

صندل بولی، ”ہاں چاچی وہی ستارہ۔“ اور اس وقت وہ ستارہ نہایت تیزی سے آسمان پر ایک بڑے دائرے کے اندر گھومنے لگا۔ ساری عورتیں بول اٹھیں، ”صندل یہ ستارہ تو گھوم رہا ہے۔“ چند منٹ بعد صندل نے اپنی انگلی بھی نیچے کر لی۔ ستارہ بھی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ اب چاچی بولی، ”صندل تو سچ کہتی ہے تیرے اندر بھگوان نے اپنی شکتی رکھی ہے۔“

صندل بولی، ”چاچی بھگوان نے اپنی شکتی ہر انسان کے اندر رکھی ہے۔ مگر کوئی اسے تلاش ہی نہیں کرتا۔ چاچی بھگوان پتھر کا بت نہیں ہے۔ بھگوان تو ایک نام ہے۔ ایک ذات ہے۔ ایسی ذات جو ساری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ ساری کائنات اسی کی قوت سے چل رہی ہے۔ چاچی یہ جو چاند ستاروں اور سورج میں جو روشنی ہم دیکھتے ہیں نا۔ یہ سب روشنی پرماتما کی ہے۔ وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ نور ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چاچی ذرا سوچو اگر وہ چاند، سورج ستاروں سے اپنا نور کھینچ لے تو سارے کے سارے بے نور ہو جائیں گے۔ اس کا نور ہی سب کی زندگی ہے۔ ہر جاندار کے اندر اس کی آتما ہے۔ آتما رب کا نور ہے۔ جب آتما نکل جاتی ہے تو جسم مر جاتا ہے۔ آتما کی شکتی سے ہی جسم چلتا پھرتا ہے۔ اپنی آتما سے رشتہ جوڑنے والا امر ہو جاتا ہے۔ آتما اپنے اندر ہے۔ اپنے اندر دھیان کرنے سے آتما خود بتاتی ہے کہ دنیا میں اچھی زندگی گزارنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔“

ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں ڈوبے ہوئے ماحول میں صندل کی باتیں پراسراریت گھولنے لگیں۔ ساری عورتیں چپ چاپ بیٹھی تھیں۔ صندل ماحول کی ماورائی کیفیت کو برقرار رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ گہری آواز میں

www.ksars.org

کہنے لگی۔"سب لوگ آنکھیں بند کر کے اپنے اندر دیکھنے کی کوشش کرو۔ تمہیں اپنے اندر تمہارا اپنا وجود دکھائی دے گا۔ اندر والا وجود باہر والے جسم سے زیادہ ہلکا پھلکا ہے۔ یہ پرماتما کی روشنی سے بنا ہے۔ اس کی شکتی سے باہر والا جسم حرکت کرتا ہے۔ اندر ٹھنڈک ہے۔ سکون ہے۔ تحفظ ہے۔ خوشی ہے۔ باہر گرمی ہے۔ بے سکونی ہے۔ عدم تحفظ ہے۔ غم ہے۔ تم اپنی نظر اندر رکھو۔ تمہیں اپنی مطلوبہ چیز مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر صندل خاموش ہو گئی۔ سب عورتیں اپنے اندر دھیان لگا کر بیٹھ گئیں۔ صندل نے آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ آسمان سے روئی کے گالوں کی طرح روشنی سب پر برس رہی ہے۔ وہ جان گئی کہ اس کا رب اپنی رحمت برسا رہا ہے۔ اس کی آتما سجدے میں جھک گئی۔

پنچائیت والے دن کے بعد مندراج بابو ٹھاکر کے گھر نہیں گئے۔ نہ ہی صندل کے پنچائیت میں سرخرو ہونے کی بدھائی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رات جب صندل اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف تھی۔ اس کے جسم سے ایک اور صندل نکلی وہ صندل سیدھی سلطان بابا کی قبر مبارک پر پہنچی اور قبر کی پائنتی میں بنی ہوئی سیڑھی سے قبر کے اندر اتر گئی۔ نیچے اترتے ہی تیز روشنیوں کے عالم میں اس نے سلطان بابا کو اپنا منتظر کھڑا پایا۔ اس نے ادب سے سلام کیا اور سلطان بابا نے اس کی پیشانی کو چوما۔ کہنے لگے۔"عالم جنات میں تمہاری تقرری دوبارہ ایک نئے عہدے پر ہونے والی ہے۔ ہمیں وہاں جانا ہو گا۔"

یہ کہہ کر صندل کا ہاتھ پکڑا۔ ہاتھ پکڑ کر دونوں نے ابھی ایک قدم ہی اٹھایا ہو گا کہ عالم جنات ان کے سامنے تھا۔ دوسرا قدم انہوں نے عالم جنات میں رکھا۔ فصیل شہر میں قدم رکھتے ہی ایک قوی ہیکل عفریت ان کی جانب بڑھا۔ وہ جھک کر کورنش بجالایا اور کہنے لگا۔"آپ کو عالم جنات میں آنے کی مبارکباد پیش کی جاتی ہے۔"یہ کہہ کر اس نے پاس کھڑی ہوئی گاڑی میں انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ انتہائی حسین بگھی تھی۔ جس میں دو سفید گھوڑے جتے تھے۔ بگھی میں بیٹھ کر صندل کو محسوس ہوا کہ اس کی رفتار انتہائی تیز ہے۔ اس نے اپنے چہرے پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگتے ہوئے محسوس کئے اس کے سنہری بال بکھر کر رخساروں پر جھولنے لگے۔

www.ksars.org

کچھ دیر بعد وہ ایک عظیم الشان عمارت کے پاس پہنچے۔ یہاں آکر بگھی کھڑی ہوگئی۔ یہ بہت ہی عالیشان سفید رنگ کی عمارت تھی۔ اس عفریت نے انہیں عمارت کے اندر پہنچادیا یہ کورٹ کی عمارت تھی۔ اس کے ہال میں پہنچے تو دروازے میں داخل ہوتے ہی ہر طرف سے تالیوں کی آواز گونج اٹھی۔ صندل نے دیکھا کہ شہنشاہ جنات سامنے تشریف فرماہیں۔ عالم جنات میں یوں تو صندل دیوی کے نام سے نہایت ہی مقبول تھی۔ مگر جج کی حیثیت سے وہ مجرموں کے لئے زبردست چیلنج بھی تھی۔ رب نے اسے ایسی شکتی عطا کی تھی کہ جس سے وہ مجرم کو پہچان لیتی۔ اس کی نظر مجرم کے اندر جرم کی سیاہی کو دیکھ لیتی۔ رفتہ رفتہ اس کی اس صلاحیت کا سارے عالم جنات میں چرچا ہوگیا۔ چھوٹے موٹے جرائم پیشہ توخوف کی وجہ سے میدان چھوڑ گئے مگر عادی مجرموں کے لئے صندل مسلسل ایک خطرہ بنی ہوئی تھی۔ وہ ہر دم اسی تاک میں رہتے کہ کسی طرح صندل کو نقصان پہنچاسکیں۔ شہنشاہ جنات اپنی قوم کو خوب پہچانتے تھے۔ انہوں نے صندل کے لئے دو قوی ہیکل عفریت گارڈ مقرر کر دیئے تھے۔ جو ہر وقت اس کی حفاظت کرتے۔

ایک دن ایک عجیب سا کیس عدالت میں پیش ہوا۔ دونوں فریقین کا دعویٰ ایک زمین پر تھا۔ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس زمین کے اندر خزانہ دبا ہوا ہے۔ مزے کی بات تو یہ تھی کہ دونوں کے پاس زمین کی ملکیت کے کاغذات تھے اور ارد گرد کے لوگوں کی گواہی بھی دونوں کے حق میں تھی کہ یہ دونوں اس زمین پر آتے جاتے دیکھے گئے ہیں۔ دونوں کا کہنا تھا کہ ان کے دادا نے زمین میں خزانہ دبایا تھا تا کہ بڑے ہوکر یہ اسے اپنے استعمال میں لائیں۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ان کے دادا کا انتقال ان کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔ یہ خبریں انہیں اپنے ماں باپ سے ملی تھیں۔ ماں باپ بھی اس دنیا میں نہیں تھے اور لوگوں کو ان کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ فریقین دو تھے مگر ان دونوں کے دعوے ایک تھے۔ کمال کی بات یہ تھی کہ گورنمنٹ لیول پر چھان بین کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ان دونوں کے آباؤاجداد بالکل جدا ہیں۔ جو ایک دوسرے کو جانتے تک نہ تھے۔ دونوں فریق اس زمین سے بالکل بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ صندل دیوی اپنی شکتی سے انہیں ان کا حق دلوائے گی۔ جب عدالتی کارروائی میں دونوں دعویدار برابر ثابت ہوئے تو دونوں ہی پوری زمین کے حق دار بن گئے اور کوئی ایک فریق بھی اپنا حق چھوڑنے پر رضامند نہ تھا۔

www.ksars.org

دونوں ساری زمین کے مالک ہو نہیں سکتے تھے۔اس صورتحال میں طے یہ پایا کہ صندل مجرموں کے ساتھ جائے وقوع پر جائے تاکہ کسی نتیجے پر پہنچے۔صندل دونوں فریقین کے ساتھ زمین پر پہنچی۔

جیسے ہی اس نے زمین پر قدم رکھا اسے اندازہ ہوا کہ کیس کی نوعیت ہی دوسری ہے۔ وہ نہایت تمکنت کے ساتھ بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہوئی زمین کے وسط میں کھڑی ہو گئی۔اس کے ساتھ کورٹ کے پانچ وکلاء اور بھی تھے۔اب اس نے نہایت رعب کے ساتھ زمین کو حکم دیا۔"اے زمین! کیا تو اپنے دعویدار کو پہچانتی ہے۔ان دونوں میں سے جو بھی تیرا اصل مالک ہے۔اس کی نشان دہی کر۔ تیرا مالک وہی ہو گا جو زمین پر آسانی کے ساتھ چل پھر سکے گا۔ جھوٹا دعویدار ایک قدم بھی نہ بڑھا سکے گا۔"

اس کے بعد دونوں فریقین سے کہا گیا کہ آپ دونوں زمین پر چلیں۔دونوں نے اپنے پاؤں اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر ان کے پاؤں تو مقناطیس کی طرح زمین سے چپک گئے۔دونوں کے چہروں پر خوف وشرمندگی کے آثار تھے۔مگر اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوئے دونوں کہنے لگے کہ صندل دیوی نے اپنی قوت سے ان کے پاؤں مفلوج کر دیئے ہیں۔

صندل نے کہا،"تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ زمین کے اندر خزانہ ہے۔"دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔صندل زور سے بولی۔"اے زمین اپنا خزانہ اگل دے۔"

وہ تمام لوگ جس جگہ پر کھڑے تھے۔اس جگہ کے سوا باقی ساری زمین میں جگہ جگہ شگاف ہو گئے اور زمین اندر سے روشن ہو گئی۔جیسے کسی نے بلب جلا دیئے ہوں۔ساری زمین میں کہیں بھی خزانہ دکھائی نہ دیا۔سارے وکلاء حیرانگی سے صندل کا منہ تک رہے تھے۔ دونوں فریقین اب بھی خاموش تھے۔ صندل وکلاء کی جانب متوجہ ہوئی۔کہنے لگی،"معزز دوستو! یہ کیس محض من گھڑت ہے۔زمین ان دونوں میں سے کسی کی نہیں ہے۔ان دونوں نے زمین کے مالک کے ساتھ سازباز کر کے یہ کیس بنایا ہے تاکہ مجھے آزمائیں۔"دونوں فریقین نے اعتراف کیا کہ انہوں نے زمین کے اصل کاغذات کو چھپا کر نئے کاغذات بنوائے۔اس کیس سے ان کا مقصد صندل کو اس کے مقام سے نیچے گرانا

www.ksars.org

تھا تا کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مجرمانہ مقاصد میں کامیاب ہو سکیں۔ پھر دونوں نے اپنی غلطی پر شرمساری ظاہر کی۔ دونوں کے پاؤں ابھی تک زمین سے چپکے ہوئے تھے۔ صندل نے کہا، ”اے زمین انہیں چھوڑ دے۔“ زمین نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ دوڑ کر صندل دیوی کے قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے۔ ”آج ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ رب کی شکتی کو کوئی نہیں ہرا سکتا۔ اس کی قوت کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔“

کچھ عرصے بعد مندراج بابو پر لوک سدھار گئے۔ مندراج بابو کے انتقال کو تقریباً چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد دو تین دفعہ تو صندل کے گھر سے سب ہی لوگ وہاں گئے مگر اس کے بعد سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔

ایک دن دوپہر کو خادم بازار سے جب گھر لوٹا تو سامان رسوئی گھر میں رکھ کر سیدھا صندل کے پاس آیا۔ کہنے لگا، ”چھوٹی بی بی! ابھی بازار میں مندراج بابو کے بیٹے سے ملاقات ہوئی میرے خیریت پوچھنے پر وہ بڑا مایوسانہ انداز میں بولے۔ ”بس خیریت ہی ہے۔“ میں نے جرأت کر کے دوبارہ پوچھا۔ ”سرکار خیریت تو ہے آپ خوش دکھائی نہیں دیتے۔“ وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہنے لگا۔ ”کیا پوچھتے ہو خادم حسین؟“ جب میں نے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ ”سرکار آپ تو جانتے ہیں ٹھاکر صاحب اور ان کا سارا پریوار آپ لوگوں کو خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم تو سب آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ٹھاکر صاحب اور صندل دیوی کو آپ کے گھر جانے کا کہوں؟“ وہ یہ سن کر بہت ہی مایوسانہ انداز میں بولے۔ ”ہاں کہہ دینا اور ہولے ہولے قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑے۔“ خادم بولا، ”صندل دیوی جی! اگر آپ بڑے سرکار کے ساتھ وہاں ہو آئیں تو بھگوان کی کرپا سے ان کی پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔“ صندل بولی، ”میں باپو کو چلنے کا ضرور کہوں گی۔“

شام کو ٹھاکر صاحب صندل کو لے کر مندراج بابو کے یہاں گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ ابھی تک یہاں ماتم کی فضا بنی ہوئی ہے۔ مندراج بابو کے وہ بیٹے جو خادم حسین کو بازار میں ملے تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ ٹھاکر صاحب نے محبت سے اسے پاس بٹھا کر پوچھا۔ ”اچھے تو ہو بیٹے؟“ یہ سن کر بڑی ماں ایک دم رو

www.ksars.org

پڑی، ٹھاکر صاحب ہمدردی کے ساتھ بولے، "بھابھی جی! اپنے ہی اپنوں کا غم بانٹ سکتے ہیں۔ اگر آپ لوگ ہمیں اس قابل سمجھتے ہیں تو ہمیں بھی اپنی پریشانی بتائیں؟"

بڑی ماں پلو سے اپنی آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولیں۔ "بھائی صاحب کچھ نہ پوچھو، ہم کس آفت میں پھنس گئے ہیں۔ رات جب سونے کا وقت ہوتا ہے تو مندراج بابو کی آتما سارے گھر میں منڈلانے لگتی ہے۔ وہ کسی کو سونے نہیں دیتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے اسے چین نہیں ہے۔ گھر سے جہاں جہاں سے گزرتی ہے وہیں سے چیخنے چلانے کی آہ و زاریوں کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ سارا گھر ان کی دردناک آوازوں سے گونجنے لگتا ہے۔ صبح پو پھٹنے تک یہی سماں رہتا ہے۔ ہم نے دو تین پنڈتوں سے بھی گھر میں جھاڑ پھونک کرائی۔ مگر ابھی تک کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ساری رات ہم سب کی کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے۔"

یہ قصہ سن کر صندل بولی، "بڑی ماں آوازوں کے ساتھ ساتھ کیا تایا جی کی آتما دکھائی بھی دیتی ہے؟"

وہ بولیں، "دکھائی تو کچھ نہیں دیتا۔ بس ایک ہوا کے جھونکے کی طرح سرسراہٹ سی محسوس ہوتی ہے۔ جب ہم سب ان پر ناراض ہوتے ہیں کہ اب تم یہ دنیا چھوڑ چکے ہو، اب تمہارا یہاں کیا کام ہے اب تم پرلوک سدھارو۔ تو اور زیادہ چیخنے چلانے کی آوازیں آتی ہیں اور دروازے سے بھی بہت زور سے دھڑ دھڑانے کی آوازیں آتی ہیں۔ اتنی زور سے کہ ہم سب خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ بچے رونے لگتے ہیں۔"

صندل بولی، "بڑی ماں آپ ہر روز شام کو سورج ڈھلنے سے پہلے سارے گھر میں لوبان کی دھونی دیا کرو۔" اس پر مندراج بابو کا بیٹا بولا، "صرف لوبان کی دھونی سے کیا ہو گا اور پھر سورج ڈھلنے سے پہلے کیوں ضروری ہے؟"

صندل بولی، "بھیا جی، خوشی اور غم دو طرح کی لہریں ہیں۔ خوشی کی لہر ہلکی پھلکی نہایت ہی لطیف ہے۔ جب یہ لہریں ہمارے اندر سماتی ہیں تو ہم اس کی لطافت کو محسوس کر کے خوش ہو جاتے ہیں۔ غم کی لہر بھاری اور

www.ksars.org

دھوئیں کی مانند کثیف ہوتی ہے۔ جب یہ ہمارے اندر داخل ہوتی ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہمارا دماغ دونوں طرح کی لہروں کو جذب کرتا ہے اور خیالات کی صورت میں یہ لہریں دماغ سے باہر بھی نکلتی ہیں۔ لوبان جلانے سے گھر میں پھیلی ہوئی کثیف لہریں ختم ہو جاتی ہیں۔ سورج ڈھلنے کے قریب ہمارے دن کے حواس سست پڑنے لگتے ہیں۔ ہمارے اوپر سے کثیف لہریں ختم ہو جاتی ہیں۔

اس وقت لوبان کی دھونی گھر کی فضا کو ہلکا کر دیتی ہے۔ تو ہمارے دماغ کو سکون ملتا ہے اور وہ فضا میں سے زیادہ سے زیادہ لطیف لہروں کو جذب کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ گھر کی فضا ہلکی ہو گی تو تایا جی کی آتما کو بھی سکون ملے گا۔

باقی عمل میں اپنے گھر جا کر کروں گی۔ مگر مجھے امید ہے کہ یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔" بڑی ماں روتے ہوئے بولیں۔" ان کی اذیت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی ہے۔ بھگوان ان کی آتما کو سکون دے۔" ٹھاکر صاحب اور صندل انہیں دلاسا دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

www.ksars.org

حکم یا امر کی روشنیاں

مندراج بابو کے گھر سے لوٹنے کے بعد اس رات صندل وقت سے پہلے ہی عبادت والے کمرے میں چلی گئی اور اندر داخل ہوتے ہی اس نے حسب معمول اپنے رب کو ایک طویل سجدہ کیا پھر سلطان بابا کا تصور کر کے مراقبہ میں بیٹھ گئی۔ وہ مندراج بابو کی بھٹکی ہوئی آتما کے لئے سلطان بابا سے صلاح لینا چاہتی تھی۔ سلطان بابا کو یاد کرتے ہی سلطان بابا کی قبر سامنے آگئی۔ وہ اپنے دھیان میں سلطان بابا کی قبر کے اندر داخل ہوگئی۔ سلطان بابا نے محبت کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ صندل نے مندراج بابو کا سارا واقعہ سنایا۔ سلطان بابا بولے، ”آدمی کی غلط خواہشات اسے مرنے کے بعد بھی چین نہیں لینے دیتیں۔ مندراج بابو نے ہمزاد کی تسخیر کا عمل کر کے اپنے لئے جہنم کا دروازہ کھول لیا۔ صندل! ساری کائنات کی اشیاء روح کے ادراک کی ایک ایک صورت ہے۔ روح کا ادراک یہاں صورت بن کر سامنے دکھائی دیتا ہے۔ ہر صورت روح کی ایک صورت ہے۔ ہر صورت روح کی ایک تخلیق ہے۔ اللہ نے روح کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ اپنے اندر آنے والی روشنیوں کو تخلیقی صورت میں اپنی آنکھوں کے سامنے لا سکتی ہے۔ روح اللہ کے حکم کو جذب کرتی ہے۔ حکم یا امر کی روشنیاں روح کے دماغ میں جذب ہوتی ہیں۔ روح کا دماغ اسے معنی پہناتا ہے۔ یہ معنی گویا روشنیوں کی مخصوص ترتیب ہیں اور یہ ترتیب تخلیقی مراحل سے گزر کر شکل و صورت بن کر سامنے آجاتی ہے۔ انسان کی روح اللہ تعالیٰ کے دو امور پر کام کر رہی ہے۔ ایک وہ امور جو اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ دوسرے وہ امور جو اللہ کے ناپسندیدہ ہیں۔ ناپسندیدہ امور میں انسان کی خواہش نفسانی کو دخل ہے۔ مگر روح کی فطرت کے مطابق دونوں امور روح کے ذریعے روح کے ادراک کی صورتوں کی تخلیق کرتے ہیں۔ ہمزاد انسان کی نفسانی خواہشات کا عکس ہے۔ تسخیر ہمزاد کا عمل اس عکس کو تخلیقی صورت بخش دیتا ہے اور پھر اس کی طبیعت کے مطابق اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے منافی کام لیتا ہے۔ مگر مرنے کے بعد جب اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس کے ہر عمل کو کڑی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور اب ہر ناپسندیدہ عمل پر اس کی پکڑ ہو جاتی ہے۔ تو آدمی مرنے کے بعد سخت تنگی محسوس کرتا ہے اور پھر اس کی یہ بے چین روح جو اس کی نفسانی خواہشات کے تابع

www.ksars.org

ہے، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے بے قرار ہو کر اعراف سے زمین کی طرف دربدر پھرتی ہے۔ خود بھی اپنی بے بسی کی وجہ سے ناکام حسرتوں پر اذیت و کرب میں مبتلا ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرتی ہے۔"

صندل نے کہا، "سلطان بابا، پھر ایسے میں کیا کرنا چاہیئے؟" سلطان بابا بولے، "صندل تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟ اللہ پاک اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اس نے ایسے بہت سے دوستوں کو مخلوق کی خدمت پر لگا رکھا ہے جو اپنے روحانی تصرف سے ایسی پریشان حال روحوں کو سکون مہیا کرتے ہیں۔ تمہیں اللہ نے اپنی شکتی عطا کی ہے۔ جاؤ اور اپنی شکتی کی لہریں مندر راج بابو کی آتما کو منتقل کرو۔ تاکہ اس کی بیمار روح شفایاب ہو۔"

صندل نے عقیدت سے سلطان بابا کو دیکھا اور آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے اس نے ہاتھ جوڑ کر اپنے رب سے دعا مانگی کہ اس کے ذریعے مندر راج بابو کی آتما کو سکون نصیب ہو پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور جیسے جیسے اس کا سانس آہستہ آہستہ اندر جمع ہوتا اس کا جسم مثالی اس کے اندر سے باہر آتا جاتا۔ جب یہ جسم پورے کا پورا اس کے مادی جسم سے باہر آگیا تو اس کی سانس خود بخود اندر جا کر جیسے گم ہو گئی۔ اس کا تعلق مادی جسم سے ٹوٹ گیا۔ اس کے سارے حواس جسم مثالی کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ یہ لطیف جسم اپنے خول سے باہر نکلتے ہی ایک لمحے کو ذرا ٹھٹکا۔ پھر اپنے مادی خول پر ایک اچٹتی نظر ڈالی اور سامنے کی دیوار سے باہر نکل گیا۔ نہایت تیزی سے سفر کرتی ہوئی صندل کی روح سیدھی مندر راج بابو کے گھر پہنچی۔ جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوئی اس نے دیکھا کہ آدھی رات ہونے کے باوجود بھی سارا گھر جاگ رہا ہے۔ بچے نیند کے مارے رو رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے سارے بڑے بھی گھبرائے ہوئے ہیں۔ مندر راج بابو کی کراہنے کی بڑی زور زور سے آوازیں آ رہی ہیں۔ صندل نے آواز کی سمت دیکھا۔ اس کی نظر مندر راج بابو پر پڑی۔ ایک لمحے کو افسوس کی لہر اس کے سر سے پاؤں تک گزر گئی۔ اس نے دیکھا۔ مندر راج بابو کے سارے جسم پر کھال نہیں ہے۔ چھلے ہوئے جسم سے خون جھلک رہا ہے۔ جیسے سارا جسم ایک بہت بڑا زخم ہو۔ اس میں سخت جلن اور درد تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مسلسل آہ و زاری کرتے اور رنج و کرب میں مبتلا تھے۔ ان سے چلا بھی نہ جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ دنیا میں رہنے پر مجبور تھے۔

www.ksars.org

صندل پوری طرح ان کے سامنے آگئی۔ وہ اپنی ہی تکلیف میں تڑپ تڑپ کر چلائے جا رہے تھے۔ صندل نے بالکل قریب آ کر کہا، "تایا جی" اپنا نام سن کر وہ چونک گئے اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ صندل کو دیکھ کر ایک دم چلا پڑے۔ "صندل بیٹی یہ تو ہے؟" پھر وہ رو پڑے۔ "دیکھ تو میری کیا حالت ہو گئی۔" صندل بولی، "تاؤ! پرماتما کی پکڑ سے ڈرتے رہنا ہی اچھا ہے۔ وہی سب کچھ ہے۔ اسی سے دیا کی بھیک مانگو۔ وہی آپ کی تکلیف دور کرے گا۔ جو بندے دنیا میں اپنا وقت صرف اپنے لئے گزارتے ہیں۔ انہیں بھگوان ان ہی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے روح کا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔" مندراج بابو سخت اذیت کی حالت میں آہ بھر کو بولے، "صندل تو ٹھیک کہتی ہے تو بڑی سیانی ہے بیٹی۔ بھگوان مجھ پر دیا کرے۔ میں نے سب کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے نہایت درد بھری آہ کھینچی۔

صندل کے اندر رحم کی موجیں اٹھنے لگیں۔ اس کی پھیلی ہوئی دونوں ہتھیلیاں مندراج بابو کے سر پر تھیں۔ اور اس کے اندر سے روشنیاں نکل کر ان کے سر میں دھار کی طرح جذب ہونے لگیں۔ جیسے جیسے صندل کی روشنیاں ان کے اندر داخل ہوتی جاتیں۔ ان کے جسم کے زخم آہستہ آہستہ مندمل ہوتے دکھائی دیتے۔ کچھ دیر بعد مندراج بابو کے جسم پر کھال آگئی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ صندل نے اپنے ہاتھ ہٹا لئے اور پھر مندراج بابو کا بازو تھام کر بولی، "تاؤ چلو یہ اب تمہارا گھر نہیں ہے۔ اب اپنے نئے گھر جاؤ۔"

مندراج بابو خاموشی سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے صندل کے سہارے چلنے لگے۔ ان کے چہرے پر حسرت و ناکامی کی سیاہ جھلک تھی۔ سارے گھر والے کچھ دیر تو آواز پر کان دھرے بیٹھے رہے۔ دکھائی انہیں کچھ نہیں دیتا تھا۔ بس وہ تو صرف آوازیں ہی سنتے تھے۔ جب گھر میں خاموشی چھا گئی تو سب نے شکر ادا کیا اور اپنے بستروں پر تھک کر سو گئے۔

صندل مندراج بابو کو لے کر گھر سے باہر نکلی اس نے حد نگاہ پر دیکھا۔ اعراف کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ انہیں لے کر چند ہی لمحوں میں اعراف کی سرحد پر پہنچ گئی۔ اس سرحد پر ایک سرنگ بنی تھی۔ اس سرنگ پر بڑا سا بورڈ تھا جس پر لکھا تھا۔ دنیا سے اعراف میں داخل ہونے کا راستہ۔ اس سرنگ پر ایک گارڈ کھڑا تھا۔

www.ksars.org

صندل نے آگے بڑھ کر اسے اپنا کارڈ دکھایا اور مندراج بابو کو اندر بھیج دیا۔ مندراج بابو سہمے سہمے کھوئے کھوئے سے تھے۔ صندل نے دلاسے کے طور پر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔ ”تایاجی۔ بھگوان بہت دیالو ہے۔ اسی سے دیا کی بھیک مانگتے رہنا۔“ مندراج بابو چپ چاپ اندر چلے گئے۔

اندر ایک اور گارڈ نے ان کا بازو تھام لیا اور آگے بڑھ گیا۔ صندل وہاں کھڑی دیکھتی رہی۔ اس کی نظر مندراج بابو کو اعراف میں بھی دیکھ رہی تھی۔ سرنگ ختم ہوئی تو ایک اور گارڈ نے انہیں تھام لیا اور اپنے ساتھ لیجا کر انہیں ایک اونچی سی بلڈنگ کے ایک کمرے میں چھوڑ دیا۔ کہنے لگا، ”آج سے یہ تمہارا گھر ہے۔“

صندل سرنگ کے باہر کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جب مندراج بابو اپنے گھر میں بیٹھ گئے تو پھر وہ بھگوان کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس لوٹی۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنے گھر کی دیوار کے قریب تھی۔ اس نے دیوار پر نظر ڈالی اور پھر اس کے اندر داخل ہو گئی۔ اندر کمرے میں اس کا جسم مراقبہ کی حالت میں ساکت بیٹھا تھا۔ وہ اپنے جسم کے اندر سما گئی۔ جسم میں حرکت کی لہر آ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور زبان سے کہا، ”ہے بھگوان تو بڑا دیالو ہے۔ اپنے بھگتوں کے طفیل میرے تاؤ پر اپنا رحم کرنا۔“ یہ کہہ کر وہ سجدے میں گر گئی۔ اس دن کے بعد پھر کبھی مندراج بابو کی آوازیں ان کے گھر میں کسی نے نہیں سنیں۔

ایک رات وہ لیٹی تو بار بار شہباز کی صورت اس کے سامنے آنے لگی۔ اس کا دل بے قرار ہو گیا۔ بستر پر کروٹیں بدل بدل کر وہ بار بار شہباز کو اپنے ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتی مگر اس کا خیال اس کے ذہن سے جیسے چپک کر رہ گیا۔ اب اسے تشویش ہوئی کہ جانے شہباز کس حال میں ہے۔ اتنے دن ہو گئے اسے دیکھے ہوئے۔ بستر پر نہ لیٹا گیا تو وہ اٹھ کر عبادت والے کمرے میں آ گئی اسے یوں لگا جیسے شہباز اسے پکار رہا ہے۔ اس کی بے قراری بڑھنے لگی۔ اسی حالت میں اس نے آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ شہباز ایک کمرے میں تنہا لیٹا ہوا ہے۔ وہ سخت بیمار ہے۔ یہ دیکھ کر صندل پریشان ہو گئی۔ اس کے دل میں سینکڑوں خیالات آنے لگے۔ اتنی طبیعت خراب ہے تو اکیلا کیوں ہے۔ کیا وہ کسی سے نہیں ملتا۔ کیا اس کے ماں باپ کو اس کی بیماری کا پتہ نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو۔ وہ بیمار ہے اور مجھے اس کے پاس جانا ہے۔

www.ksars.org

مگر اتنی رات گئے میں گھر سے نکلی اور کسی نے دیکھ لیا تو صحیح نہیں ہو گا۔ اسے سلطان بابا یاد آئے۔ اس نے ان کی طرف دھیان لگایا تو سلطان بابا فوراً سامنے آ گئے۔ صندل نے ساری صورتحال سے انہیں آگاہ کیا۔ سلطان بابا یہ سن کر خلاء میں ایک جانب دیکھنے لگے۔ پھر بولے، "صندل تو ٹھیک کہتی ہے وہ سخت بیمار ہے اور تجھے یاد کر رہا ہے۔ جا بیمار عشق کا علاج محبوب کا دیدار ہے۔ عشق کے طور پر دیدار کی طلب رد نہیں کی جاتی۔ اللہ پاک اس کی سکت دیکھنا چاہتا ہے۔"

یہ کہہ کر سلطان بابا نے اپنے گلے کا ایک بڑا سا رومال اتارا اور صندل کے سر پر ڈال دیا اور بولے، "جا اب تجھے دنیا والے دیکھ نہیں سکیں گے۔ شہباز کے سامنے جا کر یہ رومال اتار لینا۔"

صندل نے آنکھیں کھولیں تو اس کے سر پر سلطان بابا کا رومال تھا۔ وہ چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ذہن میں شہباز کی پکار گونج رہی تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ حویلی سے باہر نکلی تو گاؤں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کے دل نے کہا، "سلطان بابا، مدد کرنا۔" اسی دم اس کے سامنے ایک ہلکی سی روشنی کی شعاع دکھائی دی۔ اس کے دل نے کہا، اسی شعاع کے اندر چلتی رہی تو شہباز تک پہنچ جائے گی تیز تیز قدم بڑھاتی وہ جلد ہی شہباز کے گھر تک پہنچ گئی۔ یہ بستی سے دور الگ تھلگ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس کے دروازے پر ٹاٹ کا پردہ لگا تھا۔ صندل نے خاموشی سے پہلے پردہ ہٹا کر جھانکا شہباز زمین پر دوزانو بیٹھا آہ و زاری کر رہا تھا۔ صندل اندر داخل ہوئی۔ اس نے سلطان بابا کا رومال سر سے اتارا اور پکارا، "شہباز۔"

شہباز نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں ایک بجلی چمکی۔ شہباز نے زور سے ایک چیخ ماری اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ صندل تیزی سے آگے بڑھی۔ خاموش اندھیرے میں اس کی سسکیاں بلند ہونے لگیں۔ اس نے بے ہوش شہباز کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ سسکیوں کے درمیان سلطان بابا کا سکھایا ہوا اسم پڑھ کر اس کی پیشانی پر پھونکتی رہی۔ تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ گیا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ کچھ دیر سکوت کے بعد بولا، "صندل دیوی! اتنی رات گئے آپ اکیلی یہاں کیسے آئیں؟ آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہو گی۔ صندل دیوی! آپ نہیں جانتیں آپ میرے لئے کیا ہیں۔"

www.ksars.org

صندل نے پلو سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور بولی، "سب کچھ رب کی طرف سے ہے۔ وہ کس کے دل میں کیا ڈال دیتا ہے۔ کون جان سکتا ہے۔ اپنی حالت سنبھالو۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سلطان بابا کا رومال سر پر رکھا اور دروازے سے باہر نکل گئی۔ شہباز گم سم اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

سارے راستے اس کی آنکھیں اشک برساتی رہیں۔ حویلی میں داخل ہو کر وہ سیدھی عبادت والے کمرے میں آئی اور سجدے میں گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتے روتے اس پر ایک غشی سی طاری ہوگئی۔ اس غشی میں اسے اپنا جسم ایک نور کا ہیولا محسوس ہوا۔ یہ ہیولا اس کے جسم سے نکلا اور آسمان میں گم ہوگیا۔ عشق کی بیخودی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو کھڑکی سے روشنی اندر آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر باہر آئی۔ صبح ہو چکی تھی۔ صحن میں کوئی نہ تھا۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر باہر نکلی تو حویلی کے دروازے پر زور سے کوئی دستک دے رہا تھا۔ خادم نے دروازہ کھولا۔ آواز سن کر ٹھاکر صاحب بھی صحن میں آگئے۔ انہوں نے وہیں سے خادم کو آواز دی۔ "خادم یہ صبح صبح دروازے پر کون ہے ذرا دیکھنا۔" خادم بولا، "حضور ملنگ بابا ہیں۔"

"ملنگ بابا" کا نام سنتے ہی ٹھاکر صاحب چونک کر کھڑے ہوگئے اور دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔ دروازے پر ملنگ بابا گلے میں موٹی موٹی عقیق کی مالائیں پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ صندل بھی ملنگ بابا کا نام سن کر کھڑی ہوگئی۔ ٹھاکر صاحب بولے، "آیئے آیئے ملنگ بابا۔ آیئے۔" ملنگ بابا قریب آئے۔ ٹھاکر صاحب نے ان کے قدم چومے اور نہایت ادب سے پرنام کیا۔ صندل نے بھی ہاتھ جوڑ کر انہیں پرنام کیا۔ ملنگ بابا نے نہایت غور سے صندل کو دیکھا۔ اور پھر بولے، "صندل تو بھاگوان ہے۔ رب کی نظر نے تجھے مٹی سے سونا بنا دیا ہے۔" یہ کہہ کر ملنگ بابا نے سینے پر ڈھیر ساری مالاؤں کے نیچے ہاتھ ڈالا۔ پھر جب باہر نکالا تو ان کے ہاتھ میں صندل دیوی کا سونے کا وہی بت تھا جو بہت پہلے شہنشاہ جنات نے دیا تھا۔ اس پر صندل دیوی کا نام لکھا تھا۔ صندل نے خوشی سے مسکراتے ہوئے بت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایک نظر میں اس پر لکھی عبارت اور اپنا نام پڑھا۔ پھر برابر کھڑے اپنے باپو کے ہاتھ میں بت دے کر ملنگ بابا

www.ksars.org

کے قدموں میں تعظیماً جھک گئی۔ ان کے قدم چومے۔ ملنگ بابا یہ کہتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے۔ ”حق عشق ہے۔ حق محبت ہے۔“ وہ یہی دہراتے ہوئے آن کی آن میں دروازے سے باہر نکل گئے۔

ٹھاکر صاحب نے صندل کو اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کے بال چومے اور بولے، ”بیٹی! صندل دیوی کا خطاب تجھے شہنشاہ جنات کی جانب سے ملا ہے۔ اس پر یہی لکھا ہے۔“ صندل بولی، ”باپو بہت پہلے یہ اعزاز مجھے عالم جنات میں حاضری کے دوران دیا گیا تھا۔ مگر جب میں صبح کو سو کر اٹھی تو یہ بت غائب تھا۔ سلطان بابا نے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ دیوی کا روپ دھارن کرنے کے لئے تمہیں ابھی اور گھٹناؤں سے گزرنا ہے۔ تمہارا یہ تحفہ ہمارے پاس امانت ہے۔ وقت آنے پر تمہیں مل جائے گا اور باپو اس کے ساتھ شہنشاہ جنات نے ایک کارڈ بھی دیا تھا کہ یہ کارڈ دکھا کر تم جب چاہو عالم جنات میں آسکتی ہو۔ معلوم نہیں وہ کارڈ کہاں ہے؟ ملنگ بابا کیوں نہیں لائے۔ ویسے باپو آپ کی آشیرباد سے مجھے کبھی عالم جنات میں داخل ہونے سے روکا نہیں گیا۔“

ٹھاکر صاحب نے پیار سے صندل کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے، ”بیٹی! بھگوان نے کائنات کی ہر شے کو کسی نہ کسی مقصد کے لئے بنایا ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے مقصد حیات کو پہچان کر اپنے ارادے کے ساتھ خوشی خوشی پرماتما کے حکم کو سویکار کرلیتا ہے تو پرماتما اس کے لئے آکاش میں راہیں کھول دیتا ہے۔“

پھر ٹھاکر صاحب نے صندل دیوی کا بت صندل کو دیتے ہوئے کہا، ”بیٹی اسے صندل دیوی والے کمرے میں رکھ دے۔ بھگوان کے راز ہر کسی کو دکھانے کے نہیں ہوتے ہیں۔“ سب لوگ ابھی تک سو رہے تھے۔ صندل نے وہ بت الماری میں رکھ دیا اور سوچنے لگی۔ باپو ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اپنے راز کسی کو بتانے سے کیا فائدہ۔

اس خیال کے ساتھ ہی شہباز اس کے سامنے آگیا۔ اپنے خیال کی روشنی میں اسے یوں لگا جیسے شہباز اس کے سامنے سے تیزی کے ساتھ اس کی جانب آیا اور اس سے ٹکرا گیا۔ اس کے سارے بدن میں ایک لطیف سا کرنٹ دوڑ گیا۔ جس نے اس کے روئیں روئیں میں خوشبو پھیلا دی۔ وہ بھجن گاتی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔ آج اس کی آواز میں ایسا سحر تھا کہ سب لوگ صحن میں نکل آئے۔ خادم نے دوڑ کر چٹائیاں بچھادیں۔ سب صندل کی مسحور کن آواز

www.ksars.org

میں آواز ملائے رب کی حمد وثناء کے گیت گاتے رہے۔ عقیدت سے جھومتے رہے اور آخر میں تعظیم کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سر جھکا دیا۔ سب کی زبان پر یہی کلمات تھے،"ایشور تیرے بہت سے نام ہیں۔ ہر نام تیری شوبھا ہے۔ تو ہی گیان ہے۔"

اگلی مرتبہ جب صندل عالم جنات میں گئی تو اسے پتہ چلا کہ جو ویزا کارڈ شہنشاہ جنات نے صندل کو اعزازی طور پر دیا تھا۔ وہ کارڈ عالم جنات میں تمام گارڈ جنات کے پاس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صندل کے وہاں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تمام گارڈ جنات اسے پہچانتے ہیں۔

کچھ دنوں بعد ناگ پنچھمی کا تہوار آ گیا۔ اس دن سانپوں کو دودھ پلایا جاتا ہے۔ رات ابھی گہری نہیں ہوئی تھی کہ پڑوس سے بری طرح چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ محلے کے تمام لوگ باہر نکل آئے۔ صندل بھی سب گھر والوں کے ساتھ دروازے پر کھڑی تھی۔ اسی اثناء میں خادم آواز کی سمت دوڑ گیا۔ جو قریب سے ہی آ رہی تھی۔ چند منٹ بعد ہی وہ دوڑتا ہوا واپس آیا۔ ہانپتے ہوئے اس کے منہ سے یہ جملے نکلے۔"سرکار! ہر دیال کا گھر سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے جھانکا تو صحن میں بہت سارے ناگوں کے درمیان ان کی اکلوتی بیٹی رتنا بے سدھ پڑی تھی۔ میں الٹے پاؤں بھاگ آیا۔"صندل اپنی اوڑھنی کا پلو چہرے پر نیچے سرکاتی ہوئی بولی،"خادم چاچا مجھے وہاں لے چلو۔"

خادم بولا،"چھوٹی بی بی وہاں تو بڑے بڑے ناگوں سے صحن بھرا ہوا ہے۔ کسی کو جانے کی ہمت نہیں ہے گھر والے کمرے میں دروازہ بند کئے چلا رہے ہیں۔"

صندل ایک دم قدم بڑھاتے ہوئے بولی، "باپو، آپ مجھے وہاں لے چلو مجھے جانا ہی ہو گا۔"چودھرائن اور گھر کے سارے لوگ بیک آواز حیرت سے بول اٹھے۔"صندل تو وہاں جائے گی؟"

صندل رکی نہیں وہ تیز تیز چلنے لگی آخر اس کے پیچھے ٹھاکر صاحب بھی دوڑے۔ سارا محلہ ہر دیال کے دروازے کے باہر کھڑا زور زور سے شور مچا رہا تھا کہ شاید ناگ شور سن کر بکھر جائیں اور وہ رتنا کو اٹھا لیں۔ اتنے میں

www.ksars.org

کوئی سپیرا بین بھی لے کر آ گیا۔ وہ دروازے کے باہر بین بجانے لگا۔ صحن سے دروازے تک سینکڑوں کی تعداد میں سانپ موجود تھے۔ صندل دروازے پر پہنچی تو اس نے ایک لمحے رک کر گھر کے اندر یہاں سے وہاں تک نظر ڈالی۔ اندر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ صحن کے بیچوں بیچ رتنا بے سدھ پڑی تھی۔ بڑے بڑے ناگوں نے اسے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ وہ دروازے کی چوکھٹ پر پہنچ گئی۔ پھر اس نے لوگوں کی طرف اپنا رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سارے لوگ ایک دم چپ ہو گئے۔ سپیرے نے بھی بین اپنے ہونٹوں سے ہٹا لی۔ اب صندل نے زور سے سانپوں کو مخاطب کرتے ہوئے آواز دی۔ "اے عالم جنات کے شریر باسیو! تمہیں شہنشاہ جنات کی جانب سے حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً شاہی دربار میں حاضری دو۔ تم سانپ بن کر صندل دیوی کی نگاہ سے نہیں چھپ سکتے۔" سانپوں کو اس طرح للکارنے کے ساتھ ہی صندل نے اپنے چہرے سے پلو ہٹایا اور گھور کر سانپوں کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہ نے تمام سانپوں کو جیسے ہپناٹائز کر دیا۔ وہ دونوں اطراف میں سمٹنے لگے اور درمیان سے راستہ بن گیا۔ صندل سانپوں کو گھورتی ہوئی اس راستے پر چلتی ہوئی اندر آ گئی۔ سب لوگ حیرت سے صندل پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ صندل رتنا کے قریب آئی۔ اسے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ وہ بالکل نیلی ہو رہی تھی۔ صندل نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ پھر نہایت جلال میں بولی، "اس کا قاتل کون ہے؟" کوئی بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔ صندل پھر نہایت ہی گرجدار آواز میں للکاری۔ "میں پوچھتی ہوں۔ اس کا قاتل کون ہے؟"

تمام سانپوں نے گردن نیچے کر لی۔ صندل نے گھور کر ایک سانپ کو دیکھا۔ پھر ایک سانپ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اسی وقت وہ سانپ تلملاتا ہوا اس کے قدموں میں آن گرا۔ صندل غضبناک نظروں سے اسے گھورتی ہوئی بولی، "تو تم ہو رتنا کے قاتل؟" پھر اس نے باقی تمام سانپوں سے کہا، "اسے شہنشاہ جنات کے پاس لے جاؤ ہم وہیں ملیں گے۔"

یہ سنتے ہی تمام سانپوں نے قاتل سانپ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور اسے لے کر دروازے کی جانب بڑھے۔ تمام لوگ دروازے پر کھڑے اندر کا نظارہ کر رہے تھے۔ جیسے ہی سانپ دروازے کی جانب بڑھے سب لوگ گلی

www.ksars.org

کے اطراف میں سمٹ گئے۔ تمام سانپ گلی سے گزر کر اس کے سرے پر پہنچے۔ سب کی نگاہیں ان پر ٹکی ہوئی تھیں۔ گلی کے نکڑ پر پہنچ کر ایک دم تمام کے تمام سانپ غائب ہو گئے۔

صندل تیزی سے رتنا کے پاس آئی اس کے گھر والے اس کے پاس بیٹھے دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ صندل نے رتنا کی ماں کی پشت پر ہاتھ رکھا اور ملائم لہجے میں بولی، "ماں جی! اوپر والے نے اسے اتنی ہی زندگی دی تھی۔ صبر کرو۔ یہ سب جنات ہیں جو سانپ کا روپ دھار کر لوگوں کو ستانے چلے آتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو انہیں ان کے کئے کی کڑی سزا ملے گی۔" رتنا کی ماں فرط غم میں اور زیادہ زور زور سے رونے لگی۔

صندل بہت خاموشی سے گھر واپس لوٹ آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ سارے گھر والے بھی واپس آ گئے۔ سب اپنی اپنی جگہ چپ تھے۔ اس حیرت انگیز واقعہ کے بعد سب کا دماغ جیسے سن ہو کر رہ گیا تھا۔ صندل سیدھی عبادت والے کمرے میں آئی اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ صندل سے کچھ کہے۔ صندل نے سب سے پہلے اپنے رب کے آگے ماتھا ٹیکا پھر آنکھیں بند کر کے سلطان بابا کے تصور میں بیٹھ گئی۔ شہنشاہ جنات کے دربار میں جانے سے پہلے وہ سلطان بابا کو اس قصے کی خبر کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ سلطان بابا سے صحیح رہنمائی مل سکے۔ وہ سلطان بابا کی قبر پر پہنچ گئی۔ قبر کی سیڑھیاں اتر کر جب دو عالم اعراف میں سلطان بابا کے پاس پہنچی تو سلطان بابا کو پہلے ہی سے اپنا منتظر پایا۔ انہوں نے بڑی محبت سے صندل کو گلے لگایا اور بولے، "ہم تمہارے ہی انتظار میں تھے۔" صندل خوش ہو کر بولی، "مگر سلطان بابا آپ کیوں میرا انتظار کر رہے تھے؟" سلطان بابا نے بھی اسی خوشی کے ساتھ فرمایا، "اس لئے کہ تمہارے قدموں کی چاپ ہم نے سن لی تھی۔" "سچ سلطان بابا"۔ یہ کہہ کر صندل نے خوشی سے سلطان بابا کے ہاتھ چوم لئے۔

پھر وہ بولی، "آپ کو پتہ ہے کہ میں آج کس لئے آپ کے پاس آئی ہوں؟"

سلطان بابا بولے، "یہ ہم تم سے سننا چاہیں گے۔"

www.ksars.org

صندل نے رتنا کی موت اور سانپوں کا پورا واقعہ انہیں سنا دیا اور بولی، "سلطان بابا ناگ پنچھی کے تہوار کا سہارا لے کر شریر جنات نے جو ہولناک کھیل کھیلا اس کیلئے انہیں شہنشاہ جنات کی جانب سے عبرتناک سزا دلوانا چاہتی ہوں۔ تاکہ آئندہ کے لئے ایسے ہولناک واقعات ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں۔"

سلطان بابا ایک لمحے کے توقف کے بعد بولے، "صندل اللہ تیرے من کی مراد پوری کرے۔ تو بحیثیت چیف جسٹس کے یہ معاملہ شہنشاہ جنات کے حضور پیش کر وہ ضرور اپنے دربار میں سب کو حاضر ہونے کا حکم دیں گے۔ پھر اس کے بعد تو جو کچھ چاہتی ہے ان کے گوش گزار کر دینا۔"

صندل نے ادب سے سلطان بابا کے آگے سر جھکا دیا اور بولی، "سرکار مجھے آشیرباد دیں تاکہ اس میں مجھے کامیابی ہو۔" سلطان بابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر پیار سے اس کی پیشانی چوم کر بولے، "جا میرا آشیرباد ہر قدم پر تیرے ساتھ ہے۔"

صندل نے آنکھیں کھولیں رب کا شکر ادا کیا اور دعا میں اس کیس میں کامیابی کی درخواست کی۔ اس کے بعد وہ عالم جنات میں جانے کے لئے تیار ہوئی۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور ایک گہرا سانس اندر کھینچا اور آہستہ آہستہ اپنے جسم مثالی کو جسم سے علیحدہ کر لیا۔ چیف جسٹس کی ٹوپی اور گاؤن پہن کر وہ عالم جنات کی سرحد پر پہنچی۔ گارڈ نے ادب سے سر جھکا کر اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ صندل سب سے پہلے اپنے کورٹ پہنچی۔ آج کوئی کیس نہیں تھا۔ اس نے شہنشاہ جنات کے نام ایک پیغام بھجوایا کہ وہ فوری طور پر ملنے کی خواستگار ہے۔

www.ksars.org

شہنشاہ جنات کے نام ایک پیغام

شہنشاہ جنات سلیم الطبع جن تھا۔ وہ صندل کی ویسے بھی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے فوراً اسے طلبی کی اجازت دے دی۔ صندل نے تنہائی میں شہنشاہ جنات سے مل کر تمام واقعہ اس کے گوش گزار کیا اور کہا کہ میں نوع انسانی کی جانب سے یہ کیس ان تمام شریر جنات پر کرنا چاہتی ہوں تا کہ آئندہ کے لئے اس قسم کے واقعات کا سدباب ہو سکے۔ شہنشاہ جنات نے فرمایا۔ صندل دیوی، آپ کو جسٹس مقرر کرنے کا ہمارا مقصد یہی ہے کہ قوم اجنہ اور نوع انسانی کے درمیان ایک ایسی فضا قائم ہو جائے جس میں دونوں نوعیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ اپنے فرائض کو پہچان لیں۔ میری جانب سے آپ کو پوری پوری اجازت ہے کہ جہاں بھی آپ جنات اور انسانوں کے درمیان خلاف فطرت کوئی بات دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منافی کوئی بات دیکھیں آپ ان کی اصلاح کے لئے مناسب قدم ضرور اٹھائیں۔ صندل دیوی، کسی بھی بادشاہ کی حکومت دیرپا اسی وقت تک رہ سکتی ہے جب اس کے ملک میں امن و امان ہو۔ ملک میں بدامنی کا دور دورہ ہو تو بادشاہ کی حکومت بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ کوئی بھی بادشاہ اپنی حکومت سے آسانی کے ساتھ دستبردار ہونا نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں بادشاہ پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کو خوشحال اور پرسکون رکھے تا کہ رعایا اس سے خوش رہے۔ بادشاہ کی حکومت رعایا کی خوشی میں ہے۔

صندل شہنشاہ جنات کی بصیرت افروز باتیں سن کر بہت متاثر ہوئی۔ اس نے خوشی سے مسکرا کر اور سر جھکا کر ان کی باتوں پر خوشی کا اظہار کیا اور بولی، ”شہنشاہ جنات کا اقبال بلند ہو۔ آج میں جان گئی کہ بادشاہ تو بہت سے ہو سکتے ہیں مگر بادشاہت کے لائق ہر کوئی نہیں ہو سکتا۔“

شہنشاہ جنات نے رتنا کے کیس میں ملوث تمام جنات کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ مقدمے کی کارروائی باقاعدہ طور پر دوسرے دن سے شروع ہوئی۔ دوسری رات صندل جب عالم جنات میں پہنچی تو اسے اطلاع دی

www.ksars.org

گئی کہ اس کیس کی تمام کارروائی شروع سے آخر تک شہنشاہ جنات بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ کورٹ میں نہیں آئینگے بلکہ اسکرین پر اپنے محل میں تمام کارروائی کو ملاحظہ کرینگے۔ صندل نے کورٹ میں قدم رکھتے ہی اپنے رب کو یاد کیا تا کہ تائید الٰہی اس کے کاموں میں شامل ہو جائے۔ صندل نے یہ کیس رتنا کی جانب سے پیش کیا۔ رتنا جو مر چکی تھی اور مرنے کے بعد جسم مثالی یا روشنیوں کے جسم کے ساتھ زندہ تھی۔ جسم مثالی کی آنکھ جنات کو دیکھ سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صندل نے رتنا کی جانب سے کیس پیش کیا تا کہ وہ اپنے ساتھ گزری ہوئی حقیقت کو بیان کرے۔

رتنا کورٹ میں لائی گئی۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ناگ پنچھی کا تہوار گاؤں میں زور و شور سے منایا گیا۔ اس نے اپنے بزرگوں سے یہ سنا تھا کہ اس دن ناگوں کو دودھ پلایا جاتا ہے اور ناگ دودھ پلانے والے کو ڈستے نہیں ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ چند بار ناگ پنچھی کے دن ناگوں کو دودھ پلا چکی تھی۔ اس سال اس مخصوص رات کو ایسا ہوا کہ اس کے دل میں بہت شوق پیدا ہوا کہ وہ ناگوں کو دودھ پلائے۔ وہ اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ کمرے میں تھی۔ اس نے ناگوں کو بلانے کے لئے بین بجائی۔ کیونکہ سب لوگ اس دن بین بجا کر ناگوں کو بلاتے ہیں۔ میں نے بھی بین بجائی تو ایک بڑا سیاہ ناگ صحن کے اندر دکھائی دیا۔ کمرے سے اس کی بہن کی نظر صحن میں اس ناگ پر پڑی تو اس نے رتنا سے کہا۔ "دیدی، وہ دیکھو کتنا بڑا سیاہ سانپ ہے۔" جس جگہ کٹورے میں دودھ رکھا تھا سانپ نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ صحن کے بیچوں بیچ اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس کا پھیلا ہوا چوڑا پھن کمرے کی کھڑکی کے عین مقابل تھا۔ رتنا کھڑکی میں سامنے ہی کھڑی تھی۔ اس کی پشت پر دوسرے لوگ تھے۔ رتنا نے سانپ کو غور سے دیکھا۔ اس کے دل میں سانپ کی ایک کشش سی محسوس ہوئی۔ وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر آگئی کہ ماں میں اس سانپ کو دودھ پلاؤں گی۔ اسے باہر جاتا دیکھ کر اس کا باپو ہر دیال چلایا۔ "رتنا رک جا اتنے بڑے ناگ کے قریب نہ جا۔" مگر رتنا یہ کہتی ہوئی صحن میں نکل آئی کہ باپو دودھ پلانے کو ناگ کہاں ڈستے ہیں۔ آج تو ناگ پنچھی کا تہوار ہے ناگوں کو بھی اس کا علم ہے۔

یہ کہہ کر وہ کٹورے کی جانب بڑھی۔ جو ناگ سے کافی فاصلے پر تھا۔ اس نے وہ کٹورا اٹھا کر سانپ کے ذرا قریب رکھ دیا۔ اور جلدی سے واپس پلٹنے کے لئے مڑی تو دیکھا کہ صحن میں بیسیوں ناگ پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر

www.ksars.org

خوف سے اس کی چیخ نکل گئی۔ گھر والے جیسے سکتے میں آ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں۔ اب رتنا جدھر قدم بڑھاتی وہ جگہ ناگوں سے بھری ہوتی۔ رتنا اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بولی، "مائی لارڈ۔ اس دم مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ناگ زمین سے نکل رہے ہیں۔ مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ زمین سے نکلتے دکھائی بھی نہ دیتے تھے۔ بلکہ جدھر بھی صحن میں نظر کرتی تھی سانپوں کو موجود پاتی سب کی نظر مجھ پر تھی۔ میری حالت ایسی تھی جیسے میں مدہوش ہوں یا نشہ پلائی گئی ہوں۔ میرے باپو کی آواز آئی۔ "رتنا بھگوان کا نام لے کر ناگ پچھمی کا واسطہ دے۔"

میں نے نیم بے ہوشی کے عالم میں سب کچھ کہا۔ اس کالے ناگ کی نگاہوں سے آگ کی تیز گرمی کی لہر میری آنکھوں میں داخل ہونے لگی۔ جس نے رفتہ رفتہ میرے حواس کو معطل کر دیا۔ آخری بات جو ہوش و حواس کی مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ ایک انتہائی تیز گرم آگ کی لہر میری آنکھوں کے اندر لپک گئی۔ جس کو میری آنکھوں نے اک لمحے کو لُو کی طرح دور سے آتا دیکھا اور یہ لہر آنکھوں میں داخل ہو گئی۔ مجھے اپنی آنکھوں میں آگ داخل ہونے کا احساس ہوا اور پھر مجھے یوں لگا جیسے میرا سارا بدن آگ کے شعلوں میں گھر چکا ہے۔ میں خوب زور سے چیخی چلائی اور پھر میرے اندر سے یہ جسم ایک ہوا کے جھونکے کی طرح باہر نکل آیا۔ میرا جسمانی احساس ختم ہو گیا مگر میں اس روشنیوں کے جسم کے ساتھ وہیں پر صحن میں چڑیا کی طرح اوپر معلق کھڑی رہی، دیکھتی رہی اور اس ناگ پہچان لیا کہ یہی وہ ظالم ہے جو اجل بن کر میرے سامنے آیا ہے۔ پھر میں نے کمرے کے اندر اپنا ماتا پتا اور سب گھر والوں کو روتے پیٹتے دیکھا۔ میں صحن میں کمرے میں اور گلی میں ہر طرف بیک نظر دیکھ سکتی تھی۔ یہ جان کر مجھے حیرت بھی ہوئی کہ اب میری نظر سب طرف دیکھنے لگی ہے۔ پھر میں نے صندل دیوی کو بھی دیکھا جنہوں نے تمام ناگوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا اور تب مجھے معلوم ہوا کہ یہ جنات ہیں۔"

رتنا کا بیان سن کر کٹہرے میں کھڑے ہوئے تمام جنات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صندل نے رتنا سے پوچھا۔ "کیا تم ان جنات کو پہچان سکتی ہو؟"

www.ksars.org

اس نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تمام وہی ہیں جو اس وقت موقعہ واردات پر موجود تھے اور اس نے قاتل ناگ کو بھی پہچان لیا۔

پھر جنات کی جانب سے مقدمے کی پیروی کرنے والے وکیل نے رتنا سے سوال کیا۔"رتنا جی، کیا پہلے آپ اس بات سے واقف نہیں تھیں کہ ناگ کی فطرت میں ڈسنا ہے۔ پھر آپ صحن میں تنہا کیوں نکل آئیں؟"

رتنا بولی،"مائی لارڈ، سانپوں کی فطرت سے میں خوب واقف تھی اور اسی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے میرا باپو مجھے رک جانے کے لئے چلایا تھا۔ مگر میرا یہ یقین تھا کہ ناگ پنچمی کے دن دودھ پلانے والے کو ناگ نہیں ڈستا۔ یہ میرا پانچ سالوں کا تجربہ ہے۔مائی لارڈ، اگر یہ سانپ ہوتا تو ہرگز بھی نہ ڈستا اور اگر یہ تمام جنات جو اس قاتل جن کے دوست ہیں، ناگ ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ یہ سب مجھے صحن میں جانے کے لئے راستہ دے دیتے کیونکہ آدمی کے اندر یقین کی شکتی بھگوان کی قوت ہے اور بھگوان کی قوت کو توڑنا کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں ہے۔"رتنا کی اس بات پر وکیل نے پھر جراح کی۔"رتنا جی، اگر آپ کو اتنا ہی اپنی شکتی پر بھروسہ تھا اور یقین تھا تو پھر جنات نے آپ کو کیسے نقصان پہنچایا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے یقین میں کمی تھی اور اس درجے کے یقین کو لے کر آپ کا ناگوں کے سامنے جانا مناسب نہ تھا۔"

رتنا نے نہایت دلیری کے ساتھ بلند آواز میں کہا،"وکیل صاحب! مجھے آپ کے بیان سے اتفاق نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ناگوں کے سامنے نہیں کھڑکی سے صرف ایک ناگ کو دیکھ کر صحن میں آئی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرا یقین ناگوں پر تھا۔ جنات کا میرے ذہن میں دور دور تک کوئی خیال نہ تھا۔ اور میں آج بھی اپنے یقین پر قائم ہوں اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اگر جنات کی بجائے ناگ اس وقت ہوتے تو چونکہ میں انہیں دودھ پلا رہی تھی وہ مجھے کبھی نہ ڈستے اور میری جان نہ لیتے۔"

رتنا کا جواب سن کر وکیل نے معذرت کی اور اس کے جواب کو قبول کیا۔ پھر صندل نے اپنا بیان دیا۔ اس نے کہا کہ اس کیس میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو جنات انسانوں کو اپنا بھیس بدل کر دھوکہ دیتے ہیں اور ناحق

www.ksars.org

نقصان پہنچاتے ہیں ان کے اس جرم کا آئندہ ہمیشہ کے لئے سدباب کیا جائے۔ کورٹ کی جانب سے قاتل ناگ کا روپ اختیار کرنے والے جن کو ایک ہزار برس تک آگ کے شعلوں میں جلانے کی سزا دی گئی۔ باقی جنات کو اس کا ساتھ دینے پر آدھی سزا ملی۔ یعنی ان تمام کو پانچ سو برس تک آگ میں جلائے جانے کی سزا دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی شہنشاہ جنات کی جانب سے رتنا کے والدین کو قصاص یا خون بہا کے طور پر ایک تھال سونے کی اشرفیوں کا دیا گیا۔ یہ تھال صندل کی معرفت دیا گیا۔ صندل نے شہنشاہ جنات سے یہ گزارش کی کہ یہ تھال تمام لوگوں کے سامنے اسے دیا جائے۔

تیسرے دن شام کو صندل نے خادم کو اس کام پر لگایا کہ رتنا کی موت والے دن جو جو لوگ موجود تھے۔ ان سب کو جمع کرلیں۔ سب لوگ رتنا کے گھر صحن میں جمع ہو گئے۔ صندل صحن میں کھڑی ہو گئی۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے مقدمے کی کارروائی اور فیصلہ مختصراً بیان کیا اور شہنشاہ جنات کی جانب سے رتنا کے والدین کو ملنے والے انعام کی خبر دی۔ اسی وقت ایک جن تھال لے کر جو خوان پوش سے ڈھکا تھا، حاضر ہوا مگر اس جن کو سوائے صندل کے اور کوئی نہ دیکھ سکا۔ اس جن نے تھال صندل کے ہاتھ میں دیا۔ لوگوں نے دیکھا جیسے صندل کے ہاتھوں میں تھال خود بخود آگیا کیونکہ جن تو ان کی نگاہوں سے روپوش تھا۔ صندل نے رتنا کے ماتا پتا کو قریب بلایا۔ اس تھال کا خوان پوش ہٹایا۔ سونے کی زرد چمک نے سب کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ صندل نے پھر سے خوان پوش ڈھک دیا۔ اور نہایت خلوص کے ساتھ یہ خوان شہنشاہ جنات کی جانب سے انعام کے طور پر انہیں پیش کیا۔ تمام لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور سب لوگوں نے صندل دیوی کے لئے نعرے لگائے اور بہت سی دعائیں دیں۔ صندل نے سب کو یقین دلایا کہ بھگوان کی کرپا سے اب شریر جنات کو یہ جرأت نہیں ہو گی کہ وہ انسانوں کے یقین کو پامال کریں۔ پھر اس نے اوپر آکاش کی جانب ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا کہ اوپر والا سب کا خالق ہے۔ اسی کی قوت و شکتی سب مخلوق کے اندر کام کر رہی ہے۔ جو آدمی جس قدر اوپر والے رب سے ناطہ جوڑ کر اس کے قریب ہو جاتا ہے وہ اسی قدر اس کی شکتی سے قوت پاتا ہے۔

عالم جنات میں صندل کی خدمات سے سلطان بابا بہت خوش تھے۔ ایک روز انہوں نے نہایت ہی شفقت کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے، "بیٹی، اوپر والا جب کسی بندے سے خوش ہوتا ہے تو خلق میں اس بندے کو مقبول کر دیتا ہے۔ خلق میں بندے کی مقبولیت اس بندے کے لئے اللہ پاک کی رضامندی کی نشانی ہے۔" ابھی

www.ksars.org

سلطان بابانے یہ جملہ پورا ہی کیا تھا کہ صندل نے اپنے آپ کو کمرے میں دیوار کے قریب پایا۔ سلطان بابانے اسے رخصت کیا تو اس کا روشنی کا جسم دیوار کے اندر داخل ہو گیا۔ دیوار سے کمرے میں داخل ہو کر یہ جسم صندل کے مادی جسم میں داخل ہو گیا۔ صندل کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اس نے اپنے رب کو سجدے کئے۔ اس کا شکر ادا کیا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ بستر پر لیٹتے ہی اسے نیند آگئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت شفاف قد آدم آئینہ ہے۔ جو دونوں طرف سے چمکدار ہے، آئینے کے آگے صندل جوگن کے لباس میں کھڑی ہے، مگر یہ لباس دنیا کی طرح کا معمولی کھدر کا نہیں ہے بلکہ نہایت ہی ملائم ریشم کا ہے، اس کی اوڑھنی نہایت ہی خوبصورت کڑھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی صندل نے بہت قیمتی زیورات پہنے ہوئے ہیں۔ تمام زیورات قیمتی پتھروں کے ہیں۔ اس کے ماتھے کی بندیا ستارے کی طرح جھلمل کر رہی ہے۔ اس پر صندل کا روپ حوروں کو شرمارہا ہے۔ اس نے دیکھا آئینے کی دوسری جانب سلطان بابا کھڑے ہیں۔ ان کے جمال پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی ایک نظر تو ہر شے کو اوپر سے دیکھ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی آنکھ سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اس نظر سے خود اپنے وجود کی حرکات و سکنات بھی دیکھ رہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی صندل کی نگاہیں آئینے پر جم گئیں۔ مگر اس آئینے کے بالمقابل کھڑے ہونے کے باوجود بھی آئینے میں اس کا اپنا عکس نہ تھا بلکہ آئینہ بالکل شفاف تھا۔

صندل چند لمحے اسی طرح ساکت و جامد آئینے کے سامنے کھڑی آئینے کو گھورتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی نگاہ آئینے کی گہرائی میں داخل ہو گئی۔ انتہائی گہرائی پر اس نے دیکھا کہ آئینے کی پشت پر کھڑے ہوئے سلطان بابا کا نور جمال آئینے کے اندر داخل ہو کر دوسری سطح پر باہر کی جانب ابھر رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نور نے شہباز کی صورت اختیار کر لی۔ آئینے میں شہباز کا عکس نمودار ہو گیا۔ صندل کی نگاہیں اسی طرح آئینے پر جمی ہوئی تھیں کچھ دیر بعد اس کی پلکیں جھپکیں۔ اس کے چہرے پر حیاء کی لالی پھیل گئی۔ یاقوتی ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس نے شرما کر آئینے سے اپنی نظریں ہٹالیں۔ اب وہ جدھر نگاہ ڈالتی وہیں پر شہباز کا عکس اسے مسکراتا نظر آتا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ ادھر کو اب میں صندل نے آنکھیں کھول دیں، روح کا نشہ سرور بن کر اس کے تن بدن پر چھا گیا۔ کچھ دیر تک سرور کی اس کیفیت نے اسے بے خیال کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ کبھی سلطان بابا اور کبھی شہباز کی تصویریں ذہن میں آنے

www.ksars.org

لگیں۔ اس کے ساتھ ہی خواب کے سین دوبارہ ذہن کے پردے پر ابھرنے لگے۔ اس کے ذہن نے سوال کیا۔ سلطان بابا کی روشنیاں آئینے کے ایک رخ میں جذب ہو کر دوسرے رخ پر شہباز کی صورت میں کیسے نمودار ہو گئیں۔ ذہن نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دیا۔ شہباز پر سلطان بابا کا کامل تصرف تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اے بھگوان، سب تیرے ہی روپ ہیں۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

اب محلے پڑوس کی عورتیں بڑی عقیدت سے صندل کے پاس آتیں۔ اپنے مسئلے بیان کرتیں۔
اپنی بیماریوں کا حال کہتیں اور صندل کی جھاڑ پھونک، دم درود سے شفاء پاتیں۔ کوئی مسلمان آتا تو اس پر اللہ کا نام لے کر دم کر دیتی اور کوئی ہندو آتا تو بھگوان کا نام لے پھونک دیتی۔ اس کا کہنا تھا کہ سب کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ اس ایک ہستی کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ کوئی اسے کسی نام سے پکارتا ہے، کوئی کسی نام سے۔ جو جس کو پسند ہوتا ہے اسی نام سے اسے بلاتا ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے تو وہ اپنے رب کو ہر نام کے ساتھ پہچان لیتا ہے۔ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے سے اندر کا شیطان مر جاتا ہے۔

ایک دن صبح صبح محلے کی ایک مسلمان عورت آئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ کہنے لگی صندل دیوی آپ
کی دعاؤں سے اللہ نے ہماری سن لی ہے۔ ہمارا حج پر جانے کا پروگرام بن گیا ہے۔ آپ کی دعاؤں کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ صندل کے منہ سے بے خیالی میں نکلا۔ "فکر نہ کرو۔ میں تم سے وہیں ملوں گی۔" وہ عورت خوش ہو کر چلی گئی۔ حج سے ایک رات پہلے صندل اپنے عبادت والے کمرے میں رب کے دھیان میں بیٹھی تھی کہ سلطان بابا سامنے آ گئے۔ کہنے لگے صندل کل حج کا دن ہے۔ اللہ نے تجھے اپنے گھر کا بلاوہ دیا ہے۔ تو کل برت (روزہ) رکھ کر سارا دن کمرے میں اپنے رب سے دھیان لگائے رکھنا۔ تیرا حج تیری آتما کا حج ہے۔ آتما ہندو یا مسلمان نہیں ہے بلکہ آتما تو صرف ایک رب کو پہچانتی ہے۔ جب کوئی بندہ اپنی آتما کو پہچان لیتا ہے اور اپنی آتما کے تقاضوں کے ساتھ اپنی زندگی کی تمام حرکات کو جوڑ دیتا ہے تو اس کا ہر عمل اس کی روح کے تابع ہو جاتا ہے۔ روح اللہ کے امر کو بندے تک پہنچاتی ہے۔ اپنی روح کا وقوف رکھنے والے بندے کے اندر اللہ تعالٰی کا امر متحرک ہو جاتا ہے۔ امر کا شعور روح ہے۔ پس وہ اپنے خالق کو خوب پہچانتی ہے۔ وہ اپنے رب کے سوا کسی کو نہیں جانتی۔ صندل تو بڑی بھاگوان ہے۔ اللہ تجھ سے خوش ہے۔

www.ksars.org

دوسرے دن صندل نے حسب معمول صبح تڑکے اٹھ کر اشنان کیا۔ اپنی خوبصورت آواز میں بھجن گائے۔ سارا گھر آہستہ آہستہ اٹھ کر اس کے ساتھ بھجن گانے میں شامل ہو گیا۔ اس نے سب کے منہ میں پوجا کی تھال سے بتاشے ڈالے۔ ٹھاکر صاحب نے نہایت محبت سے ایک بتاشہ تھالی سے اٹھا کر صندل کے منہ میں ڈالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ صندل مسکرا کے بولی، "باپو، آج میرا برت ہے۔" ٹھاکر صاحب نے محبت کے ساتھ بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعائیں دیں۔ صندل نے ماں کے کان میں آہستہ سے کہا۔ ماں آج میرا برت ہے۔ میں سارا دن دھیان میں رہوں گی۔ مجھے کوئی نہ بلائے۔ یہ کہہ کر صندل دیوی والے کمرے میں چلی گئی۔ لوبان جلایا، کمرہ بند کیا اور عبادت میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کا ذہن یکسو ہو گیا۔ اس کے قلب سے اللہ ہو کی صدا جاری ہو گئی۔ اس صدا کے ساتھ ہی اس کے اندر والی صندل جسم سے باہر آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ احرام باندھے ہوئے ہے۔ یہ احرام سفید رنگ کا ٹخنوں تک کا لباس ہے۔ اس پر سفید رنگ کا اسکارف ہے۔ وہ سیدھی سلطان بابا کی قبر پر پہنچی۔ قبر کی پائنتی پر نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بنی تھیں۔ وہ ان سیڑھیوں سے اتر کر نیچے پہنچی۔ نیچے سلطان بابا کے محل کے دروازے پر پہنچتے ہی اس کی ملاقات سلطان بابا کے ساتھ ہو گئی۔ سلطان بابا نے بھی احرام باندھا ہوا تھا۔ اس نے سلطان بابا کو ادب سے سلام کیا۔ سلطان بابا نے صندل کا ہاتھ پکڑا، دونوں نے ایک ساتھ قدم اٹھائے اور اسی وقت کعبہ شریف سامنے آ گیا۔ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے دوسرے حاجیوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ طواف سے فارغ ہو کر جب وہ آب زم زم کی جانب جا رہے تھے تو پڑوس کی عورت جو حج پر جا رہی تھی وہ صندل سے ٹکرائی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ علیک سلیک ہوئی اور پھر اپنی اپنی راہ چل دیئے۔ شام تک صندل کی روح سلطان بابا کے ساتھ حج میں مشغول رہی۔ پھر سلطان بابا نے دو کھجوریں اس کے ہاتھ میں دیں اور کہا۔ "صندل تجھے حج مبارک ہو۔ یہ کھجوریں لے اور اپنا روزہ کھول" جیسے ہی سلطان بابا نے کھجوریں صندل کے ہاتھ میں دیں اسی وقت ایک دم سے اندر والی صندل جسم کے اندر سما گئی۔ اسے یوں لگا جیسے ایک لہر اس کے جسم میں داخل ہو گئی ہے۔ اس کے ساکت جسم میں حرکت آ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ میں کچھ ہے۔ دیکھا تو سلطان بابا کی عطا کردہ کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ اس نے عقیدت سے انہیں چوم لیا اور پھر رب کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کھجوروں سے روزہ کھولا۔ ابھی اس نے ایک کھجور منہ میں ڈالی ہی تھی

www.ksars.org

کہ کمرے میں جیسے ایک بجلی سی کوندی۔ اس کا جھماکہ صندل کو اپنی روح کی گہرائی تک محسوس ہوا۔ اس کا دل کہہ اٹھا بے شک تیرا ہی نور ہر سو چھایا ہوا ہے۔ اس نے اپنے رب کو سجدے کئے اور کمرے سے باہر آ گئی۔

www.ksars.org

ایک قوی ہیکل جن کا مقدمہ

عالم جنات میں صندل کی خدمات جاری تھیں۔ وہ روزانہ آدھی رات کو جب سارا گھر محو خواب ہوتا، صندل دیوی والے کمرے میں چلی جاتی اور صبح صادق تک وہاں رہتی۔ ہر روز نت نئے کیس اس کے پاس آتے۔ اب تک جتنے بھی کیس اس کے پاس آئے ان سب کا محرک ذاتی انا تھا۔ ہر ایک کے سامنے صرف اپنا نفس تھا۔ ایک مرتبہ جب صندل کورٹ میں پہنچی تو اس کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا ایک قوی ہیکل جن زنجیروں میں جکڑا کٹھرے میں داخل ہوا اس کی بڑی بڑی گول گول آنکھوں سے خوفناک حد تک سرخی چنگاریوں کی طرح جھلک رہی تھی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے بڑے بڑے دانت اس کے بدصورت چہرے کو حد سے زیادہ بھیانک بنائے ہوئے تھے۔

وکیل نے سب سے پہلے کورٹ کو اس مقدمے کی تفصیل سنائی۔ مجرم پر ایک پوری بستی کو جلانے کا الزام تھا۔ اس کے خلاف گواہی دینے کے لئے بیسیوں جنات کورٹ میں حاضر تھے۔ مقدمے کا پہلا گواہ ایک جن پیش کیا گیا۔ وکیل کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مجرم جل کر تباہ ہونے والی بستی سے کچھ ہی فاصلے پر دوسری بستی میں رہتا ہے۔ طبعاً انتہائی خود غرض اور شرارتی ہے۔ اس کے سامنے ذاتی مفاد کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مجرم وقتاً فوقتاً تباہ ہونے والی بستی میں آتا تھا۔ لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، لڑکیوں اور بچوں کے اغواء اور جنسی وارداتیں اس کا محبوب ترین مشغلہ ہیں۔ اپنی قوت وطاقت اور شیطنت کی بناء پر ہمیشہ قانون کی گرفت سے بچ جاتا۔ مگر اس مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک رات جب ساری بستی گہری نیند میں تھی۔ مجرم بری نیت سے فلاں کے گھر داخل ہوا۔ اتفاق سے گھر والے کی آنکھ کھل گئی۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ مجرم کے پاس آتشیں اسلحہ تھا۔ اس نے شدید اشتعال کے عالم میں گھر میں آگ لگا دی۔ شور اور آگ کے شعلے دیکھ کر بستی کے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے بھاگتے ہوئے مجرم کو پکڑنے کی کوشش کی تو مجرم مسلسل آتشیں اسلحہ سے اپنے چاروں طرف آگ برساتا رہا، خود تو بچ گیا لیکن ساری بستی میں آگ پھیل گئی۔ بستی کے

www.ksars.org

بہت کم لوگ زندہ بچ سکے۔ بعد میں پولیس نے اسے پکڑ لیا۔ کورٹ نے مجرم کے خلاف گواہوں کے بیان سننے کے بعد مجرم کا بیان لیا۔ اس سے سوال کیا گیا کہ کیا تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم نے اپنے ہی لوگوں پر ظلم کیا ہے؟

وہ کہنے لگا۔ ”میں اس بات سے مطمئن ہوں کہ پوری بستی میرا مقابلہ نہ کر سکی۔“

صندل نے اس سے پوچھا۔ ”کیا تمہیں خدا کا خوف محسوس نہیں ہوتا جس نے تمہیں وجود بخشا۔“

وہ متکبرانہ انداز میں کہنے لگا۔ ”میرے اندر ہزاروں جنات کا مقابلہ کرنے کی قوت ہے۔ مجھے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

اس گستاخانہ جواب کے بعد صندل نے اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ جان گئی کہ اس عفریت کے نفس کی انا سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ آتشیں اسلحہ سے اس جن کو سرعام جلایا جائے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت کی نشانی بن جائے۔

اس رات عالم جنات سے صندل جب اپنے گھر لوٹی تو جیسے ہی اس کا جسم مثالی اپنے بدن کے اندر داخل ہوا وہ پورے شعوری حواس میں آئی۔ اس کے دل پر ایک بوجھ سا پڑ گیا۔ وہ سوچنے لگی کہ نفسانی انا کیا اتنی بھی خود غرض ہو سکتی ہے کہ اسے اپنے سوا اور کسی کا تصور ہی نہ ہو۔ یہی سوچتے سوچتے وہ اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر لیٹتے ہی سو گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ سلطان بابا کے ساتھ نور کی فضا میں اڑ رہی ہے۔ سلطان بابا کہتے ہیں یہ عالم ملکوت ہے۔ ان کے کہنے پر صندل کو اس عالم میں بہت سارے ملائکہ اڑتے اور چلتے پھرتے دکھائی دیئے۔ اس کو اپنا وجود فرشتوں کی طرح روشن اور ہلکا پھلکا محسوس ہوا۔ اس نورانی فضاء میں اڑتے ہوئے تمام وقت اس پر تقدس اور لطافت کا احساس غالب رہا۔ وہ سلطان بابا کے ساتھ خوشی خوشی اس لطیف فضاء میں پرواز کرتی رہی۔ اس نے دیکھا کہ اس عالم کے تمام ملائکہ انہیں پہچانتے ہیں۔ گروہ در گروہ ملائکہ اڑتے ہوئے ان کے پاس سے گزرتے اور تعظیماً جھک کر انہیں سلام کرتے اور گزر جاتے۔ اس کو معلوم ہوا کہ فرشتوں میں وہ صندل دیوی کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

www.ksars.org

کافی دیر سیر کے بعد سلطان بابا نے فرمایا۔ آؤ عالم ناسوت کی سرحد پر چلتے ہیں۔ دونوں اڑتے ہوئے عالم ناسوت کی سرحد پر آئے۔ سلطان بابا نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا، اس سرحد کے پار عالم ناسوت ہے۔ دونوں عالمین کے درمیان ایک آئینہ ہے۔ اس آئینے سے ٹکرا کر نور کی شعاعیں ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں۔

صندل شعاعوں کے بکھرنے کا منظر دیکھتی رہی۔ اس نے دیکھا کہ آئینے سے ٹکرا کر نور کی شعاعیں جب پھیلتی ہیں تو کچھ شعاعیں آئینے کی چمکیلی سطح کی وجہ سے واپس لوٹ جاتی ہیں۔ آئینے میں جذب ہونے والی شعاعیں ابعاد(Dimension) تخلیق کر رہی ہیں۔ جن سے اشیاء کی صورتیں تخلیق ہو رہی ہیں۔ کائنات کی اشیاء کے عکس آئینے میں دیکھ کر صندل کو جستجو ہوئی کہ میرا عکس کہاں ہے۔ اس نے آئینے پر نظر جمادی۔ کچھ دیر بعد اسے اپنا عکس آئینے میں نظر آ گیا۔ اس نے رعونت سے اپنی گردن کو جھکا دیا اور اسی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ غنودگی کے عالم میں رہی اور اسی عالم میں اس کے ذہن میں سلطان بابا کی آواز آئی۔

عالم ناسوت کے آئینے میں روح ملکوتی اپنا عکس دیکھتی ہے۔ یہ عکس انا کا جسم مثالی ہے۔ پس اس مقام سے انفرادی شعور کی تخلیق ہوتی ہے۔ جس کا رخ اپنی ذات کی جانب ہے۔ تمام خرابیاں اس کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ کیونکہ انفرادی شعور اپنی حرکت کا محرک خود اپنی ذات کو سمجھتا ہے۔ حالانکہ جسم کی تمام حرکات روح کے تابع ہیں، انفرادی شعور کی یہی غلطی اسے اپنی روح اور اپنے خالق سے دور کر دیتی ہے۔

اس کے بعد پڑوس کی وہ عورت جو حج کرنے گئی تھی۔ واپس آ گئی۔ جس دن وہ واپس لوٹی، اسی رات صندل کے گھر بھی کھجوریں اور آب زم زم لے کر آئی۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد سارا گھر صحن میں بیٹھا ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کا مزا لے رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے دروازہ کھولا۔ تو وہ سیدھی صندل کی طرف آئی اور ایک دم اسے گلے لگا لیا۔ خوش ہو کر بولی، "صندل تو مہان ہے۔ تو پاک ہے۔ تو اللہ کی پیاری ہے۔"

www.ksars.org

اس کی آواز پر سارے ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ صندل اسے تخت پر بٹھاتے ہوئے بولی، ”خالہ جی، آپ آرام سے بیٹھیں تو سہی۔ آپ کو حج مبارک ہو۔“ وہ صندل کی طرف تبرک بڑھاتے ہوئے بولی، ”بیٹا تجھے بھی حج مبارک ہو۔“

پھر وہ چودھرائن کی طرف بڑھی۔ نمستے کر کے چودھرائن سے بولی، ”اللہ جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔ تمہاری بیٹی پر اللہ کی خاص نوازش ہے۔“ گھر والوں کو کچھ پتا تو تھا نہیں۔ وہ سب حیرت سے پڑوسن کی باتیں سن رہے تھے۔

کاجل بولی، ”مگر خالہ آپ تو صندل کو حج کی مبارکباد دے رہی ہیں۔ حالانکہ حج تو خود کر کے آئی ہیں اور صندل کیسے حج پر جا سکتی ہے؟“

پڑوسن بولی، ”اے بہو! یہی تو میں بھی کہنے آئی ہوں کہ صندل کو میں نے حج پر دیکھا تھا۔ بلکہ اس سے ملاقات بھی کی تھی۔ اس کے ساتھ ایک بزرگ تھے۔“

یہ سن کر سب متحیر رہ گئے۔ ٹھاکر صاحب اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے، ”بہن جی! آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ نے کسی اور کو صندل کی صورت میں دیکھا ہو گا۔“ وہ بولی، ”صندل بیٹھی ہوئی ہے آپ اسی سے پوچھ لیں۔“ ٹھاکر صاحب صندل کی طرف متوجہ ہونے، کہنے لگے، ”بیٹی یہ کیا قصہ ہے؟“

صندل معصومیت کے ساتھ بولی، ”باپو! جس دن میں نے برت رکھا تھا اسی دن سلطان بابا مجھے حج پر لے گئے تھے۔ انہیں کے حکم سے میں نے برت رکھا تھا۔ وہیں پر میری خالہ جی سے ملاقات ہوئی تھی۔ سلطان بابا نے فرمایا تھا کہ آتما ہندو ہوتی ہے نہ مسلمان۔ آتما تو بس اپنے خالق کو مانتی ہے۔ جس مقام پر دنیا میں خدا کی عبادت ہوتی ہے۔ وہاں پر آتما کا ظہور ہوتا ہے۔ وہاں روحوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ روحیں وہیں سے رزق پاتی ہیں۔ خدا کا نور روحوں کی غذا ہے۔ باپو، سلطان بابا کہتے ہیں کہ آتما بھگوان کے نور کے بنا زندہ نہیں رہ سکتی۔“

www.ksars.org

ٹھاکر صاحب حیرت سے بیٹی کو دیکھتے رہے اور سوچنے لگے کہ صندل کے روپ میں بھگوان نے ان پر اپنی خاص دیا کی ہے۔ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور بولے، ''بہن جی! یہ تبرک ہمیں بھی دینا۔'' پھر خود ہی کہنے لگے، ''صندل یہ تبرک اپنے ہاتھ سے سب کو کھلا دے۔''

خوشی کے مارے صندل پر نور اتر آیا۔ لالٹین کی مدہم روشنی میں بھی اس کا چہرہ سب لوگوں کے درمیان جگمگا اٹھا۔ اس نے دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کیا اور سب کے لئے دعا مانگی۔ سب کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کھجوریں ڈالیں اور آبِ زم زم پلایا۔ چودھرائن آبِ زم زم پی کر بولیں، ''اے بھگوان آبِ زمزم بھی تیرا پوتر جل ہے۔ اس سے ہماری آتما کو پوتر کر دے۔''

گاؤں میں کوئی بھی خبر جنگل کی آگ کی طرح آن کی آن پھیل جاتی ہے۔ پڑوسن خالہ جس گھر میں جاتی اپنے حج کے ذکر کے ساتھ ساتھ صندل کے حج کا بھی تذکرہ کر دیتی۔ دن بھر صندل کے پاس عورتوں کا آنا جانا لگا رہتا۔ اسے اب پتا چلا کہ گاؤں کے لوگ کتنے سیدھے سادھے اور جاہل ہیں۔ ان کی ساری زندگی خود ساختہ روایات کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کوئی بیماری ہو ان کے ذہن جادو ٹونہ، آسیب اور جن چڑھنے کی طرف سب سے پہلے جاتے ہیں۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ لوگوں نے اپنے خالق کو مخلوق کا روپ دے رکھا ہے۔ خالق اور مخلوق ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کوئی پریشانی یا بیماری کا ذکر کرتا، صندل نہایت شیریں لہجے میں اس سے کہتی، ''ماسی ان دکھوں سے نجات پانے کے لئے آنکھیں بند کر کے اوپر والے کی طرف دھیان لگاؤ۔ اسی کے پاس شکتی ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ صورتیں تو مخلوق کی ہیں۔ مخلوق ساری کی ساری محتاج ہے وہ کسی کو کیا دان کرے گی؟''

صندل کی باتوں میں سچائی تھی۔ سچائی من میں اتر جاتی ہے۔ دھیرے دھیرے گاؤں کی عورتوں کے ذہن توہمات اور جادو ٹونے سے دور ہونے لگے۔

www.ksars.org

ادھر گاؤں میں شہباز کے بھی چرچے سننے میں آرہے تھے۔کچھ عورتوں نے صندل کو بتایا کہ ایک نوجوان درویش ہے۔وہ فلاں جگہ درخت کے نیچے بیٹھتا ہے۔جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے وہ اپنی گدڑی کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے پھر وہاں سے جو کچھ اس کے ہاتھ میں آتا ہے،عنایت کر دیتا ہے۔کمال تو یہ ہے کہ چاہے بیسیوں آدمی چلے جائیں سب کو کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے سے مختلف چیز ملتی ہے۔ایک عجیب بات یہ ہے کہ فوراًاس درویش کے پاس سے بھی اور اس کی عطا کردہ چیزوں میں سے بھی صندل کی خوشبو آتی ہے۔یہ سن کر صندل کے گالوں پر شفق پھوٹنے لگی ۔اس لئے اس نے گھبرا کر اپنی اوڑھنی چہرے پر کر لی۔

ایک دن صندل کے پاس اس کی بچپن کی ایک سہیلی ملنے آئی وہ مہندی لے کر آئی تھی کہنے لگی،"صندل تجھے یاد ہے بچپن میں دیوالی کے تہوار پر ہم دونوں دودن پہلے سے مہندی لگا کر سجتے بنتے تھے۔کل دیوالی ہے میں تیرے لئے مہندی لائی ہوں۔"

صندل بولی،"سُجاتا، تو لگالے اب میں نے مہندی لگانی چھوڑ دی ہے۔"وہ ضد کرنے لگی،"صندل ہاتھ دے نا میں لگا دوں، مہندی تو سہاگن کا سنگھار ہے جوگن بھی تو دلہن کی طرح سہاگن ہوتی ہے۔ مہندی لگالے۔"سجاتا نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی جانب دیکھا اور صندل کہہ کر چیخ پڑی، صندل کے دونوں ہاتھ کی ریکھائیں مہندی کی سرخی سے رچی ہوئی تھیں۔صندل نے سجاتا کے منہ پر جلدی سے ہاتھ رکھ دیا۔بولی،"بس اب اس کا ذکر نہ کرنا۔"سجاتا نے سر ہلا کر وعدہ کیا اور چپ چاپ چلی گئی۔دوسرے دن دیوالی تھی۔ صبح سے خادم اور بھاوجوں نے مل کر سارے گھر کی دیواروں پر دیئے رکھ دیئے کہ شام ہوتے ہی جلا دیں گے۔دوپہر کو کندن،اس کا گھر والا اور عاجل اور اس کی فیملی سب ہی آنے والے تھے۔شام سے پہلے پہلے سب لوگ حویلی پہنچ گئے۔شام کو دیئے جلانے لگے تو تیز ہوائیں چلنے لگیں۔جو دیا جلاتے ہوا کا جھونکا اسے بجھا دیتا۔بڑی دیر تک کوشش کرتے رہے،سب کے منہ لٹک گئے۔آخر چودھرائن بچوں کا شوق دیکھ کر بولی،"خادم دیئے کمروں کے اندر لگا دے۔"خادم بولا،"مالکن حویلی کی راہداری کے اندر بھی دیئے سجا لئے ہیں۔میں پہلے ان کو جلا دیتا ہوں۔"عجیب بات ہو گئی کہ ایک دیا بھی جل کر نہ دیا۔عاجل بولا،"تیل میں پانی ملا ہو گا جبھی تو دیئے نہیں چل رہے۔"خادم بولا،"چھوٹے سرکار تیل تو بالکل ٹھیک ہے۔کل بھی اس تیل کو

www.ksars.org

لالٹین میں استعمال کیا تھا۔ آج بھی لالٹین کے اندر وہی بھرا ہے وہ تو جل رہی ہے، پھر دیئے کیوں نہیں جل رہے؟" اب سارے گھر کی زبان پر یہی الفاظ تھے، دیئے نہیں جل رہے؟ دیئے کیوں نہیں جل رہے؟ آج تو دیوالی ہے۔ ایشور ہم سے ناراض تو نہیں ہو گیا؟ صندل اپنے عبادت والے کمرے میں عبادت میں مصروف تھی اسے ابھی تک اس بات کا پتہ نہ تھا۔

جب وہ عبادت سے فارغ ہو کر صحن میں آئی تو سارا گھر اندھیرے میں دیکھ کر پکار اٹھی۔ "کندن، ماتاجی، اتنا اندھیرا ہو گیا۔ ابھی تک دیوالی کے دیئے نہیں جلائے؟" صندل کی آواز سن کر خادم تیزی سے اس کی طرف آیا۔ ماچس ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ "چھوٹی مالکن دیوالی کے دیئے تو آج آپ ہی جلائیں گی۔ صندل نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے ماچس لے لی۔ سب لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ صندل نے منہ ہی منہ میں اپنے رب کا نام پکارا اور دیئے کو آگ لگا دی۔ سب اس اندیشے میں تھے کہ دیا اب بجھا کہ جب بجھا۔ اتنی دیر میں صندل نے اور بہت سے دیئے بھی جلا دیئے۔ پھر تو سب نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ تب صندل کو پتا چلا کہ ماجرا کیا ہے۔ اس نے خادم کو ماچس دے کر کہا، "اب باقی دیئے تم جلالو" باقی دیئے خادم نے جلا دیئے۔ ہوائیں اسی طرح چلتی رہیں مگر پھر کوئی دیا نہ بجھا۔ صندل نے بھجن گانا شروع کر دیئے۔ سارے گھر میں بھجن کی آوازیں گونجنے لگیں۔ چراغوں کی روشنی میں سب کا ایک ساتھ مل کر بھجن گانا فضاء کو لطیف بنا رہا تھا۔ بھجن گا چکے تو کندن نے صندل سے پوچھا۔ "صندل اتنی ہوا میں دیئے بجھتے کیوں نہیں؟"

صندل بولی، "دیدی انسان کی نیکی کے دیئے کبھی نہیں بجھتے۔ ہر تہوار کے پیچھے آتما کی ایک فکر کام کر رہی ہے۔ دیوالی میں آتما کی نظر اپنی نیکیوں پر ہوتی ہے۔ اس کی نگاہ کی روشنی اس کے ایک ایک اعمال چراغوں کی صورت میں پیش کرتی ہے۔ جیسے جیسے روح کی نظر اپنے اعمال پر پڑتی جاتی ہے۔ ویسے ویسے اس کے سامنے دیوالی کے دیئے جلتے جاتے ہیں۔ روح کی شکتی چراغوں کو بجھنے نہیں دیتی۔ جب روح کی فکر اور جسم کی حرکت ایک ہو جاتی ہے تب اس کام میں روح کی شکتی شامل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کام امر ہو جاتا ہے۔"

www.ksars.org

دن مہینے اور مہینے سالوں میں تبدیل ہو گئے۔ صندل کو گھر آئے اب دو سال بیت چکے تھے۔ ان دو سالوں میں گاؤں والوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ گاؤں کا بچہ بچہ اسے پہچانتا تھا۔ گاؤں میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ عالم جنات میں بھی بحیثیت چیف جسٹس اس کا بڑا نام تھا۔

ایک دن دوپہر کو بیٹھے بیٹھے اچانک صندل کے اندر ایک لہر سی اٹھی۔ اس کا بیساختہ جی چاہا کہ سلطان بابا کی قبر پر جائے۔ اس کی آنکھوں کے آگے بار بار شہباز کی صورت آنے لگی۔ اس نے اپنے دل کو ہر صورت بہلانے کی کوشش کی۔ مگر یوں لگا جیسے ایک کشش ہے جو قبر کی جانب اسے کھینچ رہی ہے۔ وہ اٹھی اور چپ چاپ دروازے سے باہر نکل آئی۔ قبر پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ شہباز قبر پر جھکا ہوا ہے۔ وہ بھی اس کے قریب اسی حالت میں بیٹھ گئی۔ اس نے مراقبہ میں دیکھا کہ شہباز سلطان بابا کے پاس بیٹھا ہے اور صندل سے ملنے کی درخواست کر رہا ہے۔ اتنے میں صندل بھی سلطان بابا کے سامنے آجاتی ہے۔ شہباز صندل کو دیکھتے ہی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے، صندل تم آگئیں اور اسی وقت شہباز نے سر اٹھایا اور کہہ اٹھا، صندل تم آگئیں۔ صندل نے اسے ایک نظر دیکھا، الجھے بال اور لمبی داڑھی میں وہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ صندل کو ضبط کا یارانہ رہا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ کچھ دیر بعد جب اس کا دل ہلکا ہوا وہ اٹھ کر خاموشی سے چل دی جتنی دیر وہ وہاں رہی شہباز اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا اور جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی وہ اسے دیکھتا ہی رہا۔ گھر آکے صندل سیدھی عبادت والے کمرے میں آئی۔ اسے اپنے اندر سب کچھ الٹا پلٹا محسوس ہو رہا تھا۔ شہباز کو دیکھ کر اس کے اندر جوانی کے تقاضے مچلنے لگے تھے۔ اس نے بے بسی کے عالم میں اپنے رب کے آگے ماتھا ٹیک دیا۔ اسے بہت سکون ملا۔ شام تک وہ بیٹھی اپنے رب سے پرارتھنا کرتی رہی کہ شہباز کے دل سے اس کا عشق نکال دے۔ جس نے اسے بے چین کر رکھا ہے جو چیز تقدیر میں نہیں اس کی خواہش کرنے سے کیا حاصل؟ بار بار یہ سوال اس کے ذہن میں ابھرتا کہ جس چیز کو ہم حاصل نہیں کر سکتے بھگوان اس کی خواہش سل دے نکال کیوں نہیں دیتے؟ اس کا دل تڑپ تڑپ کر یہی سوال کرتا، آخر کیوں؟ آخر کیوں ایسی خواہشات پر دل مچلتا ہے جو دنیا میں پوری نہیں ہو سکتی؟ رات اس نے کھانا بھی نہ کھایا نہ کسی سے بات کی رات گئے تک صندل دیوی والے کمرے میں اپنے رب سے دل کی باتیں کرتی رہی اور پھر اپنے کمرے میں آکر سو گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت خوبصورت وادی میں اڑ رہی ہے۔ ایک

www.ksars.org

خوبصورت نوجوان اسے وادی کی سیر کرا رہا ہے۔ اس کے ذہن میں آیا کہ یہ نوجوان اللہ کا بندہ ہے جو اسے سیر کرانے یہاں لایا ہے۔ اس حسین وادی میں جگہ جگہ پیڑ، پودے، پھول سب ہی کچھ تھے۔ وہ شخص کہنے لگا اس وادی میں اللہ کا نور ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ روح جس عالم میں اپنے آپ کو موجود پاتی ہے۔ اس عالم کی روشنیاں اس کا ادراک بنتی ہیں۔ اس کے اتنا کہنے پر صندل نے دیکھا کہ سورج کی روشنی کی طرح نور سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اس وادی کی طرح اس کے روئیں روئیں کو چھو رہا ہے۔ اور سانس کی طرح اس کے اندر باہر آ رہا ہے۔ اس نور کا لطیف احساس اس کے اوپر طاری ہے۔ صندل اس شخص کے ہمراہ نور کی اس وادی میں سیر کرتی رہی۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ ہزاروں سال سے یہاں اڑ رہی ہے۔ مگر عجیب بات تھی کہ ان درختوں میں اسے کہیں کوئی پھل دکھائی نہ دیا۔ بالآخر اڑتے اڑتے وہ ایک اونچائی کی جگہ پر پہنچے۔ یہاں ایک پھلدار درخت لگا تھا۔ صندل کو پھل دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے قریب جا کر پھل توڑا۔ تو پھل میں کیڑا لگا ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے اس نے کئی پھل توڑے مگر کوئی بھی پھل ثابت نہ تھا۔ مایوسی اس کے چہرے سے جھلکنے لگی۔ وہ نوجوان کہنے لگا۔ صندل دیوی۔ اس درخت پر آپ کو کوئی پھل ثابت نہیں ملے گا۔ آپ کے لئے تو پورا باغ لگ رہا ہے۔ اس کا سارا پھل آپ کے لئے ہے۔ بس تھوڑے انتظار کی ضرورت ہے۔ اس کے کہنے پر صندل نے دائیں جانب دیکھا۔ اسے ایک پردہ دکھائی دیا۔ اس پردے کے پیچھے باغ کی جھلک دکھائی دی۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی اس نے سوچا۔ انسان کتنا جلد باز ہے ہر کام کا صل اسی دنیا میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ دنیا عارضی ہے بھگوان اپنے بندے کو عارضی چیز نہیں بلکہ دائمی چیز دینا چاہتے ہیں۔ درخت کے کٹے پھٹے پھل اور کیڑوں والے پھل مثال دنیا کی عارضی خوشیاں ہیں جو وقتی طور پر نفس کو خوش کر دیتی ہیں۔ مگر روح کی خوشی بھگوان کی رضا میں ہے اس خیال کے ساتھ ہی اس کی طبیعت پر چھایا ہوا غبار دور ہو گیا اور وہ پھر سے پر سکون ہو گئی۔ ایک دن صندل کے پاس ایک نوجوان لڑکی کو اس کے والدین لے کر آئے۔ اس پر دماغی دورہ پڑا ہوا تھا۔ خوب چیخ چلا رہی تھی۔ وہ چلا چلا کر مردانہ آواز میں اول فول بکے جا رہی تھی۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بال نوچے ہوئے تھے۔ غرضیکہ برا حال تھا۔ ماں روتے ہوئے بولی، "دیوی جی۔ مینا ہماری اکلوتی بیٹی ہے۔ کچھ دنوں سے اس پر جن آنے لگا ہے۔ اس وقت اس پر جن چڑھا ہوا ہے۔ جو مردانہ آواز میں اس کے اندر سے بولتا ہے۔" صندل نے اسے سامنے بٹھا کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

www.ksars.org

پوچھا۔ "اے لڑکی! تیرا نام کیا ہے؟" وہ پہلے تو خوب گھور گھور کر صندل کو دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں کی ساری رگوں میں دماغی پریشر کی وجہ سے خون اتر آیا تھا جس سے آنکھیں سرخ انگارے کی طرح وحشت زدہ سی ہو رہی تھیں۔ صندل نے پھر اس سے پوچھا۔ "اے لڑکی! تیرا نام کیا ہے؟" اب کے اس نے گھور کر صندل کو دیکھا اور ہیبت ناک مردانہ آواز میں بولی، "میرا نام سرسام ہے۔" صندل نے پوچھا، "تو نے مینا کو کیوں پکڑا؟" لڑکی نے سرسام بن کر جواب دیا، "مینا مجھے اچھی لگتی ہے۔" صندل بولی، "اب میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اسے چھوڑ دے اور پھر کبھی اس کے پاس نہ آنا۔" وہ نہایت گرجدار آواز میں بولا، "میں اس لڑکی کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔" صندل نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "تجھے اس لڑکی کو چھوڑنا ہی ہوگا۔ آرام سے چھوڑ دے۔ ورنہ غیض و غضب کا نشانہ بن جائے گا۔" لڑکی نے بھیانک انداز میں مردانہ آواز میں زوردار قہقہے لگائے اور ہاتھ پیر ہلا کر عجیب وحشیانہ حرکات کرنے لگی۔ صندل نے اس کے ماں باپ کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو پکڑ لیں تاکہ یہ اٹھ کر نہ بھاگے۔ اس نے خادم کو بھی آواز دی وہ بھی آ گیا۔ سب نے زمین پر مچلتی ہوئی اس لڑکی کو قابو میں کر لیا۔ اب صندل زور زور سے منتر پڑھنے لگی۔ جیسے جیسے منتر کی آواز بلند ہوتی جاتی۔ ویسے ویسے لڑکی کو مچلنا، پھڑکنا بھی تیز ہوتا جاتا۔ اس کی فلک بوس ہیبت ناک چیخوں سے ساری حویلی گونجنے لگی۔ وہ چیخ چیخ کر ہائے مرا ہائے جلا کہتا جاتا۔ آخر چند منٹوں بعد لڑکی کا پھڑکنا اور مچلنا کچھ کم ہونے لگا۔ اس کی آواز بھی آہستہ آہستہ کمزور ہوتی چلی گئی اور بالآخر وہ بے سدھ ہو کر زمین پر گر گئی۔ اب صندل نے اپنی پیشانی اور آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور منہ ہی منہ میں سلطان بابا کے سکھائے ہوئے اسم کا ورد کر کے دم کرتی رہی۔ لڑکی اب گہری نیند میں تھی۔ اس کے چہرے سے سکون جھلک رہا تھا۔ خادم نے اشارہ پا کر اس پر ایک چادر ڈال دی۔ کچھ دیر تک دم کرنے کے بعد صندل اس کے پاس سے پرے ہٹ گئی اور اس کے غمزدہ ماں باپ کو تسلی دیتے ہوئے بولی، "مینا اب بالکل ٹھیک ہے۔ اب اس پر کبھی جن نہیں آئے گا۔ تم لوگ اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ ابھی ذرا یہ گہری نیند میں ہے جیسے ہی سو کر اٹھے گی۔ یہ بالکل نارمل ہو گی۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب یہ اٹھ جائے تو لے جانا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگی تو مینا کے باپ نے پوچھا۔ "صندل دیوی کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟" صندل دوبارہ صحن میں بچھے ہوئے تخت پر بیٹھے ہوئے بولی، "دھرم ویر! آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں، ضرور پوچھئے۔ آپ کو آ گیا ہے۔" وہ آدمی دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ "دھنیواد"۔ پھر بولا۔ "صندل دیوی میں اس

www.ksars.org

گاؤں میں ٹیچر ہوں میری ساری عمر اسی پیشے میں گزر گئی۔ اس سے پہلے بھی مجھے کئی ایسے کیس دیکھنے میں اتفاق ہوا ہے جس میں جوان لڑکیوں پر آسیب کا سایہ یا جنوں کا سایہ تھا اور پنڈت اور یوگی گیانیوں کے ذریعے ہی وہ لڑکیاں ٹھیک ہوئیں۔ ویدک میں ان کا علاج کارگر نہ ہوا۔ میں نے اس کے متعلق کئی کتابیں پڑھیں مگر مجھے آج تک اس کا تسلی بخش جواب نہ ملا، نہ ہی وہ گیانی بتاسکے۔ جنہوں نے اس کا اوپائے کیا۔ صندل دیوی، آپ کا بڑا نام ہے کی آپ بتاسکتی ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟" صندل نرم لہجے میں بولی، "ویر جی جیسا کہ آپ نے مینا کی حالت کو دیکھا۔ اس کی آواز بھی بدل گئی۔ اس نے اپنا نام بھی مختلف بتایا۔ لوگ یہ سمجھے یہ جن ہے۔ جب بھی ایسا کوئی کیس ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جن ہے، آسیب ہے۔ سایہ ہے۔ مگر ویر جی حقیقت یہ ہے کہ ہمارا جسم روشنیوں میں گھرا ہوا ہے۔ جسم کے اطراف میں چاروں طرف روشنیوں کے دائرے ہیں۔ یہ روشنیاں ہمارے جسم میں داخل بھی ہوتی ہیں اور جسم سے خارج بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے جسم اور روشنیوں کے دائروں کے درمیان تھوڑا سا خلاء ہے اس خلاء میں روشنیوں کی آمد و رفت سے ہر وقت روشنیاں متحرک رہتی ہیں۔ روشنیوں کی حرکات کا دباؤ ذہن پر پڑتا ہے۔ اگر خلاء میں روشنیوں کا بہاؤ کسی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے تو ذہن پر اور سارے جسم پر روشنیوں کا شدید بوجھ محسوس ہوا ہے اور روشنیوں کے دباؤ کی وجہ سے ہمارے حواس بھی متاثر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے آواز بدل جاتی ہے۔ چہرہ ہیبت ناک ہو جاتا ہے۔" ماسٹر جی بولے، "صندل دیوی مگر آدمی ایسی صورت میں اپنا نام مختلف کیوں بتاتا ہے؟" صندل بولی، "پرماتما نے ہر شے کو دو رخوں میں بنایا ہے۔ ایک رخ میں زنانہ صفات ہیں دوسرے میں مردانہ صفات ہیں۔ ذہن ایک آئینے کی طرح ہے۔ خلاء میں آنے جانے والی روشنیوں کا عکس ذہن کے آئینے پر پڑتا ہے جس کو ذہن دیکھتا ہے۔ یہ عکس تصویری صورت میں ہوتا ہے۔ اگر روشنیوں کی حرکات قدرت کی متعین کی ہوئی مقداروں کے مطابق ہوتی ہیں تو تصویری عکس کو ذہن قبول کر لیتا ہے۔ اور خیال اچھا آتا ہے۔ عکس صحیح نہ ہو تو ذہن پر دباؤ پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم اور جسمانی حواس متاثر ہو جاتے ہیں۔ ذہن کے آئینے میں پڑنے والا ہر عکس خیال کی ایک تصویر ہے۔ ذہن اس تصویر کو نام دیتا ہے چونکہ ذہن کے اوپر خیال کا دباؤ اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ آدمی کا شعور اس بوجھ سے دب جاتا ہے اور یہ خیال غالب آجاتا ہے۔ اسی لئے آدمی نام پوچھنے پر اسی کا نام بتاتا ہے۔ یعنی آدمی کے تمام حواس اس عکس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ دیکھنے والے چونکہ

www.ksars.org

مریض کی داخلی کیفیات سے واقف نہیں ہوتے اس وجہ سے وہ جن، آسیب یا سایہ کا اثر کہتے ہیں۔ ویر جی! دراصل خیال کی ہر وہ صورت جو ہمارے شعور پر دباؤ ڈالتی ہے اور ہمارے جسمانی حواس میں گڑبڑ پیدا کرتی ہے۔ اس صورت کا نام شعور یا ذہن نے جن، آسیب اور سایہ رکھا ہے۔ جب دماغ کے آئینے میں بہت دیر تک اس کا عکس ٹھہرا رہتا ہے تو وہ دماغی مریض بن جاتا ہے۔ رنج، تکلیف، درد، بے سکونی، پریشانی سب ذہنی دباؤ کا نام ہے۔ خوشی اور سکون نارمل ذہن ہونے کی علامت ہے۔" ماسٹر جی بولے، "صندل دیوی! اب میری اچھی طرح سمجھ میں آ گیا ہے۔ پرارتھنا کریں کہ مینا ٹھیک ہو جائے۔" صندل بولی، "آپ اس کو اس کی سہیلیوں کے پاس آنے جانے دیں تا کہ یہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں خوش رہے اور پھر اس کی شادی کر دیں تا کہ زندگی میں تبدیلی آئے اور اپنے گھر سنسار میں مشغول ہو جائے۔" کچھ دیر بعد مینا سو کر اٹھی۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ دیکھ کر اس کے ماں باپ خوش ہو گئے۔ کہنے لگے۔ اب تو مینا پہلے کی طرح لگتی ہے۔ وہ بالکل نارمل تھی۔ مینا کی ماں بیٹی کی حالت دیکھ کر اتنی زیادہ خوش ہوئی کہ اپنے ہاتھ سے سونے کا کنگن اتار کر صندل کے ہاتھ میں پہنانے لگی۔ کہنے لگی، "دیوی ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ یہ پہن لیں۔ اس میں ہماری خوشی ہے۔" بڑی مشکل سے صندل نے اسے واپس کیا کہ میں تو اب زیور پہنتی نہیں ہوں۔ یہ کنگن اپنی بیٹی کے لئے رکھو۔ پھر اس نے مینا کو گلے لگایا۔ چودھرائن نے بھی مینا کو پیار کر کے بہت سی دعائیں دیں اور رخصت کیا۔ صندل کی وجہ سے ہر وقت حویلی میں آنا جانا لگا رہتا۔ کسی کو کوئی بھی مشکل درپیش ہوتی اور دوڑا دوڑا صندل کے پاس آتا۔ دیوی کی طرح اسے پرنام کرتا، اس کے چرن چھوتا، اس کے آشیرباد اور اس کے ہاتھ سے تبرک لیتا اور اطمینان کے ساتھ واپس لوٹتا۔ قدرت نے صندل کو اپنے کام کے لئے وسیلہ بنا دیا تھا۔ جب لوگ اسے دیوی کہتے تو وہ کہتی۔ سارا نظام سلطنت اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے کاموں کے لئے لوگوں کو چن لیتا ہے۔ پھر جس سے جو کام لینا ہوتا ہے۔ اسے اس کام کی صلاحیت بھی وہی عطا کرتا ہے۔ بندے کا کچھ کمال نہیں ہے۔ چند سال اسی طرح گزر گئے۔ ٹھاکر صاحب اور چودھرائن کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ ایک دن اچانک چودھرائن کی طبیعت سخت خراب ہو گئی۔ وہ بالکل بستر سے لگ گئی۔ صندل ہر وقت ان کی سیوا میں لگی رہتی۔ آٹھ دس دن میں چودھرائن کی صورت ہی بدل چکی تھی۔ وہ پہچانی نہ جاتی تھی۔ ایک دن صندل ماں کے ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھی من ہی من میں ماں کی زندگی کی دعا کر رہی تھی کہ ایک عورت دو بچوں کے ساتھ

www.ksars.org

داخل ہوئی اور صندل کہہ کر اس سے لپٹ گئی۔ صندل رجنی کہہ کر اس سے لپٹ گئی۔ رجنی اس کے بچپن کی سہیلی تھی۔ دونوں میں بڑی دوستی تھی۔ جب صندل گھر سے چلی گئی تھی۔ اس وقت رجنی بھی شادی ہو کے دوسرے گاؤں چلی گئی تھی۔ اب اس کے دو بچے تھے۔ رجنی کی شادی کے کچھ عرصے بعد اس کا سارا کنبہ ہی دوسرے گاؤں میں چلا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اتنے دن یہاں نہیں آئی تھی۔ اب کسی سے چودھرائن کی علالت کی خبر سن کر اسے ملنے آئی تھی۔ صندل نے اس کے دونوں پیارے پیارے بچوں کو گلے لگایا۔ خوب پیار کیا۔ چودھرائن نے آنکھیں کھولیں۔ صندل کو بچوں سے پیار کرتا دیکھ کر پاس بیٹھے ٹھاکر صاحب سے نحیف آواز میں بولی، "دیکھو جی، آج میری صندل کے بھی ایسے ہی بچے ہوتے۔ صندل بچوں کو اپنے سے چمٹاتے ہوئے مسکرا کر بولی، "ماں یہ بھی میرے ہی بچے ہیں۔ سارے گاؤں کے بچے میرے ہی بچے ہیں۔" ٹھاکر صاحب نے چودھرائن کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی۔ "صندل کی ماں، صندل کی چنتا چھوڑ دے۔ اس کے ساتھ ہر وقت بھگوان ہے۔" اس کے بعد ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ گھر کے سب لوگ آس پاس تھے۔ تھوڑی دیر ہی دیر میں وہ پرلوک سدھار گئیں۔

www.ksars.org

چودھرائن کی وفات کے بعد

چودھرائن کی وفات کے بعد ٹھاکر صاحب بالکل اکیلے سے ہو کر رہ گئے۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر کمرے میں گزارتے۔ صندل سے وہ بے انتہا پیار کرتے تھے۔ ایک رات صندل اپنے باپو کے پاؤں دبا رہی تھی کہ ٹھاکر صاحب بولے، ”صندل بدن سے آتما نکلتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟“صندل اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑی۔ اس کے اندر اندیشے کی ایک سرد لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا، ”باپو ایسا لگتا ہے جیسے تن کے پنجرے میں بیٹھا ہوا پنچھی پنجرے کا در کھلتے ہی پھر سے اڑ جائے۔“ ٹھاکر صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے تیری ماں کے بعد اب سنسار میں دل نہیں لگتا ہے۔ میرے لئے پرارتھنا کرنا بیٹی۔“صندل بولی، ”باپو، بھگوان بڑا دیالو ہے۔ اس کا پیار سب سے اور سب کے لئے ہے۔“ ٹھاکر صاحب بڑی گہری سوچ سے باہر آ کر بولے، ”اگر میں مر گیا تو تُو مجھ سے ملنے آئے گی؟“صندل کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ اس دن کے بعد صندل کا دل ٹھاکر صاحب میں ہر وقت اٹکا رہنے لگا۔ وہ اپنے باپو کا سارا کام خود کرتی۔ ایک رات وہ صندل دیوی والے کمرے میں بیٹھی عبادت کر رہی تھی کہ اس کی پشت پر ہلکے سے کسی نے چھوا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ٹھاکر صاحب کی روح مسکراتی ہوئی اس کے سامنے تھی۔ وہ جاتے ہوئے بولے، ”صندل بھگوان تیری رکھشا کرے، میں تیری ماں کے پاس جا رہا ہوں۔“ یہ کہتے ہی وہ نظر سے غائب ہو گئے۔ صندل دوڑتی ہوئی باپو کے کمرے میں آئی۔ دیکھا تو وہ ابدی نیند سو رہے تھے۔ زندگی ایک سفر ہی تو ہے اس سفر میں کیسے کیسے موڑ آتے ہیں کسی کو کیا پتہ اس راہ پر پہلی دفعہ ہی تو آدمی چل رہا ہے۔ پہلی دفعہ تو سب راستے انجان ہوتے ہیں۔ ایک لمحے کی غلطی سے ریل پٹری سے اتر جاتی ہے۔ ماتا پتا کے دنیا سے جانے کے بعد بھرا پرا گھر صندل کو خالی سا لگنے لگا۔ حویلی کے ہر کونے میں ان کی یادوں کا خزانہ تھا۔ وہ جدھر نظر کرتی انہی کا کوئی نہ کوئی منظر زمین پر اتر آتا۔ سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے صندل کو ماتا پتا کا بھرپور پیار بھی ملا تھا۔ باپو کا اس کی ٹھوڑی کے تل کو پیار کرنا اسے بار بار یاد آتا۔ اس کا دل تڑپ اٹھتا۔ کاش ایک بار پھر سے وہ زمانہ لوٹ آئے ان دنوں اسے شہباز بھی بہت یاد آنے لگا۔ مدتیں ہو گئیں

www.ksars.org

اسے دیکھے ہوئے۔ جانے وہ کیسا ہو گا؟ شہباز کے خیال کے ساتھ ہی اسے اپنے اندر ایک اور صندل نظر آئی جوانی کی رعنائیوں سے بھرپور شوخ و چنچل حسینہ جس کے کومل بدن پر شہباز حیا بن کر لپٹا ہوا تھا۔ اس شوخ و چنچل حسینہ نے اپنے یاقوت لبوں میں سرخ آنچل کا کنارہ دباتے ہوئے کہا، "وہ دیوانہ بھلا کیسے مجھے بھول سکتا ہے؟" بے ساختہ اس کے لبوں سے یہ الفاظ نکل گئے۔ "نہیں، نہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔"

اچانک اسے اپنے پیچھے سے کاجل کی آواز آئی۔ "کیا نہیں بھول سکتا؟ صندل، کس سے بات کر رہی ہو؟" اس نے گھبرا کر پیچھے مڑ کر دیکھا اپنے جذبات چھپاتے ہوئے بولی، "کچھ نہیں بھابھی ماں اور باپو یاد آ رہے تھے۔" کاجل نے اس کا سر پیار سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ بولی، "بھگوان کے کاموں کو کون روک سکتا ہے۔ صندل تُو تو ہم سب سے زیادہ سمجھدار ہے۔" صندل کی بے قراری کا دھارا سلطان بابا کی جانب بہنے لگا۔ وہ بولی، "بھابھی! میں سلطان بابا کی سمادھی سے ابھی ہو کر آتی ہوں۔" کاجل جانتی تھی کہ صندل کی آتما کا تعلق سلطان بابا سے ہے۔ وہی کھینچ کھینچ کر اسے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ سلطان بابا کی مقناطیسی قوت صندل کی آتما کو لوہے کی طرح اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ کاجل نے پیار سے صندل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، "جا تیری آتما کے قرار کی دوا سلطان بابا کے پاس ہے۔" صندل نے اپنی اوڑھنی سے اچھی طرح اپنے سر اور جسم کو لپیٹا اور باہر نکل آئی۔ آج اسے سب کی یاد آ رہی تھی ماں کی، باپو کی، شہباز کی، سلطان بابا کی، آج سب کی یاد نے اسے تڑپا رکھا تھا۔ وہ ابھی تھوڑی دور ہی گئی تھی کہ سامنے سے خادم آتا دکھائی دیا۔ اس نے صندل کو دیکھ کر پوچھا۔ "چھوٹی مالکن آپ کہاں جا رہی ہیں؟" صندل بولی، "سلطان بابا کے مزار پر جا رہی ہوں۔" خادم بولا، "مالکن اجازت ہو تو میں بھی ساتھ آ جاؤں؟" صندل بولی، "خادم چاچا! آپ کا من کرتا ہے تو ضرور آ جاؤ۔" خادم ساتھ ہو لیا۔ راستے میں خادم کہنے لگا۔ "چھوٹی مالکن یاد ہے آپ کو جب آپ اور کندن بی بی اسکول سے روزانہ ادھر آتی تھیں۔ میں روز دیکھتا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں خود بخود پھولوں کا ہار آ جاتا اور آپ کسی کے گلے میں ڈال دیتیں۔" صندل بولی، "خادم چاچا! پھولوں کا ہار مجھے ملنگ بابا دیتے تھے اور میں سلطان بابا کے گلے میں یہ ہار پہنا دیتی تھی۔ مجھے خوب یاد ہیں وہ دن۔" خادم بولا، "چھوٹی مالکن آج آپ سلطان بابا کے مزار پر حاضر ہوں تو میرا اسلام بھی انہیں ضرور کہہ دینا، چھوٹی مالکن اصل بات یہ ہے کہ دو تین دن سے ذرا پریشان ہوں۔" صندل نے چونک کر پوچھا۔ "کیوں

www.ksars.org

کیا بات ہے خادم چاچا؟، آپ کو کسی نے کچھ کہا؟" خادم بولا، "چھوٹی بی بی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ دو تین دن ہوئے میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس خواب نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔" صندل بولی، "کیا دیکھا ہے؟" خادم بولا، "میں نے دیکھا کہ میں گھر میں بیٹھا ہوں۔ اتنے میں دروازے پر بڑے زور کی دستک ہوتی ہے میں چونک کر اٹھ کھڑا ہوتا ہوں اور جلدی سے دروازہ کھولتا ہوں۔ دو اجنبی آدمی سیاہ لباس پہنے دروازے پر کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ قد میں بہت لمبے ہیں۔ انہوں نے سیاہ چوغے سے پہن رکھے ہیں۔ ان کی آنکھیں بہت روشن ہیں۔ دروازے کے باہر ایک بگھی نما گاڑی کھڑی ہے۔ وہ لوگ اس کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں۔" ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔" پھر وہ دونوں میرے دائیں بائیں آکر میرے بازو تھام لیتے ہیں اور مجھے گاڑی میں بٹھا دیتے ہیں۔ بگھی میں بالکل سفید گھوڑے جتے ہیں جو بہت خوبصورت ہیں۔ یہ گھوڑے انتہائی تیز رفتار سے دوڑتے ہیں۔ ان کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ مجھے خوف آنے لگتا ہے۔ میں سہما ہوا سا بیٹھا ہوں۔ بگھی میں بھی وہ دونوں افراد مجھے تھامے ہوئے ہوتے ہیں۔ آن کی آن میں گاڑی ایک مقام پر رکتی ہے۔ میں اس مقام کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہوں کہ یہ پہلا آسمان ہے۔ یہ حد نگاہ تک چوڑے اک پردے نما دیوار ہے۔ اس دیوار میں ایک عظیم الشان گیٹ لگا ہے۔ گاڑی گیٹ پر آکر رکتی ہے۔ دونوں افراد گیٹ کے نگہبان سے کچھ کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی نوٹ بک سی ہے جس میں میرے متعلق لکھا ہے۔ وہ اس نگہبان کو دکھاتے ہیں، وہ گیٹ کھول دیتا ہے۔ گاڑی اس گیٹ میں داخل ہوتی ہے اور داہنی جانب اونچائی کی طرف جانے والے راستے سے تیزی سے گزر کر دوسرے آسمان پر پہنچتی ہے۔ یہاں بھی اسی طرح پردے نما حد نگاہ تک چوڑی دیوار ہے جیسے گیٹ لگا ہے۔ ہم اسی طرح اندر داخل ہو کر پھر تیسرے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ اسی طرح چوتھے، پانچویں اور چھٹے آسمان کے بعد ہم ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں آکر گاڑی گیٹ پر جب کھڑی ہوتی ہے تو دونوں افراد مجھے بازو سے پکڑ کر نیچے اتارتے ہیں اور گیٹ کے اندر موجود نگہبان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ نوٹ بک بھی اسے دے دیتے ہیں جس پر میرا نام وغیرہ لکھا ہے۔ نگہبان مجھے اندر لے جاتا ہے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ چھوٹی مالکن! آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے مجھے خیال آیا وہ گاڑی والے افراد ملک الموت تھے۔ یہ دونوں فرشتے مجھے لینے آئے تھے۔" صندل چپ چاپ بڑے انہماک سے خادم چاچا کا خواب سن رہی تھی۔" وہ بولی، "خادم چاچا! مرنا تو ضروری ہے۔ مرنے سے ڈرنے والے بھی

www.ksars.org

مرتے ضرور ہیں۔ بھگوان نے آپ کو اونچے درجے میں پہنچانا ہے۔ آپ کو خوش ہونا چاہئے۔" خادم بولا، "چھوٹی بی بی، جب سے یہ خواب دیکھا ہے موت کا خوف دل سے نہیں جاتا۔ حالانکہ پہلے میں بالکل پروا بھی نہیں کرتا تھا۔ میرے لئے سلطان بابا سے رحم کی درخواست کریں۔" صندل بولی، "خادم چاچا! باپو کے بعد تو آپ ہی میرے پتا سمان ہیں۔ آپ کو تو بھگوان نے خواب میں سب کچھ دکھا بھی دیا ہے۔ میری تو آپ کے لئے یہی دعا ہو گی کہ بھگوان آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سدا قائم رکھے۔" یہی باتیں کرتے وہ سلطان بابا کے مزار پر پہنچ گئے۔ صندل نے قبر مبارک کی پائنتی میں کھڑے ہو کر پہلے انہیں ادب سے پرنام کیا۔ پھر عقیدت واحترام کے ساتھ قبر کو چوما اور چپ چاپ سلطان بابا کا دھیان لگا کر بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا قبر شریف درمیان سے کھل گئی۔ سلطان بابا قبر میں بیٹھے دکھائی دیئے۔ اس نے انہیں جھک کر سلام کیا۔ صندل بولی، "سلطان بابا! سب کچھ جانتے ہوئے بھی من کیوں بے قرار ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی اتنی ساری ڈوریوں سے کیوں بندھا ہوا ہے؟" سلطان بابا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے، "صندل بہت سی ڈوریوں سے مل کر ایک رسی بنتی ہے۔ تو نے قرآن میں پڑھا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ دنیا کے سارے بندھن اللہ کی رسی کا ایک ایک دھاگہ ہیں جو بندہ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے اللہ کے ساتھ ساتھ دنیا کے بندھن بھی اس بندے کے ساتھ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ صندل تو جانتی ہے کہ اللہ کی رسی کیا ہے؟ اللہ کی رسی وہ اٹوٹ بندھن ہے جس کے ساتھ کائنات اللہ کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ تیرا میرا تعلق بھی اسی اٹوٹ بندھن کے ذریعے ہے۔ تیرے ماتا پتا، تیری چاہت کا ہر رشتہ اسی رسی کا ایک دھاگہ ہے۔ اس رسی کا نام محبت ہے۔ صندل اللہ کی محبت رسی کی طرح مضبوط ہے۔ دنیا کی محبت کے دھاگے ملتے ہیں تو من ان کی کمزوریوں کو پہچان کر ان کے ٹوٹنے کے خوف میں بے قرار ہو جاتا ہے۔ صندل جان لے کہ محبت اللہ کی صفت ہے۔ اللہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ بندھے ہوئے ہر دھاگے کو اللہ کی رسی سے باندھ دے۔ سارے دھاگے اللہ کی رسی کے ساتھ مل کر خود اسی طرح مضبوط ہو جائیں گے۔" صندل نے مراقبے میں سلطان بابا کے قدم چومے اور بولی، "سلطان بابا، خادم چاچا پر نظر کرم کر دیجئے۔" سلطان بابا بولے، "جس پر اللہ کی نظر کرم ہوتی ہے اسے اپنی زندگی میں نیک کام کرنے کے مواقع ملتے رہتے ہیں تاکہ نیک اعمال کے ذریعے اس کی آتما میں نور کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ جس کے اندر جتنا زیادہ نور

www.ksars.org

جذب ہو گا اس کی آتما اتنی زیادہ اللہ سے قریب ہو گی۔ خادم کی تو ساری زندگی سیوا میں گزری ہے۔ دوسروں کی سیوا کرنے والے کا دھیان اپنے نفس کی جانب نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک اللہ کے ہاں خادم کا بڑا درجہ ہے۔" یہ کہہ کر سلطان بابا نے ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ صندل کو دیا۔ بولے،"خادم سے کہنا اسے اپنے ساتھ رکھے۔" پھر سلطان بابا نے فرمایا۔"صندل قدرت تجھ سے اب ایک اور کام لینا چاہتی ہے۔ عالم جنات میں تیری خدمات کے چرچے عالم بالا تک پہنچ گئے ہیں۔ اس کام کی ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے تجھے تین دن تک اعتکاف میں بیٹھنا ہو گا۔ تین دن کا برت رکھنا ہو گا۔ صندل دیوی والے کمرے سے باہر نہ نکلنا۔ تجھے وہیں پر اس کام کی تمام تفصیلات بتائی جائیں گی۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ بھگوان تیری رکھشا کرے۔ جا تو سدا شاد رہے۔" یہ کہہ کر سلطان بابا نے صندل کو چمکتی پیشانی پر پیار کیا۔ صندل نے آنکھیں کھولیں تو اس کی گود میں کاغذ کا پرزہ تھا۔ اس پر آڑی ترچھی لکیروں کی زبان میں عجیب و غریب عبارت درج تھی۔ صندل نے غور سے ایک لمحے اسے دیکھا۔ وہ پہچان گئی کہ یہ فرشتوں کی تحریری زبان میں ہے یہ آسمانوں میں داخلے کا پروانہ ہے۔ اس نے قبر شریف کی مٹی عقیدت کے ساتھ اپنے ماتھے پر لگائی اور خادم کو سلطان بابا کو کاغذ دیتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے ساتھ رکھنا"۔ خادم نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ اسے چوما اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ دونوں گھر لوٹ آئے۔ دوسرے دن سے صندل نے تین دل کا برت رکھا اس نے کاجل کو سلطان بابا کی ساری بات بتادی اور کہہ دیا کہ میں تین دن کے لئے صندل دیوی والے کمرے میں اعتکاف کروں گی۔ آپ لوگ میرا انتظار نہ کرنا اور نہ ہی مجھے بلانا۔ اس نے اشنان کیا۔ سفید صاف ستھرے کپڑے پہنے کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو خادم چاچا تھے۔ وہ بولی،"خادم چاچا! آؤ اندر آ جاؤ۔" خادم بولا،"چھوٹی مالکن! آپ اعتکاف میں بیٹھ رہی ہیں۔ میرے لئے بھی دعا کرنا۔ مجھ سے کوئی خطا ہو گئی ہو تو بھگوان کے لئے معاف کر دینا۔" صندل مسکرائی، بولی،"خادم چاچا! آپ تو بزرگ ہیں۔ بزرگ بچوں سے ایسی بات نہیں کرتے۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہئے۔ آپ نے بچپن سے میری ہر طرح سے خبر گیری کی ہے۔ بھگوان آپ کو اس کا بہترین اجر دے گا۔" خادم چاچا نے اسے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور چلے گئے۔ صندل عبادت والے کمرے میں چلی آئی۔ اس نے سلطان بابا کے بتائے ہوئے اللہ کے ناموں کا ورد کیا اور پھر اللہ کے دھیان میں بیٹھ گئی۔ وہ بہت دیر تک بیٹھی رہی۔ تمام وقت اسے یہی محسوس ہوتا رہا جیسے وہ نور کی فضا میں تیر رہی

www.ksars.org

ہے۔ سوائے نور کے کچھ نہیں ہے۔ نور ہی اس کی سانس کے ساتھ اندر باہر آ جا رہا ہے۔ نور جب سانس کے ساتھ اس کے حلق میں پہنچتا ہے تو ایک شیرینی اس کے منہ میں گھل جاتی ہے۔ جب سینے میں پہنچتا ہے تو خوشگوار ٹھنڈک سی محسوس ہوتی ہے۔ جب ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے بدن کو چھوتا ہے تو اس کے بدن کا رواں رواں انگڑائی لے کر جاگ اٹھتا ہے۔ گھنٹوں وہ نور کے تصور میں بیٹھی رہی۔ اللہ کے نور کے سوا اس کے ذہن سے ہر شئے کا خیال مٹ گیا۔ کبھی اسے یوں محسوس ہوتا جیسے نور کی شعاعیں ڈوری کی طرح اس کے بدن سے لپٹتی جا رہی ہیں۔ مگر بدن سے لپٹتے ہی یہ نور اس کے جسم کے اندر اتر جاتا۔ اسے اپنے اندر بے پناہ قوت محسوس ہوتی۔ دو دن تک مسلسل نور کی فضا میں بیٹھی رہی۔ آنکھیں کھولنے پر بھی اسے کمرے کی ہر شئے نور کی بنی ہوئی دکھائی دیتی۔ خود اس کا اپنا جسم بھی نور کا ایک ہیولا دکھائی دیتا۔ تیسرے دن صبح کے وقت اچانک اس کی نظر کے سامنے حویلی کا ایک کمرا آ گیا۔ وہ اپنی جگہ پر بالکل ساکت بیٹھی تھی۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں اپنے سامنے ایک جانب لگی ہوئی تھیں۔ اسی دھیان میں اس نے دیکھا کہ حویلی کے ایک کمرے میں خادم چاچا داخل ہوئے۔ وہ کچھ گھبرائے ہوئے سے لگے۔ انہوں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی زور سے مالکن جی، مالکن جی، پکارنا شروع کر دیا۔ دو تین دفعہ زور کی آواز لگانے کے بعد وہ دھم سے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ آواز سن کر مالا دوڑتی ہوئی آئی۔ خادم کو زمین پر پڑا دیکھ کر اس نے زور زور سے کاجل اور راہول کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔

اسی وقت سارا گھر خادم چاچا کے ارد گرد جمع ہو گیا۔ خادم کے منہ پر پانی ڈالا گیا مگر وہ ہوش میں نہ آئے وید جی بلائے گئے۔ وہ فوراً آ گئے۔ خادم کی نبض دیکھی۔ اس کی آنکھوں کے بند پپوٹوں کے اندر جھانکا، کوئی جڑی بوٹی ان کی ناک کے پاس رکھ کر سنگھائی، پھر وہ بوٹی کاجل کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ بولے، "بہورانی! تھوڑی تھوڑی دیر میں یہ بوٹی سنگھاتے جاؤ اور بس اب پرارتھنا کرتے ہو۔ بھگوان اپنی لیلا دکھا دے تو اس سے کچھ بھی دور نہیں ہے۔ اب یہ دوا کے نہیں رہے۔" سارے گھر والے آس پاس بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر خادم کے لئے دعائیں کرنے لگے۔ صندل نے دیکھا کہ سیاہ لباس سر سے پاؤں تک پہنے ہوئے چار لمبے قد کے آدمی خادم کے کمرے کی دیوار سے اندر داخل ہوئے۔ بالکل اس طرح جیسے یہ دیوار نہیں بلکہ دھند کا ایک پردہ ہے۔ صندل انہیں دیکھتے ہی پہچان گئی کہ یہ ملک الموت ہیں۔ چاروں اشخاص خادم کے چاروں سمت میں دائیں بائیں، سرہانے اور پائنتی کی جانب کھڑے ہو گئے۔ چاروں کے چہروں پر سیاہ

www.ksars.org

ماسک تھااور ہاتھوں میں سیاہ دستانے تھے۔ صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ انکی آنکھیں انتہائی روشن اور تیز تھیں۔ ان چاروں نے بیک وقت خادم کو گھورنا شروع کر دیا۔ اس وقت خادم زمین پر چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ صندل نے دیکھا کہ چاروں فرشتوں کی آنکھوں سے انتہائی تیز اور شفاف روشنی کی ایک شعاع نکل کر خادم کے دل کے مقام پر پڑ رہی تھی۔ اور چاروں شعاعیں اکٹھی مل کر خادم کے سینے کے اندر دل میں داخل ہو رہی ہیں۔ صندل کو محسوس ہوا کہ فرشتوں کی ان روشنیوں میں بے پناہ مقناطیسی کشش ہے۔ جیسے جیسے روشنیاں خادم کے دل میں بھرتی جا رہی ہیں۔ ویسے ویسے ان روشنیوں کی مقناطیسی کشش خادم کے جسم کے اندر سرائیت کرتی جا رہی ہے۔ یہ مقناطیسی قوت خادم کے پاؤں کی جانب بڑھ رہی ہے اور پھر خادم کے پاؤں سے روشنیاں نکل کر نہایت آہستہ آہستہ خادم کے سینے کی جانب بڑھتی جاتی ہیں۔ یہ سارا عمل نہایت ہی سست رفتاری کے ساتھ ہو رہا تھا۔ صندل جان گئی کہ فرشتے خادم کی جان نکال رہے ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے بعد خادم کے جسم سے ساری روشنیاں سمٹ کر اس مرکز پر پہنچ گئیں جس مقام پر چاروں فرشتوں کی روشنیوں کی شعاعیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ خادم کے سینے پر ایک چوکور کھڑکی کھل گئی۔ اس کھڑکی سے خادم کا روشنیوں کا جسم مثالی آہستہ آہستہ باہر آنے لگا۔ چاروں فرشتے اس جسم مثالی کے بالکل ہی قریب تھے۔ چاروں فرشتوں کے ہاتھ اس جسم مثالی کو اس طرح سنبھالے ہوئے تھے جیسے دائی پیدا ہونے والے بچے کو آہستہ آہستہ ماں کے جسم سے باہر نکالتی ہے۔ صندل کا دل اندر ہی اندر خادم سے مخاطب ہوا۔ ”خادم چاچا، مبارک ہو، آپ کے خاکی جسم نے ایک نئے جسم کو جنم دیا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی ایک لمحے کو صندل کی نظر نے دیکھا کہ خادم کا خاکی جسم انڈے کا خول ہے۔ اس انڈے میں سے جس طرح مرغی کا بچہ خول کو توڑ کر باہر نکلتا ہے اسی طرح خادم کا روشنیوں کا جسم بھی اس کے دل کے مقام پر کھلنے والی کھڑکی سے باہر نکل رہا ہے۔ صندل نے دیکھا کہ خادم کا روشنیوں کا جسم نوزائیدہ بچے کی طرح نہایت ہی مضمحل اور کمزور ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ جسم سے باہر نکلتے ہوئے روشنیوں کے اس جسم نے نقاہت بھری آواز میں آہستہ آہستہ پکارا۔ ”صندل دیوی۔ صندل دیوی“ اس کی پکار پر صندل کا جسم مثالی آن کی آن میں خادم کے کمرے میں پہنچ گیا اور خادم کے جسم مثالی کو بازو سے تھام کر جسم سے باہر نکالنے میں مدد کرنے لگا۔ چاروں فرشتوں نے صندل کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ ان کی تمام تر توجہ اور نظر خادم کی جسم مثالی پر تھی۔ ان چاروں فرشتوں کی نگاہ ایک نہایت اسپاٹ

www.ksars.org

لائٹ کی طرح خادم پر تھی۔ جیسے ہی صندل نے خادم کا بازو تھام کر اسے باہر نکالنے کی کوشش کی خادم صندل کے ہاتھ لے لمس کے ذریعے صندل کو پہچان گیا۔ اس کے جسم مثالی کے چہرے پر کچھ سکون کے آثار نمایاں ہوئے اور خوف قدرے کم ہوا۔ مگر وہ اس قدر مضمحل تھا کہ نہ اس سے بولا جاتا تھا، نہ آنکھیں کھول کر دیکھ سکتا تھا۔ اس کے حواس پر نیم بیہوشی طاری تھی۔ جب وہ پوری طرح خاکی جسم سے باہر نکل گیا تو چاروں فرشتوں نے اور صندل نے اسے اچھی طرح تھام لیا کیونکہ وہ اپنی نیم بیہوشی کی وجہ سے چل نہ سکتا تھا۔ یہ سب خادم کو لے کر ایک سرنگ نما راستے میں چل پڑے۔ صندل خادم کے بازو کو آہستہ آہستہ سہلاتے ہوئے کہتی رہی۔ ”خادم چاچا آپ کا کشٹ ختم ہوا، اب بھگوان آپ کو آرام کی زندگی دینے والا ہے۔“ خادم نیم بیہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا، وہ صندل کی آواز سن رہا تھا۔ کچھ کچھ سمجھ بھی رہا تھا۔ مگر ابھی وہ دنیا اور اعراف کے حواس کے بیچ تھا۔ اس کی حالت اس وقت اعراف کے بچے کی سی تھی۔ صندل اسے پیار سے سہلاتے ہوئے تسلیاں دیتی جاتی۔ فرشتے بھی اسے نہایت ہی محبت کے ساتھ تھامے ہوئے تھے۔ کیونکہ ابھی خادم کے جسم مثالی کے جسمانی اعضاء پوری طرح متحرک نہ تھے۔ سرنگ کے پار جیسے ہی پہنچے، اعراف کی خوبصورت فضا نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہاں پر سامنے ہی خادم کے ماں باپ اور خادم کی منہ بولی بہن شکنتلا کھڑی تھی۔ خادم کو دیکھتے ہی تینوں خوشی سے اس کی طرف لپکے۔ اسے گلے لگایا، اسے چوما، ان سے ملنے کی خوشی نے خادم کے اندر نئی زندگی بھر دی۔ وہ بار بار آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا بغیر سہارے کے کھڑا ہونے کی کوشش کرتا۔ یہ دیکھتے ہی شکنتلا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ارے خادم بھیا! آپ کے ملنے کی خوشی میں تو میں بھول ہی گئی۔“ پھر اس نے پاس کھڑے لڑکے کو اشارہ کیا۔ اس لڑکے نے ایک خوبصورت بلوری جگ اور گلاس اٹھایا ہوا تھا۔ اس جگ میں زعفرانی رنگ کا شربت تھا۔ لڑکے نے جلدی سے وہ شربت گلاس میں انڈیل کر شکنتلا کو دیا۔ شکنتلا نے خادم کے منہ سے وہ گلاس لگا دیا۔ بولی، ”اسے پی لو۔ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔“ خادم نے مدہوشی کے سے عالم میں ایک دو گھونٹ پیئے۔ جیسے ہی یہ شربت اس کے اندر گیا، جیسے بجلی کا کرنٹ سارے جسم میں دوڑ گیا۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے کی زردی سرخی میں بدل گئی۔ وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ سب کو دیکھتے ہی وہ خوشی سے ہر ایک سے لپٹ گیا۔ پھر وہ صندل کی جانب متوجہ ہوا اور خوشی میں لہراتے ہوئے بولا، ”صندل دیوی آپ بھی یہاں ہیں؟“ اس کے روئیں روئیں

www.ksars.org

سے خوشی کی لہریں نکل رہی تھیں۔ چاروں فرشتوں نے اب خادم کے بازوؤں اور کمر سے اپنے ہاتھ ہٹالئے کیونکہ اب خادم پوری طرح ہوش و حواس میں تھا اور اب وہ خود چل سکتا تھا۔ مگر انہوں نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ دو فرشتے آگے چلتے گئے اور دو دائیں بائیں آگئے۔ باقی سب لوگ خادم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ صندل نے ایک فرشتے کو جو خادم کے آگے چل رہا تھا۔ سلطان بابا کا وہ کاغذ دیا جو انہوں نے خادم کے لئے لکھا تھا۔ یہ پرزہ اسے خادم کے جسم کے پاس کمرے میں پڑا ہوا ملا تھا۔ فرشتے نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بہت تیزی سے سب کے سب ایک مقام پر پہنچ گئے۔ یہ بہت ہی حسین جگہ تھی۔ دریا کے کنارے یہاں ایک خوبصورت بستی آباد تھی۔ اس بستی میں داخل ہونے کے لئے خوبصورت گیٹ بنے تھے۔ اس گیٹ پر فرشتے کھڑے تھے۔ آگے والے فرشتے نے سلطان بابا والا پرزہ اس فرشتے کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے ایک نظر دیکھا۔ سر قدرے خم کرتے ہوئے ان فرشتوں کو ادب سے سلام کیا پھر خادم کو اور تمام لوگوں کو اعراف میں آنے پر خوش آمدید کہا اور گھر کے دروازے تک خادم کو پہنچایا۔ خادم کے ماں باپ اور شکنتلا اسے لے کر اندر چلے گئے۔ صندل نے دروازے سے ہی خادم کو خدا حافظ کہا اور واپس لوٹ گئی۔ واپس وہ پھر حویلی کے اسی کمرے میں آئی۔ اس نے دیکھا کہ خادم کی لاش کمرے میں چارپائی پر پڑی ہے۔ سفید چادر اس پر ڈھکی ہوئی ہے اور گھر کے سب لوگ آس پاس بیٹھے ہیں۔ بس راہول وہاں نہیں ہے۔ مالا اور کاجل دونوں رو رہی ہیں۔ اتنے میں کاجل روتے ہوئے مالا سے کہنے لگی، ”دیدی! صندل کو تو بلا لو۔“ مالا بولی، ”آج اس کے برت کا تیسرا روز ہے۔ بس اب تھوڑی ہی دیر رہ گئی ہے پھر اس کو بلالوں گی۔“ یہ سن کر صندل واپس عبادت والے کمرے میں آئی۔ کمرے میں آتے ہی اس کی نظر ملنگ بابا پر پڑی۔ جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ ملنگ بابا نے صندل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ صندل کو اپنے جسم کے روئیں روئیں میں روشنی دکھائی دینے لگی جیسے بے شمار روشنی کے ننھے ننھے قمقمے اس کے اندر جلنے لگے ہوں۔ ملنگ بابا اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے نہایت پیار سے بولے۔ ”صندل بڑے دربار سے تیری ڈیوٹی اب موت کے فرشتوں کے ساتھ لگائی گئی ہے۔ فرشتوں میں انسانی حواس نہیں ہیں۔ فرشتے انسان کے جسمانی درد اور تکلیف کو نہیں جانتے کیونکہ ان کے جسم مادی نہیں بلکہ نوری ہیں۔ وہ تکلیف کی روشنی دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آدمی درد میں مبتلا ہے مگر درد کا احساس انہیں نہیں ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہے وہ رنج و غم میں مبتلا اپنے کمزور بندوں پر ایسے طاقتور بندے مقرر کر دیتا ہے جو

www.ksars.org

مصیبت کے وقت ہی انہیں راحت و آرام عطا کریں۔ آج سے بستی میں جس کی بھی موت آئے گی تجھے اس کے ساتھ اس وقت تک رہنا ہو گا جب تک وہ اعراف میں اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے۔ تیرے اندر اعراف کی تمام روشنیاں کام کر رہی ہیں۔ جا اللہ چاہتا ہے کہ تو ان روشنیوں سے لوگوں کے اندھیرے دور کرے۔"

صندل نے ہاتھ جوڑ کر ملنگ بابا کو عقیدت سے پرنام کیا۔ ملنگ بابا بولے۔"تیرا برت پورا ہو چکا ہے۔ اب جا اور خادم کے کریا کرم میں گھر والوں کا ساتھ دے۔" یہ کہا اور ملنگ بابا غائب ہو گئے۔ اسی وقت صندل کا جسم مثالی روشنی کی شعاع کی طرح صندل کے جسم میں سما گیا۔ اس نے اپنے رب کو شکر کے سجدے کئے اور کمرے سے باہر نکل کر سیدھی اس کمرے میں پہنچی جہاں خادم کی لاش پڑی تھی۔ شام گہری ہو چکی تھی۔ چراغ کی روشنی میں ماحول بڑا سوگوار دکھائی دیا۔ مالا اور کاجل دونوں صندل سے لپٹ کر رونے لگیں۔ کاجل بولی،"صندل! خادم چاچا بھی ہم سے روٹھ گئے۔" مالا بولی،"راہول مسجد کے مولوی کو خادم چاچا کی خبر دینے گیا ہے۔ تاکہ ان کے کفن دفن کا انتظام ہو۔ محلے میں بھی کہلوا دیا ہے۔ بس اب لوگ جمع ہو جائیں گے۔ مولوی صاحب کو کہلوا دیا ہے کہ وہ سرہانے بیٹھ کر خادم چاچا کے لئے دعا پڑھتے رہیں۔ کاجل آہستہ سے صندل کے کان میں بولی،"صندل رسوئی گھر میں تیرے لئے میں نے کھانے کی تھالی پروس کر رکھی ہے۔ جا اپنا برت کھول لے۔"صندل نے آنسو اپنے آنچل سے صاف کرتے ہوئے کہا۔"بھابھی دل نہیں کر رہا کچھ کھانے کو، بس تھوڑا سا پانی پی لیتی ہوں۔" مالا یہ سن کر بولی،"پاگل نہ بن، تین دن خالی پیٹ میں کچھ تو ڈالنا ہو گا ورنہ تو بیمار ہو جائے گی۔ جا چپ چاپ جا کے کچھ کھا لے۔"صندل دونوں بھاوجوں کی محبت کے جذبے کو ٹال نہ سکی۔ وہ پلو سے آنسو پونچھتی ہوئی رسوئی گھر کی جانب بڑھ گئی۔ خادم چاچا کے انجام کی کامیابی کو جاننے کے باوجود بھی اس کا دل بھر آیا تھا۔ اسے بچپن سے لے کر اب تک کا ایک ایک لمحہ یاد آ رہا تھا۔ جب ہر قدم پر خادم نے سارے گھر والوں کی دل و جان سے سیوا کی۔ بار بار اس کا دل کہتا۔"بھگوان! خادم چاچا کو ان کی سیوا کے صلے میں آخرت کے سارے عیش دینا۔"

www.ksars.org

آسمان سے چار فرشتے

خادم چاچا کی موت کے بعد گھر اور بھی خالی خالی لگنے لگا۔ صندل کا زیادہ تر وقت عبادت کے کمرے میں گزرتا۔ ایک دن شام کے وقت وہ بیٹھی تھی کہ اچانک اس کی نظر غیب میں دیکھنے لگی۔ آسمان سے چار فرشتے اڑتے ہوئے زمین کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ صندل کو انہیں پہچاننے میں دیر نہ لگی کہ یہ موت کے فرشتے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی صندل کا جسم مثالی بھی ان کے قریب آناً فاناً پہنچ گیا اور ان کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔ فرشتے اپنی دھن میں نہایت تیزی سے اڑے جاتے تھے۔ صندل بھی چپ چاپ ان کے ساتھ ساتھ رفتار سے اڑ رہی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا مگر کچھ نہ بولے۔ اگلے ہی لمحے فرشتے بستی کے ایک گھر کے دروازے پر اتر گئے۔ صندل بھی ان کے ساتھ اتر گئی۔ یہ گھر بستی کے ایک کونے میں تھا۔ صندل نہیں جانتی تھی کہ یہاں کون رہتا ہے۔ فرشتوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی بند دروازے سے گزر کر اندر آ گئی۔ یہاں ایک چارپائی پر تنہا آدمی پڑا سانسیں پوری کر رہا تھا۔ صندل کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے گھر میں ہر طرف نظر دوڑائی کہ شاید گھر میں کوئی اور بھی موجود ہو۔ مگر گھر بالکل خالی تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی غریب سا آدمی ہے۔ پھر ضعیفی کی بناء پر شاید کئی دنوں سے بیمار رہا ہے۔ گھر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر صندل کا دل بوجھل ہو گیا۔ ”ہے بھگوان کیا اس کیا یہاں کوئی نہیں ہے پھر اس کا کریا کرم کون کرے گا؟“ اتنی دیر میں چارون فرشتے اس بوڑھے شخص کے بالکل قریب آ گئے۔ وہ اس کے سر کے پاس اور دو اس کے پاؤں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ چاروں کی نظریں اس کے دل کے مقام پر جمی ہوئی تھیں۔ فرشتوں کی آنکھوں سے ریز نکل کر اس کے دل کے مقام پر ایک گہرائی میں داخل ہوتی جا رہی تھی۔ صندل نے دیکھا کہ فرشتوں کی روشنیاں آدمی کے جسم کے اندر خون کی طرح پھیل گئیں اور آدمی کے جسم کے اندر اس کی اپنی روشنیوں کو آہستہ آہستہ دل کے مقام کی جانب کھینچنے لگیں۔ وہ شخص پوری طرح بے ہوش نہیں تھا۔ اگرچہ فرشتے اس کے اندر کی روشنیوں کو انتہائی سست رفتاری سے کھینچ رہے تھے۔ مگر یوں محسوس ہوا جیسے اسے اندر ہی اندر سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ کراہتے ہوئے بار بار اس کے منہ سے

www.ksars.org

ہائے بھگوان، اے بھگوان کے الفاظ نکلنے لگے۔ صندل فرشتوں کے قریب آئی اور انہیں کہنے لگی۔ "اے فرشتو! جان ذرا آہستہ آہستہ کھینچو، اسے تکلیف ہو رہی ہے۔" چاروں فرشتوں کی نگاہ ضعیف آدمی کے دل پر اسی طرح جمی رہی۔ ان کی توجہ میں ذرا فرق نہ آیا مگر وہ جان گئی کہ فرشتوں نے اس کی بات سن لی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت فرشتوں کے کام میں زیادہ دخل اندازی درست نہیں ہے۔ وہ ضعیف آدمی کے پاس کھڑی ہو گئی۔ اس کا جسم مثالی ضعیف و کمزور دکھائی دیا اور اس کے حواس پر سخت غنودگی چھائی ہوئی تھی۔ صندل نے اسے سہارا دیا اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر مٹی کے جسم کی سرنگ سے آہستہ آہستہ باہر نکالنے میں فرشتوں کی مدد کرنے لگی۔ یہاں تک کہ آدمی کے جسم سے جان پوری طرح نکل گئی۔ اس کا جسم مثالی اپنے جسم کی سرنگ سے باہر آ گیا۔ چاروں فرشتوں نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھالیا اور اعراف میں لے کر چلے اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو صندل نے اس آدمی کی چارپائی کی جانب دیکھا۔ اس شخص کا مردہ جسم چارپائی پر پڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی صندل کا جسم مثالی متحرک ہو گیا۔ آناً فاناً وہ پڑوس کے قریب ترین گھر پہنچی۔ وہاں رسوئی گھر میں ایک عورت روٹی پکا رہی تھی اور اس کے قریب ہی زمین پر اس کا شوہر اور ایک دس گیارہ سالہ لڑکا بیٹھے تھے۔ عورت نے کھانے کی تھالی شوہر اور بیٹے کے سامنے رکھی۔ صندل کا جسم مثالی اس لڑکے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ صندل کی آنکھوں کی روشنی کی ایک شعاع نکل کر لڑکے کی آنکھوں میں جذب ہو گئی۔ لڑکے کا بڑھتا ہوا ہاتھ کھانے کی تھالی پر رک گیا۔ وہ ایک دم بولا، "ماں! رامو دادا کو کھانے دے آؤں؟ کتنے دنوں سے ان کی خبر نہیں لی ہے۔" ماں بولی، "کھانا کھالے پھر چلے جانا۔" لڑکا اٹھتے ہوئے بولا۔ "ماں تم دوسری تھالی بناؤ میں یہ تھالی دوڑ کر دادا کو دے کر آتا ہوں۔" باپ بولا، "جا بیٹے جا دے آ یہ سنتے ہی لڑکا کھانے کی تھالی لے کر تیزی سے نکل گیا۔ صندل وہیں کھڑی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ چند ہی لمحوں میں وہ رامو دادا کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے اس نے دروازے سے ہی رامو دادا رامو دادا کہہ کر اسے زور زور سے آواز دی۔ پھر ساتھ ہی اندر چلا گیا۔ تھالی زمین پر ایک طرف رکھ کر وہ رامو دادا کی چارپائی کی طرف بڑھا۔ رامو دادا کھانا کھالو۔ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو لڑکے نے اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔ رامو دادا کے زرد چہرے پر بے نور کھلی آنکھیں دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ دوڑتا ہوا واپس گھر کی طرف لوٹ گیا۔ گھر سے چند گز کے فاصلے سے ہی اس نے زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں۔ "باپو رامو دادا کا دیہانت ہو

www.ksars.org

گیا۔" یہ الفاظ دہراتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اس کے ماتاپتا دونوں ایک دم سے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں لڑکا بھی پاس پہنچ گیا۔ رامو دادا کی موت کی خبر سنتے ہی لڑکے کا باپ بولا۔ "میں پڑوس میں خبر کر کے آتا ہوں۔" یہ دیکھ کر صندل نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کی ذمہ داری بس اتنی ہی تھی۔ وہ واپس گھر لوٹ گئی اسے یقین تھا کہ رامو دادا کا کریا کرم اب وقت پر ہو جائے گا۔

دن گزرتے رہے۔ صندل کو اب یوں محسوس ہوتا جیسے اس کی ساری دنیا اندر ہی موجود ہے۔ اب باہر کی دنیا بھی اسے اپنی اندر ہی دکھائی دیتی۔ اسے یوں لگتا جیسے اس کے اندر روشنی کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ اس دریا میں وہ خود بھی ڈوبی ہوئی ہے۔ اس دریا میں کوئی ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہے۔ یہ دریا بھگوان کا دریا ہے۔ مخلوق پر اس کی دیا کا دریا ہے۔ اس کی دیا، اس کا کرم گنگا ماتا کی طرح پوتر ہے۔ ماتا کی پوتر تا ہی دریا میں موجود مخلوق کی ایک دوسرے سے پہچان کا ذریعہ ہے۔ نور کے اس دریا میں ڈوبا ہوا ر شتہ گنگا جل کی طرح پوتر ہے۔ ہر شے اس کے کرم کی لہروں کے دوش پر دریا میں مچھلی کی طرح ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی ہے۔ جب اس کا کرم اپنے جوش پر آتا تو وہ گہرائی سے اپنے اندر کے خزانے سطح پر اچھال دیتا۔ اس کے کرم کے روپ کبھی سلطان بابا کی صورت بن جاتے۔ کبھی شہباز کی، کبھی اس کے ماتا پتا کی، کبھی خادم چاچا کی، کبھی کندن کی، تو کبھی عاجل کی اب کوئی اس سے دور نہ تھا۔ وہ کبھی سلطان بابا کے ساتھ روشنی کے اس دریا میں خوشی خوشی گھومتی پھرتی، کبھی شہباز کے ساتھ دریا کی لہروں کے زیر و بم پر سر مستی میں لہراتی پھرتی۔ کبھی ماتا پتا کے ساتھ دریا کی گہرائی میں ڈوب جاتی۔ اب نہ شہباز کی یاد اسے تڑپاتی، نہ سلطان بابا کا خیال ستاتا اپنے اندر کے سب طوفانوں سے وہ گزر چکی تھی۔ اب وہ گھر سے شاذونادر ہی نکلتی۔ مصیبت کے مارے لوگ اس کے پاس آتے۔ ایک نظر ان پر ڈال دیتی لوگ شاد ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ بیمار اور زخم خوردہ آتے صحت یاب ہو کر لوٹتے۔ بھگوان کے کرم کا دریا اس کے اندر باہر سمتوں میں بہہ رہا تھا۔ ایک رات صندل اپنے عبادت والے کمرے میں دھیان لگا کر بیٹھی تھی کہ اس نے دیکھا آسمان سے ملک الموت اتر رہے ہیں۔ پہلے کی طرح وہ آج بھی ان کے ساتھ ساتھ اڑنے لگی۔ فرشتے بستی سے باہر جنگل میں اتر گئے۔ صندل بھی اتر گئی۔ وہ حیران تھی اس رات کے اندھیرے میں جنگل میں فرشتے کس کی جان لینے آئے ہیں۔ اتنے میں ایک نوجوان پر اس کی نظر پڑی جو درخت کے نیچے پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس

www.ksars.org

کے پاس ایک سانپ لہراتا ہوا جا رہا تھا۔ صندل جان گئی کہ اس جوان کو سانپ نے کاٹا ہے۔ اب چاروں فرشتے اس جوان کے سرہانے اور پائنتی کھڑے ہو گئے۔ قبل اس کے کہ اس کی جان نکالنے کے لئے فرشتے اپنا عمل شروع کرتے۔ صندل درمیان میں آ گئی اس نے فرشتوں سے کہا، "جس خدا نے تم کو جان نکالنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اسی خدا نے مجھے بھی بندوں پر مہربانی اور کرم کا ذریعہ بنایا ہے۔ اے فرشتو! اس اندھیری رات میں جنگل کی تنہائی میں تم اس کی جان نکال کر لے جاؤ گے تو اس کا ذہن تنہائی کی موت کے خوف کے نقوش مرنے کے بعد دہراتا رہے گا۔ ذرا ٹھہرو، اتنی دیر کہ اس کا کوئی تو اس کے پاس پہنچ جائے۔ فرشتوں نے صندل کو پہچان کر کہا۔ "صندل دیوی! اگر ہم نے اس کی جان نکالنے میں جلدی نہ کی تو سانپ کا زہر اس کے جسم مثالی کے حواس کو بھی متاثر کرے گا۔ وہ عالم اعراف میں جانے کے لئے بے چین ہو جائے گا۔ اس طرح اسے اور زیادہ تکلیف ہو گی، جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ روحانی تکلیف بھی اسے سہنی پڑے گی۔" صندل نے کہا۔ "اسے صبح تک مہلت دو ہم زہر اس کے بدن میں پھیلنے نہیں دیں گے۔" چاروں فرشتے ہاتھ باندھ کر ادب سے نوجوان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ صندل نوجوان کے پاس پہنچی وہ زہر کے اثر سے تڑپ رہا تھا۔ صندل نے اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے روشنی کی شعاع نکل کر نوجوان کی آنکھوں میں جذب ہو گئی۔ نوجوان صندل کو دیکھ رہا تھا اسے خوشی ہوئی کہ وہ اندھیرے میں دیکھ سکتا ہے۔ یہ زہر کی تاثیر تھی۔ صندل نے اس سے پوچھا۔ "اے نوجوان! کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟ تم ابھی زندہ ہو۔ یہ تمہارے داہنی ہاتھ پر ایک بوٹی اگی ہوئی ہے اسے فوراً کھالو تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" نوجوان حیرت کے غلبے میں اپنی تکلیف تقریباً بھول چکا تھا۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اسے اندھیرے میں پوری طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بوٹی توڑی اور کھا گیا۔ کھاتے ہی اسے بڑی سی الٹی ہوئی۔ زہر کا حصہ باہر نکل گیا۔ اسے قدرے سکون ملا وہ زمین پر دوبارہ لیٹ گیا اور فوراً ہی اسے نیند آ گئی۔ صندل اسے وہیں چھوڑ کر سیدھی اس کے گھر پہنچی۔ یہ نوجوان ایک بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ صندل نے دیکھا کہ اس کی ماں ایک چارپائی پر بیٹھی اپنے رب سے بیٹے کی سلامتی کی درخواست کر رہی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے رب سے کہہ رہی تھی۔ اے میرے رب! آج میرے رحم میں درد کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ میں جانتی ہوں میرا بیٹا تکلیف میں ہے۔ اسے شانتی دینا، اسے جلد ہی مجھ سے ملانا۔ صندل جان گئی کہ ممتا کے درد کی لہروں نے درحقیقت صندل کو فرشتوں سے مہلت لینے کیلئے ابھارا ہے۔

www.ksars.org

اس نے عورت کے دل میں اپنا خیال ڈالا کہ اٹھو اور اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے جنگل کی طرف چل پڑو۔ وہ عورت چارپائی سے اٹھی، پہلے زمین پر سجدہ کیا، بیٹے کے لئے دعا کی اور پھر برابر والے گھر میں دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آنکھیں ملتا ہوا دروازے پر آیا۔ اس نے رات کے اندھیرے میں عورت کو نہیں پہچانا۔ پوچھا کون ہے؟ عورت بولی، "بیٹے میں تیری ماسی ہوں کاکا جنگل پار کے گاؤں گیا تھا۔ آج اس نے لوٹنا تھا ابھی تک نہیں آیا۔ میں شام سے اس کا راستہ دیکھ رہی ہوں۔" وہ شخص ماسی کو پہچان کر بولا۔ "ماسی گھبراؤ نہیں، وہ صبح تک آجائے گا۔ اندھیرے میں کہیں ٹھہر گیا ہو گا۔" ماسی بولی، "بھیا، یہ بات نہیں ہے آج کچھ اور ہی بات ہے۔ آج میرے رحم میں درد کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ ہر لہر میں مجھے میرے بیٹے کی چیخ سنائی دے رہی ہے۔ وہ مجھے مسلسل ماں کہہ کر آوازیں دے رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں جنگل میں اسے کوئی حادثہ تو نہیں پیش آگیا ہو۔ کیا تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے؟" ماسی کی بات سنتے ہی آدمی نے کہا۔ "ماسی تم فکر نہ کرو۔ رب پر بھروسہ رکھو۔ میں گاڑی میں بیل جاتتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ گھر کے اندر چلا گیا چند منٹوں بعد ہی وہ بیل گاڑی لے کر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک نوکر بھی تھا۔ انہوں نے گاڑی میں دو لالٹین باندھ لیے اور جنگل کی طرف بیلوں کو دوڑایا۔ صندل کا جسم مثالی بھی ان کے ساتھ ہی ساتھ چلتا رہا۔ صبح ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا، صندل کی لہروں کے اشارے پر بیل سیدھے نوجوان کے پاس پہنچ گئے۔ وہ زمین پر نیند کی حالت میں تھا۔ اصل میں زہر کی وجہ سے اس پر غشی سی چھائی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کی ماں ہائے میرا لال کہہ کر گاڑی سے لپک کر نیچے آئی۔ اس کا سر اپنے زانو پر رکھا اتنی دیر میں دونوں آدمی اس کے جسم کو ٹٹولنے لگے۔ انہوں نے نوجوان کو کچھ پلایا اور اسے ہوش میں لانے کے لئے جھنجھوڑنے لگے۔ تقریباً دس منٹ بعد اس نے نقاہت کے ساتھ آنکھیں کھولیں اور نحیف آواز میں بولا۔ "ماں مجھے جنگل میں نہ چھوڑنا۔" ماں نے پھر اسے پیار کیا اور بولی۔ "نہیں بیٹے، میں تو تجھے لینے آئی ہوں۔" نوجوان نے اطمینان کے ساتھ کہا۔ "ماں! ماں۔" اور اسی وقت چاروں فرشتوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ آسمان پر صبح کا اجالا نمودار ہو رہا تھا۔ رات رخصت ہو رہی تھی۔ فرشتوں کی مہلت پوری ہو چکی تھی۔ صندل سے اور نہ دیکھا گیا۔ وہ چپ چاپ بوجھل قدموں سے اپنے جسم خاکی کے پاس آئی اور ایک آہ بھر کر بدن میں سما گئی۔ شعور میں آتے ہی سب سے پہلے اسے اس ماں کا خیال آیا۔ وہ سوچنے لگی۔ رب کے کام نرالے ہیں۔ وہی دیتا ہے وہی واپس لے لیتا ہے۔ لینا

www.ksars.org

دینا دونوں اسی کے کام ہیں۔ پھر بندہ درد سے بھر جاتا ہے۔ ذہن کے اس سوال کے ساتھ ہی اسے سلطان بابا کا قول یاد آیا ایسے ہی مواقع پر سلطان بابا نے نہایت پیار سے اسے سمجھایا تھا۔ ”صندل تو میخانہ ازل کا ایک پیمانہ ہے۔ تو ہی بتا کیا تیرے پیمانے میں پورا میخانہ سما سکتا ہے؟ صندل، میخانہ ازل ایک ہی ہے۔ مگر پیمانے ان گنت ہیں۔ کوئی پیمانہ میخانے کی شراب کو نہیں ناپ سکتا۔ بھلا گلاس میں پانی بھر بھر کے سمندر کا پانی ناپا جا سکتا ہے؟ بس تو صرف خیال رکھ کہ ساقی کو ثر تیرا پیمانہ کبھی خالی نہ چھوڑے، پیمانہ بھرتا ہے پھر انڈیل دیتا ہے۔ اس بھرنے اور خالی ہونے کے درمیان جو وقفہ ہے وہی تو جان لیوا ہے۔“ سلطان بابا کی حکیمانہ باتیں یاد کر کے صندل سوچنے لگی۔ وہ ساقی ہی ہے جو ایک پیمانے میں دوسرے پیمانے سے انڈیل دیتا ہے۔ پیمانے کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب خالی ہوتا ہے تب پتہ چلتا ہے۔ یوں دل کے اندر دبے پاؤں آنا جانا کب تک لگا رہے گا۔ کاش کوئی ایک دفعہ اس طرح آجائے کہ پھر کبھی نگاہ سے اوجھل نہ ہو۔ صندل کے اندر شدت سے موت کی تمنا جاگ اٹھی۔ اے بھگوان! کب تک یہ پردہ تیرے میرے بیچ پڑا رہے گا۔

دن بدن صندل کے دل میں موت کی خواہش بڑھتی ہی چلی گئی۔ اس کا دل دنیا سے بالکل اچاٹ ہو گیا۔ چند دن اسی طرح گزر گئے۔ وہ سارا دن تنہائی میں چپ چاپ گزار دیتی، نہ اسے بھوک لگتی، نہ پیاس۔ مالا اور کاجل زبردستی اسے کچھ کھلاتیں۔ ایک دن علی الصبح اس نے اشنان کیا۔ سفید کپڑے پہنے، صبح ہونے میں بھی بہت دیر باقی تھی۔ وہ صندل دیوی والے کمرے میں چلی گئی۔ جیسے ہی اس نے کمرے میں قدم رکھا۔ وہ ٹھٹک گئی۔ اس کے سامنے وہی اس حویلی والی بڑھیا کھڑی تھی جس کا انتقال صندل دیوی والے کمرے میں باپو کے سامنے ہوا تھا۔ اس بڑھیا کے ہاتھ میں پوجا کا تھال تھا۔ اس نے صندل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”صندل دیوی! ادھر آ، آج تیرے ماتھے پر تلک لگانا ہے۔ تیری تپسیا پوری ہو گئی۔ رب نے تجھے یاد کیا ہے۔“ صندل بڑھیا کی جانب سے آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ بڑھیا نے پوجا کی تھالی کے سیندور میں انگلی ڈبوئی، مشک کی خوشبو کا جھونکا کمرے میں لہرا گیا۔ بڑھیا نے سیندور سے صندل کے ماتھے پر ایک انگلی لگائی۔ صندل لکشمی ماتا کہہ کہ اس کے قدموں میں جھکی۔ بڑھیا کے پیروں کو ہاتھ لگاتے ہی وہ زمین پر گر پڑی اور اس پر غشی چھا گئی۔ اس نے دیکھا کہ عرش ایک دائرے کی صورت میں سامنے ہے۔ عرش ایک نورانی چھتری کی طرح اس پر سایہ فگن ہے۔ عرش کے کناروں سے ساڑھے گیارہ ہزار نورانی ہاتھ اس کی جانب بڑھے۔ انہوں نے ناتواں صندل کو

www.ksars.org

اپنی مضبوط بانہوں میں لے لیا۔ ایک لمحے کو غشی کا غلبہ اس پر کچھ کم ہوا وہ جان گئی کہ رب کا بلاوہ آگیا ہے۔ فوراً ہی پھر دوبارہ اس پر موت کی غشی چھا گئی۔ اس نے دیکھا آسمان سے ایک لائن سے فرشتے اس کی طرف اتر رہے ہیں۔ یہ فرشتے اس کے دائیں بائیں ادب اور تعظیم کے ساتھ آداب کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک انتہائی حسین بگھی اس کے سامنے رکتی ہے۔ سفید پارے کی طرح جھلملاتی ہوئی بگھی کے اندر چھ گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔ اس بگھی میں ایک نوجوان کوچوان بیٹھا ہے۔ وہ بگھی سے اتر کر صندل کے پاس آتا ہے اور ادب سے سر جھکا کر صندل کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔ "صندل دیوی! عرش کے پروردگار نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور اپنی بارگاہ میں آپ کو طلب فرمایا ہے۔" صندل نے کوچوان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اسے محسوس ہوا جیسے سارے بدن سے ایک لہر نکل کر باہر آگئی ہے۔ جیسے ساحل پر آئی ہوئی سمندر کی موج واپس سمندر میں لوٹ رہی ہے۔ جیسے ہی اس نے کوچوان کا ہاتھ پکڑا، اس کی روح کے پنچھی نے بدن کے قفس سے ہمیشہ کے لئے رہائی حاصل کر لی۔ وہ بگھی میں بیٹھ گئی۔ بگھی انتہائی تیز رفتاری سے آسمانوں کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ آسمانوں کے در کھلتے رہے، وہ جگمگاتی حسین فضاؤں سے گزرتی رہی۔ پہلی بار اسے آزادی کا احساس ہوا۔ اونچے آسمان پر حسین ترین باغ کے وسط میں ایک عظیم الشان محل تھا جو نیلم کا تھا۔ بگھی اس محل کے دروازے پر رکی۔ کوچوان نے اسے ادب سے اتارا، اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ تنہا اندر چلی گئی۔ ایک لمبی راہداری سے آہستہ آہستہ گزرنے کے بعد وہ ایک وسیع ہال میں پہنچی۔ یہاں ایک عظیم الشان تخت لگا تھا۔ اس تخت پر سلطان بابا بیٹھے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ تخت کی جانب بڑھی۔ اس کی نظریں سلطان بابا کی تصویر پر تھیں۔ یکلخت نور کا ایک پردہ ہٹا۔ اس پردے پر سلطان بابا کی تصویر تھی۔ پردہ ہٹا تو سلطان بابا کی تصویر ہٹ گئی۔ اس کی روح نے دیکھا کہ تخت پر سوائے نور کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا "اوم" اور اسی وقت نور نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ آہستہ آہستہ خوشی کے سمندر کی گہرائی میں ڈوبتی جا رہی ہے۔

دن کا اجالا پھیلنے لگا۔ گھر کے سب لوگ جاگ گئے۔ دروازے پر زور زور سے دھڑ دھڑانے کی آواز پر مالا نے جا کر دروازہ کھولا۔ ایک شخص دیوانوں کے سے حلیے میں اندر بڑھتا چلا آیا۔ وہ اپنی دھن میں صندل دیوی کہتا چلا آ رہا تھا۔ مالا سمجھی کوئی مصیبت کا مارا ہو گا۔ اس نے اسے نہیں روکا۔ وہ سیدھا صندل دیوی والے کمرے میں چلا

www.ksars.org

گیا۔مالا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔کمرے میں داخل ہو کر اس نے صندل کے جسم خاکی کو دیکھ کر ایک زور دار چیخ ماری اور وہیں گر پڑا۔ چیخ سن کر گھر کے دوسرے افراد جمع ہو گئے۔صندل کے بھائی نے اسے پہچان لیا۔ گھبرا کے بولا۔ارے یہ تو شہباز ہے۔اس نے جلدی سے صندل کو ہاتھ لگایا اور حیرت سے ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی، پھر گھبرا کے اس نے شہباز کے بدن کو ہاتھ لگایا اور پھر ایک وحشت زدہ سی چیخ اس کے منہ سے نکلی۔مالا اور کاجل دونوں گھبرا کے بولیں "کیا ہوا؟" اور پھر دونوں نے صندل اور شہباز کو چھوا۔انہیں یوں لگا جیسے روئی کے گالے میں ہاتھ لگا رہے ہیں۔بستی کے سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔مالا، کاجل، کندن، عاجل سب ہی ایک دم بول پڑے۔"ان کے جسم تو پوتر ہیں انہیں آگ نہیں چھو سکتی۔"

صندل اور شہباز کو قبر میں دفنا دیا گیا۔ آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

www.ksars.org